www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 1

کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پراسرار الجھنوں کی کہانی

"تم دونوں جو مرضی کرو، میں تو اپنے دن بھولے پورے کر کے ہی اتروں گی۔" شوخ و چنچل سی حجاب اپنی چھوٹی بہنوں تحریم اور ثانیہ پر رعب ڈالتے ہوئے، اپنی پینگ والا جھولا درختوں کے جھنڈ تک لے گئی۔

"حجاب صاحبہ! ذرا آسمان سے نیچے تو آئیں۔"

ثانیہ نے اپنی آستینیں کس کسا کر اپنی کمر پر رکھی اور جونہی حجاب کا جھولا نیچے آیا، ثانیہ نے جھولے کی کنڈی الٹ دی۔ حجاب منہ کے بل زمین پر گری۔

"ہائے ماں!" درد بھری چیخ حجاب کے منہ سے نکلی۔

تھوڑی ہی دیر میں اماں ہاتھ میں بیلنا اٹھائے نمودار ہو گئیں۔

جونہی اماں کے ہاتھ میں بیلنا دیکھا۔ تینوں گھر کی طرف بھاگیں۔ حجاب جو زمین پر پڑی درد سے کراہ رہی تھی، بھاگنے میں دونوں بہنوں سے آگے تھی۔ تینوں اپنے کمرے میں آ گئیں۔ پھر جھگڑا شروع کر دیا۔ ماں کے قدموں کی آہٹ سنی تو کمرے میں سکوت چھا گیا۔

تینوں کو اس طرح خاموش دیکھ کر ان کی ماں کا غصہ ہوا ہو گیا۔

وہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم تینوں کا اس طرح گھر سے باہر جھولے لینا تمہارے ابا کو پسند نہیں ہے۔" صباحت مزید کچھ اور کہنا چاہتی تھی کہ حجاب جھٹ سے بولی "کس محلے کی دوسری لڑکیاں بھی تو جھولے لیتی ہیں۔"

صباحت نے خفگی سے حجاب کی طرف دیکھا "حجاب سمجھدار ہو تم تینوں اب چھوٹی بچیاں نہیں ہو، بڑی ہو گئی ہو۔ اس عمر میں لڑکیاں اس طرح زیادہ دیر گھر سے باہر نہیں رہتیں۔"

حجاب کی عمر 23 برس تھی۔ ثانیہ کی اٹھارہ برس اور تحریم کی سولہ برس۔ اسی دوران صباحت کی نظر تحریم پر پڑی جو بیٹھے بیٹھے مسکرا رہی تھی۔

"تم کس بات پر مسکرا رہی ہو۔ جو بات میں حجاب کو سمجھا رہی ہوں وہ تم تینوں کے لیے ہے۔ آئندہ میں تم تینوں کو گھر سے باہر جامن کے درخت کے پاس نہ دیکھوں۔ تم سب اپنی پڑھائی پر دھیان دو اور جب فراغت ملے تو گھر کے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹایا کرو۔"

صباحت کے جانے کے بعد حجاب منہ لٹکائے بیٹھ گئی۔ "کاش ہمارے صحن میں بھی کوئی بڑا درخت ہوتا۔ ہم اسی پر اپنا جھولا باندھ لیتے۔"

"چھوڑو حجاب! تم تو ہمیشہ ہی ہوائی باتیں کرتی ہو۔ کبھی کبھی لے لیا کریں گے۔ محلے کے دوسرے گھر ہمارے گھر سے کافی دور ہیں۔ دور دور تک سناٹا ہوتا ہے۔ امی تو ویسے ہی وہم کرتی ہیں۔" تحریم کی بات پر ثانیہ بھی اچھل پڑی، جھٹ سے بولی "اگر ہمیں کوئی نامحرم نظر آیا تو ہم جلدی سے گھر بھاگ جایا کریں گی۔"

حجاب بڑی ہی بہادر بن کر بولی "ابا جی سے اپنا ارادہ بتا کر جوان لڑکیوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔"

☆☆

"میری چاندی جیسی بیٹیاں کہاں ہیں؟" احسان الحق دونوں ہاتھوں میں شاپر اٹھائے بیٹیوں کو ڈھونڈنے لگے۔

تینوں اپنے دوپٹے درست کرتے ہوئے ابا کے پاس پہنچ گئیں۔

"یہ لو بھئی برگر اور امرتیاں۔" احسان الحق نے شاپر صباحت حجاب کو دیے۔

صباحت نے خوشی سے چہکتی ہوئی بیٹیوں کی طرف دیکھا "جھلے کی تو دیوانی ہیں۔ آپ روز ہی کوئی نہ کوئی میٹھی چیز لے آتے ہیں تو بھی ان کا دل نہیں بھرتا۔"

"نیک بخت اللہ ہی کے نصیب کا تو رزق ہے۔ بس میری بیٹیاں یوں ہی مسکراتی رہیں۔ ان پر غم کی پرچھائیں بھی نہ پڑے۔" احسان الحق ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"آپ فریش ہو جائیں، میں کھانا لگاتی ہوں۔" صباحت مزید کا کپڑا درست کرنے لگی۔

"بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔ ماشاء اللہ اپنے جنرل سٹور پر آج کل بہت رش ہے۔ ایک ملازم کے لئے کام سنبھالنا بہت مشکل ہے۔ سوچتا ہوں، ایک ملازم اور رکھ لوں۔"

احسان الحق بات کرتے ہوئے بستر پر دراز ہو گئے۔ صباحت احسان الحق کے قریب بیٹھ کے اس کے پاؤں دابنے لگی۔ "آپ اس قدر تھک جاتے ہیں، پرواہ نہ کریں، ایک اور ملازم رکھ لیں، جان ہے تو جہان ہے۔"

حجاب کھانا گرم کر کے لے آئی۔

رات کے نو بج رہے تھے۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران احسان الحق بیٹیوں سے ان کی پڑھائی کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ صباحت ان پڑھ تھی اس لئے احسان الحق پڑھائی کے معاملے میں بیٹیوں پر خاص توجہ دیتے تھے۔

اگلی صبح حجاب کالج چلی گئی اور تحریم اور ثانیہ سکول چلی گئیں۔ احسان الحق کے دکان پر جانے کے بعد صباحت گھر پر اکیلی تھی۔ وہ گھر کے کام کاج میں مصروف تھی لیکن اس کا ذہن کہیں اور ہی سوچ رہا تھا۔ اس کی پریشانی کی بنیاد وہ واقعات تھے، جو پچھلے ایک ہفتے سے حجاب کے ساتھ ہو رہے تھے۔ اور اس نے ماں کو سنائے تھے۔



چار دن پہلے جب حجاب اپنی بہنوں کے ساتھ جھولا لے رہی تھی تو اسے کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔ اس نے اپنا جھولا روک دیا اور اس آواز کی سمت کا تعین کرنے لگی۔ وہ آواز کھجور کے درخت سے آ رہی تھی جو جامن کے درخت سے تھوڑے فاصلے پر تھا۔ وہ درخت بہت قدیم تھا۔ اس کا کھجوروں سے بھرا گچھا جیسے آسمان کو چھوتا تھا۔ بہنوں کے منع کرنے کے باوجود حجاب اس آواز کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ وہ کھجور کے درخت کے پاس کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن جب حجاب درخت کے قریب پہنچی تو ایک ضعیف زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ "پانی... پانی" حجاب دوڑتی ہوئی اپنے گھر گئی اور پانی لے آئی۔ بوڑھا حیرت انگیز طور پر اپنی جگہ سے غائب تھا اور اس کی جگہ تازہ گلابوں کا گلدستہ پڑا تھا۔

"بوڑھا شخص کہاں گیا....." وہ چاروں طرف نظر دوڑانے لگی۔ دور دور تک بوڑھے کا نام و نشان نہ تھا۔

"لیکن یہ گلدستہ کس کا ہے۔ یہاں تو دور دور تک کوئی نہیں ہے۔" حجاب نے کچھ سوچا اور پھر گلدستہ اٹھا کے سونگھنے لگی۔ پھولوں کی دلفریب مہک اس کی رگوں میں اتر گئی۔ حجاب کے کمرے سے گلاس کے ٹوٹنے کی آواز آئی تو صباحت کو اس پر اسرار خیال سے چھٹکارا ملا۔ وہ دھیمے دھیمے قدموں سے حجاب کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ "شاید بلی کمرے میں چلی گئی ہے۔" پھر اچانک دروازوں کے کھلنے اور بند ہونے کی آوازوں نے، چیزوں کے اپنی جگہ سے کھسکنے کی آوازوں نے اس کا دل دہلا دیا۔

اس کے قدم تھم سے گئے۔ اس نے سہمی نظروں سے دروازے کی طرف دیکھا، جو بند تھا۔ کمرے سے مسلسل ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی بڑی سرعت سے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس احساس نے اس کا خوف مزید بڑھا دیا کہ اس نے کسی انسان کو اندر آتے ہوئے نہیں دیکھا تو پھر یہ آوازیں کیسی ہیں؟؟

اس نے ایک لمبا سانس کھینچا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ جونہی وہ کمرے کے قریب پہنچی، یک لخت سکوت چھا گیا۔ صباحت نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سنسناہٹ کے جھٹکے سے وہ چکرا کے رہ گئی۔ کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ پر سیٹ تھی۔ وہ کپڑوں کی الماری کی طرف بڑھی، جس کے کھلنے کی آواز اس نے سنی تھی اور ایسی آوازیں بھی اس کی قوت سماعت سے ٹکرائی تھیں جیسے کوئی الماری کی چیزیں الٹ پلٹ کر رہا ہو۔ اس نے الماری کھولی تو سارے کپڑے اپنی اپنی جگہ تہہ در تہہ موجود تھے۔ باقی چیزیں بھی سیٹ تھیں اور گلاس بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ شیشے کی کوئی چیز نہیں ٹوٹی تھی۔

صباحت دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر جانے لگی تو تازہ گلابوں کی خوشبو نے اس کے قدم روک لیے۔ اس نے میز کی طرف دیکھا جہاں تازہ گلابوں کا ویسا ہی گلدستہ رکھا ہوا تھا جیسا کچھ روز پہلے حجاب باہر سے لائی تھی اور صباحت نے وہ گلدستہ اس کے ہاتھ سے چھین کر باہر پھینک دیا تھا۔

صباحت تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی اور دروازہ بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں کہ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ صباحت چیخ اٹھی۔ سامنے آمنہ بیگم حیرت بھری نظروں سے صباحت کو دیکھ رہی تھیں۔

"خیریت ہے صباحت! مجھے دیکھ کر ڈر کیوں گئی ہو؟"

"کچھ نہیں بس....." صباحت نے اپنا پسینہ پونچھا اور آمنہ کے ساتھ باہر آنگن میں بیٹھ گئی۔ آمنہ ان کی پڑوسن تھی۔ گلی کے تین ہی تو گھر تھے محلے میں، باقی تو دور دور تک ویران زمین تھی۔

"تم سناؤ گھر میں سب ٹھیک ہے۔" صباحت بات تو آمنہ سے کر رہی تھی لیکن اس کا دھیان کمرے کی طرف ہی تھا۔

"تم اندر کمرے کی طرف کیا دیکھ رہی ہو؟ کچھ گڑبڑ ہے۔" آمنہ نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ایک خوف سا دل میں پنجے گاڑے بیٹھا ہے۔ پچھلے چند دنوں سے گھر میں عجیب و غریب واقعات ہو رہے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے حجاب کے کمرے سے چیزوں کی الٹ پلٹ ہونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو ہر چیز اپنی جگہ پر تھی۔"

آمنہ سرگوشی کے انداز میں بولی "میں نے تو تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے کہ بیٹیوں کو شام کے وقت کھجور کے درخت کے قریب نہ جانے دیا کرو۔ نہ جانے لوگوں نے اس درخت کے بارے میں کیسی کیسی کہانیاں منسوب کر رکھی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ کوئی جن زادہ ہے، جس نے سالوں سے اس درخت پر بسیرا کیا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کسی نوجوان کی بھٹکی ہوئی روح ہے جو اس درخت کو اپنا مسکن بنائے ہوئے ہے۔"

خوف سے صباحت کے ہونٹ کانپنے لگے "میں بھی اس درخت کے پاس سے کئی بار گزری ہوں۔ مجھے تو کبھی بھی ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا۔"

"سرِ شام لوگوں نے تو اسے دیکھا بھی ہے۔ کہتے ہیں بڑا خوبصورت جوان ہے۔ رات بارہ بجے کے بعد دکھائی دیتا ہے لیکن جب کوئی اس کے پاس جاتا ہے تو کسی پرچھائی کی طرح آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔"

"تت...... تم نے بھی دیکھا ہے۔" صباحت نے متجسس ہو کر پوچھا۔

"خدا نہ دکھائے مجھے، میری تو جان ہی نکل جائے گی۔ میں تو وہ ہی بتا رہی ہوں جو میں نے سنا ہے۔ اور ہاں..... صباحت! میں کہہ رہی ہوں، گھر میں کوئی دم درود کروا لے، تیری جوان بیٹیاں ہیں۔ اور ہاں جس کام سے آئی تھی، وہ تو بتا دوں۔ تم نے ملازمہ کے لیے کہا تھا، کل ایک عورت آئے گی۔ اگر پسند آئے تو رکھ لینا۔ اب میں چلتی ہوں۔"

آمنہ چلی گئی لیکن اس کی باتیں صباحت کے کانوں میں گونجتی رہیں۔

احسان الحق آئے تو صباحت نے اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ احسان الحق نے تمسخرانہ انداز میں صباحت کی بات سنی اور پھر اسے خوش خبری سنا کر اس کی پریشانی دور بھی کر دی۔ "کیا لگا گھر کا...." مارے خوشی کے صباحت کی سانس ہی پھول گئی۔

"پچھلے چھ ماہ سے گھر ڈھونڈ رہا ہوں، خدا نے بہت کرم کیا ہے، ایسا ہی گھر ملا ہے جیسا میں چاہتا تھا۔ آج شام تمہیں لے جاؤں گا، اگر پسند آ گیا تو کل بیعانہ کر کے سودا پکا کر لوں گا۔"

"...لیکن آپ نے مجھ سے پہلے تو ذکر نہیں کیا۔ اس طرح اچانک؟" صباحت احسان الحق کے قریب بیٹھ گئی۔

"میں تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ خدا نے برکت دے کے نوازا ہے۔ بس اپنا گھر مل جائے تو زندگی جنت بن جائے گی۔" احسان الحق نے ٹھنڈی آہ بھر کر پیچھے سے پشت لگائی۔

صباحت سر جھکائے نہ جانے کن خیالوں میں کھو گئی کہ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

احسان الحق اس سے باتیں کر رہے تھے۔ اپنی باتوں کا جواب نہ پا کر احسان الحق نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ "مسکراتے مسکراتے تمہیں کیا خیال آ گیا کہ اس طرح اداس ہو گئی ہو؟"

"سوچ رہی تھی کاش ہمارا کوئی بیٹا بھی ہوتا۔"

احسان الحق نے صباحت کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "جو خدا کی رضا، ہمیں اسی میں خوش رہنا چاہیے۔ یہ بات کافی نہیں کہ ہم بے اولاد نہیں ہیں۔ ہماری تین بیٹیاں ہیں۔ چلو اب جلدی سے موڈ ٹھیک کرو اور اسی خوشی کے موقع پر کوئی سویٹ ڈش پکاؤ۔"

صباحت احسان الحق کے ساتھ جا کے گھر دیکھ آئی۔ صباحت کو گھر پسند آ گیا۔ احسان الحق نے وہ گھر خرید لیا۔

بس اب گھر شفٹ کرنے کا مسئلہ تھا۔ تینوں بہنیں رات کے دس بجے اپنے کمرے میں بیٹھیں نئے گھر کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔ تینوں گود میں کشن لیے قالین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

"میں تو بہت خوش ہوں۔ اگلے ہفتے ہم لوگ اپنے گھر جا رہے ہیں۔" ثانیہ نے حجاب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حجاب جو سر جھکائے اداس سی بیٹھی تھی، دھیرے سے بولی۔ "گھر کرائے کا ہو یا ذاتی، گھر تو گھر ہی ہے اور ہمارا تو بچپن اسی گھر میں ہی گزرا ہے۔ کہتے ہیں جہاں بچپن گزرا ہو وہ گھر کبھی نہیں بھولتا۔" بات کرتے ہوئے حجاب کی نظر کھڑکی کی طرف گئی جہاں سے جامن کا درخت دکھائی دے رہا تھا۔ چاند کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی جس میں جامن کے درخت سے بندھا جھولا جھولتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

حجاب بات کرتی کرتی بھول گئی۔ اس کی ساری توجہ جھولے کی طرف مرکوز ہو گئی۔ ایک درخت سے دوسرے درخت تک وہ جھولا اس طرح جھول رہا تھا، جیسے کوئی اس پر بیٹھا جھولا لے رہا ہو لیکن جھولا خالی تھا، اس پر کوئی نہیں بیٹھا تھا۔

حجاب حیرت سے بولی۔ "وہ دیکھو جھولے کی طرف، وہ کس طرح ہل رہا ہے۔" ثانیہ نظریں اٹھائے بغیر بولی۔ "ہوا سے ہل رہا ہو گا۔"

"باہر تو ایک پتا بھی نہیں ہل رہا تو جھولا کس طرح جھول رہا ہے۔" حجاب کے کہنے پر تحریم نے کھڑکی کی طرف دیکھا تو جھولے کی رفتار رک گئی۔

حجاب کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز ایک بار پھر تحریم کے کانوں سے ٹکرائی۔ "تحریم! جھولے کے پاس کوئی کھڑا ہے، شاید کوئی نوجوان ہے۔"

تحریم نے باہر دیکھا۔ "حجاب تمہیں کیا ہو گیا ہے، باہر تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک سے دیکھو وہ جھولے کے پاس کھڑا ہے۔ اس کا چہرہ تو دکھائی نہیں دے رہا لیکن صاف نظر آ رہا ہے کہ کھڑا ہے۔"

حجاب انگلی سے اشارہ کرنے لگی تو تحریم نے کھڑکی بند کر دی۔ رات گئے تک حجاب یہی سوچتی رہی کہ جھولے کے پاس کھڑا ہوا شخص ثانیہ اور تحریم کو کیوں نہیں دکھائی دیا۔ اسی سوچ میں اس نے بہت سے خواب دیکھے۔ وہ سوتی تو خوابوں کے جھرمٹ سے بار بار ہڑبڑا کے اٹھ جاتی۔

ایک خواب بار بار اپنا پیچھا کرتے ہوئے اسے مسلسل آ رہا تھا۔ اس رات بھی اس خواب کے مناظر اس کے لاشعور میں منڈلاتے رہے۔

حجاب ہاتھوں میں دیا اٹھائے کسی مزار میں داخل ہوتی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ یہ مزار کس بزرگ کا ہے لیکن اس مزار کے در و دیوار یہ احساس دلاتے ہیں کہ وہ یہاں کئی مرتبہ آ چکی ہے۔

بے انتہا ہجوم، لوگوں کی آمد مزار پر اس طرح ہو رہی تھی جیسے سمندر کی موجیں ایک دوسرے کو دھکیلتی ہوئی کنارے پر جا پہنچتی ہیں۔ وہ بھی لوگوں کو پیچھے دھکیلتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔

مزار کے بڑے صحن میں داخل ہوتے ہی لوگ ادھر ادھر تقسیم ہو گئے۔ اب صحن میں تھوڑے ہی لوگ نظر آ رہے تھے۔ حجاب کے قدم رک سے گئے، سینکڑوں کبوتر دانہ چگتے ہوئے بہت خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ قوالی کے دل کو چھو لینے والے اشعار فضا کو مسحور کیے ہوئے تھے۔

حجاب نے قوالی پڑھنے والوں کی طرف دیکھا تو اس کے جسم میں ارتعاش سا ہونے لگا۔ سفید شلوار قمیص میں ملبوس ایک نوجوان قوالی کی دھن پر گھٹنوں کے بل بیٹھا اپنے سر کو گھماتے ہوئے جھوم رہا تھا۔ اس کے بال اس کے شانوں تک تھے۔ وہ اس قدر مست جھوم رہا تھا کہ کوئی اس کو مسلسل دیکھے تو خود چکرا جائے۔

اس نوجوان نے حجاب کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ تو بس مست تھا لیکن اس میں کچھ ایسی بات تھی کہ حجاب کھنچی ہوئی اس کی طرف چلی گئی۔ حجاب اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔

وہ نوجوان ساکت ہو گیا۔ اس نے سر اٹھا کر حجاب کی طرف دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں طلسم تھا، عقیدت کا نور تھا، کسی جگنو کی چمک تھی، ایسی گہرائی تھی کہ انسان ان میں کھو کے ڈوب جائے۔

گورے چہرے پر بے ترتیب گرے ہوئے سیاہ بالوں میں وہ بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ حجاب کی نظر اس کے چہرے پر ہی ٹھہر گئی۔

"دیکھنے میں تو کسی ریاست کا شہزادہ لگتا ہے اور کس طرح فقیروں کی طرح مست ہے۔" حجاب نے من میں کہا۔ نوجوان نے اپنے دونوں ہاتھ کشکول کی طرح حجاب کے آگے پھیلا دیے۔

حجاب نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، اس کا قیمتی لباس اس کی پرکشش شخصیت کا آئینہ دار تھا۔ پھر بھی حجاب نے پھیلائے ہوئے ہاتھوں پر پچاس روپے اس کے ہاتھوں میں رکھ دیے۔ اس نے پچاس روپے جھٹک دیے۔ اس نے حجاب کی طرف اس طرح دیکھا کہ محسوسات کا ایک سمندر اس کی آنکھوں میں اتر آیا۔ ہاتھ پیچھے تو اس کی آنکھیں کشکول بن گئیں۔ حجاب کانپتے ہونٹوں سے بولی۔ "ک.....ک.....کیا چاہیے تمہیں؟"

وہ خاموشی سے حجاب کی طرف دیکھتا رہا کہ اچانک تیزی سے دو آنکھیں اس کی طرف بڑھیں، وہ اس کے جسم سے اس طرح گزر گئیں جیسے ہوا ہے۔

حجاب کے حلق سے چیخیں نکل گئیں، وہ چیختی ہوئی بستر سے اٹھ بیٹھی۔ اس کی چیخ سن کے تحریم اپنے بستر سے اٹھ کے اس کے قریب آ گئی۔

تحریم نے اسے پانی کا گلاس دیا۔ وہ اس کے چہرے سے پسینہ صاف کرنے لگی۔ "حجاب..... کیا پھر وہی خواب دیکھا ہے۔ کیا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔"

حجاب اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ بولی۔ "وہی خواب بار بار آتا ہے۔"

"گھبراؤ نہیں، آؤ میرے ساتھ لیٹ جاؤ۔" تحریم نے اسے اپنے بستر پر لٹا لیا اور آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں حجاب گہری نیند سو گئی۔

سنڈے کو تو بہت دیر سے تینوں بہنیں بستر سے اٹھتی تھیں لیکن آج تو امی نے سات بجے ہی جگا دیا۔

صباحت کی سخت آواز پر تینوں آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھیں۔ "آج تو چھٹی کا دن ہے۔ آج آپ نے کیوں جگا دیا۔"

"تینوں اٹھ کے منہ ہاتھ دھو لو۔ میں نے ٹیبل پر ناشتہ لگا دیا ہے۔" امی نے ایک بار پھر احکام جاری کیے۔

"کیا کہیں جانا ہے۔" حجاب نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

"کہیں نہیں جانا۔ میں نے الماریاں خالی کی ہیں، تم تینوں نے ناشتہ کرنے کے بعد اپنی اپنی چیزیں سیٹ کرنی ہیں۔" صباحت برتن سمیٹتی ہوئی ثانیہ کے پاس کھڑی ہو گئی تو اس نے تعجب سے اس کا ایک کونہ پکڑ لیا۔

"ابھی تو دو دن باقی ہیں گھر شفٹ ہونے میں۔" صباحت مسکراتے ہوئے ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"میری جان اور بھی تو بہت سے کام ہیں۔"

تحریم نے ماں کے گلے میں بانہیں حمائل کر لیں۔ "امی پیاری، کہیں تو ہم آپ کے لیے ستارے بھی توڑ لائیں۔"

"بس زیادہ ڈائیلاگ نہ مارو۔ جلدی سے بستر چھوڑو۔" یہ کہہ کے صباحت کچن میں چلی گئی۔

تینوں بہنیں ناشتے سے فارغ ہو کر ماں کا ہاتھ بٹانے لگیں۔ صباحت ماں کے ساتھ مل کر چیزیں پیٹیوں میں ڈال رہی تھی۔

صباحت اکثر اپنے دل کی باتیں، گھریلو مسئلے حجاب سے ڈسکس کرتی تھی۔ وہ حجاب میں یہ شعور بیدار کرنا چاہتی تھی کہ وہ ثانیہ اور تحریم کی بڑی بہن ہے۔ اسے ابھی سے ہی اپنی ذمہ داریاں سمجھنی چاہئیں۔

"خدا نے بہت بڑی خواہش پوری کی ہے۔ اپنا گھر بہت بڑی نعمت ہوتا ہے۔ بہت نصیبوں والے ہیں جو خدا نے ہم پر اتنا کرم کیا۔ تمہیں کیسا لگ رہا ہے؟ نئے گھر میں جانا۔ ثانیہ اور تحریم تو بہت خوش ہیں۔" صباحت نے حجاب کے چہرے کی طرف دیکھا۔ "اور تم؟"

"خوشی تو ہے نئے گھر جانے کی، مگر عجیب سی اداسی بھی ہے جیسے بے چینی سی طبیعت میں۔"

"کیسی اداسی۔" کپڑے صباحت کے ہاتھ میں ہی رہ گئے۔ "بار بار ایسا لگتا ہے جیسے اس گھر سے جاتے وقت میرا کچھ یہاں رہ جائے گا۔" حجاب پوری طرح اپنی بات کی وضاحت نہیں کر سکی۔ صباحت مسکرا کر کپڑے دوبارہ تہہ کرنے لگی۔

"بس اتنی سی بات ہے، میں خود اپنی بیٹی کی چیزیں پیک کروں گی۔" ثانیہ دوڑتی ہوئی حجاب کے پاس آئی۔ "حجاب کچن میں آؤ، تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔"

"مجھ سے ملنے مگر کون؟" حجاب نے ثانیہ کی طرف دیکھا۔

تحریم بھی کمرے میں آ گئی۔ دونوں بہنوں کی بات سن کر اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ "آ جاؤ حجاب صاحبہ! واقعی کوئی آپ سے ملنے آیا ہے۔"

"اتنی کیوں ہنس رہی ہو، کون ہے۔" اس پر حجاب تحریم سے مخاطب ہوئی جو مسلسل ہنس رہی تھی۔

"وہ تمہارا کبوتر باہر منڈیر پر بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہے، تم اسے روزانہ شام کو دانہ ڈالتی تھیں۔ بڑا ڈھیٹ کبوتر ہے جو اتوار کو بھی ملنے آیا ہے۔" تحریم نے مذاق کے انداز میں ہاتھ گھماتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ وہی کبوتر ہے۔"

"میں نے اس کے پاؤں میں دھاگہ باندھا ہوا تھا۔ یہ تم کو اتنا پیارا کیوں لگتا ہے؟" یہ سنتے ہی حجاب دوڑتی ہوئی کچن کی طرف گئی، اس نے کچن سے باہر نکل کر آنگن میں دیکھا۔

(جاری ہے)

انجیر کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 2

سفید کبوتر منڈیر پر بیٹھا ہوا تھا۔ حجاب نے زمین پر دانہ پھینکا۔ "میرے پیارے کبوتر لو دانہ چُن لو۔"

سفید کبوتر اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوا جبکہ وہ حجاب کے دانہ پھینکنے پر بہت شوق سے دانہ چگتا تھا۔

"آج دانہ کیوں نہیں کھا رہا" حجاب نے من میں سوچا پھر اس نے اسے پیار سے سہلانا چاہا۔ کبوتر اپنی جگہ سے اڑ گیا۔ حجاب اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی گلی کے دروازے تک چلی گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ کبوتر گھر کے درخت پر جا بیٹھا ہے۔

حجاب ہاتھ میں دانہ لیے تھکی تھکی سی اپنے کمرے میں واپس آ گئی۔ "کیا ہوا آپی اس قدر کیوں اداس لگ رہی ہے۔" ثانیہ اپنی کیس میں کپڑے سیٹ کرتے ہوئے بولی۔

"وہ آج کبوتر نے دانہ نہیں چگا"

"خفا ہو گیا ہے تم سے تم گھر جو چھوڑ کے جا رہی ہو۔" ثانیہ نے جملہ کسا۔

اتوار کا پورا دن گھر کی چیزیں سمیٹنے میں ہی گزر گیا۔ رات کو احسان الحق گھر آئے تو بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھ منہ دھویا اور صباحت سے کہا "جلدی سے اپنی چادر لو اور میرے ساتھ چلو۔"

پھر وہ حجاب کی طرف بڑھے۔ "بیٹی اپنی دونوں بہنوں کا خیال رکھنا۔"

"مگر آپ جا کہاں رہے ہیں۔" حجاب پریشان ہو گئی۔

"جن لوگوں سے ہم نے گھر خریدا تھا ان کے والد صاحب کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ وہ ہاسپٹل میں ہیں۔ ہم انہیں دیکھنے جا رہے ہیں۔ تم تینوں نے بنا پوچھے دروازہ نہیں کھولنا۔" یہ کہہ کر احسان الحق اور صباحت ہاسپٹل چلے گئے۔

رات کے نو بج رہے تھے۔ تینوں بہنیں اپنے کمرے میں بیٹھ گئیں۔ حجاب نے ثانیہ اور تحریم سے کہا۔ "تم دونوں کھانا کھالو۔ کافی وقت ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امی ابو کو دیر ہو جائے۔"

ثانیہ نے تکیے کو موڑ کر گود میں رکھ لیا۔ "جتنی مرضی دیر ہو جائے، کھانا تو میں ان کے ساتھ ہی کھاؤں گی۔"

"اور تم تحریم..."

"میں بھی ابا کے ساتھ ہی کھاؤں گی" تحریم اپنا فریم میں لگا کر اور کڑھائی کا سوتی دھاگہ لے کر بیٹھ گئی۔

"تو ٹھیک ہے..." حجاب نے بھی بک شیلف سے کوئی بک اٹھائی۔

دونوں بہنیں مصروف ہو گئیں۔

ثانیہ نے حجاب کی طرف دیکھا "حجاب تمہیں پتا ہے کہ اماں گھر بدلنے پر اس قدر خوش کیوں ہیں؟"

حجاب نے ثانیہ کے احمقانہ سوال پر ترچھی نظر سے اس کی طرف دیکھا "اس میں کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ اماں کا تو برسوں کا خواب تھا کہ ہمارا اپنا گھر ہو۔"

ثانیہ حجاب کے تھوڑا قریب ہو گئی۔ "وہ بات تو ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے۔"

"کونسی بات" حجاب کا دھیان بک پر سے ہٹ گیا۔

ثانیہ نے سرگوشی کے انداز میں بات شروع کی۔ "اماں ابا سے ان پراسرار واقعات کا ذکر کر رہی تھیں جو تمہارے ساتھ پیش آئے۔ وہ یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ جب تم کالج چلی جاتی ہو تو تمہارے کمرے سے عجیب و غریب آوازیں آتی ہیں۔ چیزوں کے گرنے کی آوازیں، عجیب سا شور سنائی دیتا ہے مگر جب اسی کمرے کا دروازہ کھولتی ہیں تو ہر چیز سیٹ ہوتی ہے۔"

ثانیہ کی بات پر تحریم چونکی تو سوئی اس کی انگشت میں گھس گئی۔ وہ بلبلا اٹھی۔ "ثانیہ! تم نے چولہے پر کچھ رکھا ہے۔ مجھے جلنے کی بو آ رہی ہے۔ جاؤ جا کے ذرا دیکھ کے آؤ۔"

ثانیہ کچن میں گئی تو تحریم بھی اس کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی گئی۔ "یہ تم کیا اول فول بول رہی تھی۔ اماں نے منع کیا ہے کہ حجاب سے ان باتوں کا ذکر نہیں کرنا۔ پہلے ہی وہ رات کو کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ کر ڈر جاتی ہے۔ ویسے بھی کیا معلوم کہ ان باتوں میں کتنی حقیقت ہے۔"

ثانیہ اور تحریم واپس کمرے میں آئیں تو حجاب کھوئی کھوئی پریشان بیٹھی تھی۔

اس نے فوراً تحریم سے پوچھا "یہ ثانیہ کیا کہہ رہی ہے۔" تحریم نے اپنا کڑھائی والا فریم دوبارہ ہاتھ میں لے لیا۔ "امی کو وہم ہو گیا ہے۔ تمہیں تو پتہ ہے کہ ثانیہ کو کہانیاں بنانے کی عادت ہے۔ تم اس کی باتوں پر کان مت دھرو۔"

حجاب نے ثانیہ کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چراتے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

حجاب نے دوبارہ کتاب پڑھنا شروع کر دی۔ اس کی نظریں تو کتاب پر تھیں لیکن اس کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ ثانیہ کی کہی ہوئی باتوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی۔ حجاب دروازہ کھولنے باہر صحن میں گئی "کون...؟" حجاب نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر پوچھا۔

"کھولیں" باہر کوئی نہایت شائستگی سے بولا:

حجاب نے دروازہ کھولا تو ہوا کا ایک تیز جھونکا اس کے جسم کو چھو کے گزر گیا۔ اس کا دوپٹہ اڑ کر دروازے کی تار سے اٹک گیا۔ اس نے جلدی سے اپنا دوپٹہ کھینچا اور سڑک پر نظر دوڑائی مگر باہر کوئی نہیں تھا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔

"باہر کوئی نہیں ہے تو آواز کس کی تھی؟"

وہ سہمی سہمی صحن میں نظر دوڑانے لگی۔ موسم میں حبس تھا۔ درخت کے پتوں میں معمولی لرزش تک نہ تھی۔ یہ ہوا کا کیسا جھونکا تھا جس نے حجاب کو ہلا کے رکھ دیا۔ اس احساس نے حجاب کو خوفزدہ کر دیا۔ آج چاند کی چودھویں رات تھی۔ چاندنی کی ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی نے رات کی سیاہی کو ختم کر دیا تھا۔ صحن میں سکوت چھایا تھا۔ حجاب اندر جانے لگی تو صحن میں بکھرے خشک پتوں پر کسی کے قدموں کی چاپ نے اس کے قدم روک دیے۔

ایک پل میں ہی کسی کے اپنے قریب ہونے کے احساس سے وہ کانپ کے رہ گئی۔ وہ بے ساختہ چیخ اٹھی جس کے ساتھ ہی اس کے قدموں کے پاس سے کوئی پرندہ پھڑپھڑاتا ہوا اوپر کی طرف اڑا۔ بظاہر تو کوئی پرندہ دکھائی نہیں دیا لیکن اس کے پھڑپھڑانے کی آواز پر حجاب کی نظریں چھت تک چلی گئیں۔

اس کا رنگ چہرہ خوف سے فق ہو گیا۔ چھت کی منڈیر کے قریب سفید کپڑوں میں ملبوس کوئی کھڑا تھا جسے دیکھ کر حجاب کو اپنا خواب یاد آ گیا۔ وہی سراپا، وہی قد و قامت، ویسے ہی کندھوں تک لمبے بال، چاند کی چودھویں میں چمکتا ہوا چہرہ۔ یہ ویسا ہی نوجوان تھا جو حجاب کو خواب میں بار بار کسی مزار میں مست دکھائی دیتا تھا۔

حجاب جب بھی اس کی طرف دیکھتی تھی وہ اپنی آنکھیں جھپکنا بھول جاتی تھی۔ وہ سارا کا سارا اپنی کسی جادوئی قوت میں جکڑ لیتا تھا۔ ثانیہ کے باہر آنے پر وہ نوجوان غائب ہو گیا۔ "حجاب! تم اوپر کیا دیکھ رہی ہو؟" ثانیہ کی آواز پر حجاب چونک پڑی۔

ثانیہ نے اس کا پسینے سے تر چہرہ دیکھا تو اسے کھینچتی ہوئی اندر لے گئی۔

وہ گھبرائی ہوئی تحریم کے پاس بیٹھ گئی۔

"حجاب باہر کون تھا؟" تحریم نے پوچھا۔

"با... باہر..." حجاب کے منہ سے اٹک کے الفاظ نکلے۔

"ہاں! باہر دستک ہوئی تھی تو کون تھا۔"

"کوئی نہیں تھا" یہ کہہ کر حجاب پانی پینے فریج کی طرف بڑھی۔

ثانیہ سٹ سے تحریم کے پاس بیٹھ گئی۔ "اماں اور ابا آ گئے ہیں کہ مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔ پتہ نہیں باہر کون تھا۔ حجاب کے دروازہ کھولنے پر کہیں چھپ نہ گیا ہو۔" تحریم نے اسے اپنے شانے سے لگایا۔ "خدا ہمارے ساتھ ہے کچھ نہیں ہوتا۔"

آدھے گھنٹے کے بعد صباحت اور احسان الحق بھی آ گئے۔ "تم لوگوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا" صباحت نے بیٹیوں سے خفگی کا اظہار کیا اور کھانا گرم کرنے لگی۔ صباحت نے کھانا میز پر لگایا تو ثانیہ اور تحریم جلدی سے کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔

"حجاب کہاں ہے؟" احسان الحق نے پوچھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہے۔ میں نے اسے کھانا کھانے کیلئے کہا تو کہہ رہی تھی کہ دل نہیں چاہ رہا۔" ثانیہ نے کہا۔

"کیسے دل نہیں چاہ رہا۔ میں اسے لے کر آتا ہوں۔" احسان الحق حجاب کے کمرے میں گئے۔

حجاب اپنے بستر پر نیم دراز تھی۔ باپ کی آواز سن کر دوپٹہ درست کرتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات ہے بیٹی! آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہیں۔ آپ کو پتہ ہے کیا بج رہے ہیں۔ آپ تینوں بہنوں کو کھانا کھا لینا چاہیے تھا۔ آپ کو ہمارا انتظار نہیں کرنا چاہیے تھا۔" احسان الحق نے حجاب کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ وہ بخار میں تپ رہی تھی۔

"صباحت!..." احسان الحق نے پریشانی میں صباحت کو بلایا۔

صباحت نے حجاب کو اس طرح بخار میں دیکھا تو اس کی بھوک اڑ گئی۔

"میری بچی! میں تو تمہیں ٹھیک چھوڑ کے گئی تھی یہ اچانک کیا ہو گیا؟"

احسان الحق ڈاکٹر کو لینے چلا گیا۔ تیز بخار میں صباحت کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئیں۔ آنکھوں میں غنودگی کا خمار تھا۔ ڈاکٹر نے حجاب کو میڈیسن لکھ کے دی اور انجکشن لگا دیا جس کے بعد وہ سو گئی۔

"صباحت ڈاکٹر صاحب کیلئے چائے بنا دو۔" احسان الحق نے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں! آپ چائے کا تکلف نہ کریں۔"

"ڈاکٹر صاحب! حجاب کا بخار..."

احسان الحق ابھی اپنی بات پوری نہ کر پائے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا "حجاب کو صرف بخار ہے اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جلدی آرام آ جائے گا۔ لیکن ڈاکٹر ہونے کے ناطے آپ کو ایک بات سمجھانا چاہوں گا۔ حجاب کا نہ تو گلا خراب ہے اور نہ ہی کوئی فزیکل پرابلم ہے اور ایسے بخار کی وجہ کسی قسم کا فرسٹریشن یا خوف ہو سکتا ہے۔ اپنی مصروفیات میں سے تھوڑا وقت نکال کے اپنی بیٹیوں کے چھوٹے چھوٹے مسائل شیئر کیا کریں۔ اب مجھے اجازت دیں۔"

یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب چلے گئے۔

اپنی تینوں بیٹیوں میں تو احسان الحق کی جان اٹکی تھی۔ دونوں میاں بیوی رات بھر حجاب کے پاس بیٹھے رہے۔ صبح حجاب اس طرح فریش تھی کہ اسے گمان تک نہ تھا کہ اسے رات بھر بخار تھا۔ بیٹی کو تندرست دیکھ کر احسان الحق کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔

"اس فرائیڈے کو اپنی بیٹیوں کو پکنک کیلئے لے جاؤں گا۔"

"اس فرائیڈے کو آپ کہہ رہے تھے کہ ہم نے گھر شفٹ ہونا ہے۔" ثانیہ نے کہا۔

"ہے گھر کی شفٹنگ کا پروگرام چونکہ دو روز کیلئے ملتوی ہو گیا ہے۔" احسان الحق نے کہا۔ تحریم کا بڑا سا منہ نکل آیا۔

"اس فرائیڈے کو ہمارا پکنک کا پروگرام پکا ہے۔" احسان الحق نے مسکراتے ہوئے تحریم کے بالوں کو سہلایا۔

سوموار کے دن حسب معمول حجاب کالج اور دونوں بہنیں تحریم اور ثانیہ سکول چلی گئیں۔ صباحت گھر کے کام کاج میں مشغول ہو گئی۔ اس نے ملازمہ کے ساتھ مل کر گھر کا کام ختم کیا اور پھر کسی سے موبائل پر بات کرنے لگی۔ "جی میں صباحت بول رہی ہوں۔ مجھے باجی بختاور سے ملنا ہے۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے! میں ایک بجے کے قریب پہنچ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کے صباحت نے فون بند کر دیا۔ وہ ایک بجے کے قریب رکشہ میں بیٹھ کر ایک عالیشان کوٹھی میں چلی گئی۔ ملازم نے اس سے اس کا نام پوچھا پھر صباحت کو مہمان خانے میں بیٹھنے کیلئے کہا۔

صباحت مہمان خانے میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکی ٹی ٹرالی میں چائے اور ساتھ میں دوسرے لوازمات لے کر صباحت کے قریب آئی۔

"اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے تو بس باجی بختاور سے ملنا ہے۔" صباحت نے جھجکتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "باجی بختاور آ رہی ہیں۔"

لڑکی چائے اور دوسرے لوازمات رکھ کے چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں طرح جسم کی ایک قد آور عورت مہمان خانے میں داخل ہوئی۔ وہ گندمی رنگت پر تیکھے تیکھے نقوش اور بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت عورت تھی۔

"آپ..." صباحت کچھ کہنے لگی تو وہ عورت پہلے ہی بول پڑی "میں بی بی بختاور ہوں۔"

اس کے پہناوے میں عاملہ والی کوئی بات نہیں تھی مگر اس کی آنکھوں میں خاص قسم کی نورانیت تھی۔

اس نے نہایت اخلاق سے کہا "آپ چائے کیوں نہیں لے رہیں۔"

"آپ نے تو ویسے ہی اتنا تکلف کیا۔ آپ سے ملاقات ہو گی۔ میرے لئے یہی بہت ہے۔" صباحت نے کہا پھر اس نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" بی بی بختاور نے کہا۔

"میں بڑی امید لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ میں نے آپ کا بہت نام سنا ہے کہ آپ نے اپنے روحانی علوم کے ذریعے بہت سے لوگوں کے مسائل حل کئے ہیں۔" صباحت نے نہایت عاجزانہ انداز میں کہا۔ بی بی بختاور نے کیک کی پلیٹ صباحت کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تو آپ کا مسئلہ چھوٹا سا ہے۔ لیکن اصل معاملے کی تہہ تک میں تب پہنچوں گی جب آپ کے گھر آؤں گی۔ میرے خیال میں جمعہ کا دن ٹھیک رہے گا۔ باقی دنوں میں میرے پاس وقت نہیں ہوگا۔"

ایک لمحہ کیلئے صباحت نے بیٹیوں کے ساتھ جانے کے پکنک کے پروگرام کے بارے میں سوچا پھر اپنے خیال کو جھٹکتے ہوئے اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں جمعہ کو آپ کا انتظار کروں گی۔"

"میں جمعہ کو چار بجے تک پہنچ جاؤں گی۔" بی بی بختاور نے کہا۔

صباحت گھر آئی تو تقریباً ایک بج چکا تھا۔ اس نے کھانا بنانا شروع کیا اور دو بجے تک اس نے اپنا کام ختم کر لیا۔ بی بی بختاور سے ملنے کے بعد وہ کافی مطمئن ہو گئی تھی۔

گھر کی شفٹنگ کے پروگرام میں تبدیلی کی وجہ سے صباحت کو کافی مشکل ہوئی۔ ضرورت کی اشیا کی پیکنگ دوبارہ کھولنی پڑی۔ کپڑے وارڈ روب میں دوبارہ سیٹ کرنے پڑے۔ حجاب، تحریم اور ثانیہ کو یہ سب بہت برا لگ رہا تھا۔

ثانیہ تو اپنے ڈریسنگ ٹیبل کی چیزیں سیٹ کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔ "یہ کیا بات ہوئی، پہلے ساری چیزیں پیک کرو اور پھر دوبارہ سیٹ کرو۔"

حجاب نے اپنے کپڑے ہینگ کرتے ہوئے ترچھی نظر سے ثانیہ کی طرف دیکھا۔

"ثانیہ! ہمارا کوئی عمل بھی خدا کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا اور خدا کو منظور نہیں تھا کہ ہم ابھی شفٹ ہوں۔"

"حجاب تم ابھی تک اس موٹو کو نہیں سمجھی، اسے تکلیف اس بات کی ہے کہ اسے کام کرنا پڑ رہا ہے۔" تحریم کی اس بات پر ثانیہ شیرنی کی طرح تلملاتی ہوئی اس کے پیچھے بھاگی۔

اسی دوران صباحت کمرے میں داخل ہوئی۔ تحریم نے خود کو صباحت کے پیچھے چھپا لیا۔ صباحت نے ثانیہ کو گھورا "ثانیہ کوئی اپنی بہن کو اس طرح مارتا ہے؟"

"اماں اس نے مجھے موٹو کہا ہے۔"

ثانیہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

صباحت نے تحریم کو کان سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔ "تحریم! آئندہ تم نے اس کو موٹو کہا تو تم مجھ سے بچو گی۔ اپنے جھگڑے چھوڑو ادھر آؤ، مجھے تم تینوں سے بات کرنی ہے۔" صباحت کے کہنے پر تینوں اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"میں چند ماہ سے اپنے گھر میں عجیب عجیب سے واقعات ہوتے دیکھ رہی ہوں۔ ایک عجیب سا خوف ہے جو میرے من میں کہیں چھپا بیٹھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو میں سوچ رہی ہوں وہ سب میرا وہم ہو۔ میں نئے گھر میں شفٹ کرنے سے پہلے اپنا وہم دور کرنا چاہتی ہوں۔ اس لئے میں نے بی بی بختاور کو بلایا ہے۔"

"اماں! آپ کو جو بھی وہم یا خوف ہے وہ اس گھر سے منسلک ہے۔ جب ہم نئے گھر میں چلے جائیں گے تو آپ کا خوف بھی ختم ہو جائے گا۔" حجاب نے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے لیکن..."

"لیکن کیا..." حجاب نے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ بی بی بختاور سے تمہارے لئے تعویذ لے لوں۔" صباحت نے پیار سے حجاب کی طرف دیکھا۔

حجاب صباحت کی بات سے اچانک پریشان ہو گئی۔

"بی بی بختاور کون ہے؟" تحریم نے پوچھا۔

"وہ ایک عاملہ ہیں۔ خداوند کریم نے ان کے من میں روحانیت کے نورانی علم کے دیے جلائے ہیں۔ اپنی سمجھ بوجھ سے وہ بڑے سے بڑا مسئلہ حل کر لیتی ہیں۔ عجیب سحر انگیز شخصیت کی مالک ہیں۔"

"ان کی فیملی..." حجاب نے پوچھا۔

"لوگوں میں خوشیاں بانٹنے والے اکثر خود خوشیوں سے محروم ہوتے ہیں۔ تین سال پہلے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ اولاد بھی نہیں ہے۔ اتنی بڑی کوٹھی میں اکیلی رہتی ہیں۔ وہ جمعے والے دن ہمارے گھر آئیں گی۔"

"مگر..." تینوں بہنیں یکبارگی بولیں۔

"اگر مگر کچھ نہیں، میں وعدہ کرتی ہوں کہ اگلے فرائیڈے کو تمہارا پکنک کا پروگرام پکا ہے۔" صباحت نے کہا۔

ثانیہ نے ٹھنڈی آہ بھری اور کشن صوفے پر اچھال کر دھڑام سے لیٹ گئی۔

تحریم نے مسکراتے ہوئے حجاب کی طرف دیکھا "لگتا ہے کہ ثانیہ کو بہت بڑا شاک لگا ہے۔"

حجاب نے جیسے تحریم کی بات سنی ہی نہیں، وہ سنجیدگی سے کچھ اور سوچ رہی تھی۔ تحریم نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا۔

"حجاب صاحبہ! آپ کہاں گم ہیں؟ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا کہ بی بی بختاور اس طرح ہمارے گھر آئیں گی۔"

حجاب کو اس طرح سنجیدہ دیکھ کر تحریم نے اسے سمجھایا "تم خواہ مخواہ فکر کرتی ہو کہ تمہیں بہت ڈر لگتا ہے۔ تمہارے لئے ان سے کوئی تعویذ لے لیں گے۔ چھوڑو ان باتوں کو ٹی وی دیکھتے ہیں۔" تحریم ہاتھ میں ٹی وی کا ریموٹ لے لیا۔

حجاب کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے بی بی بختاور کے آنے پر کیوں اعتراض ہے۔ پیاس کے ساتھ اکثر ہونے لگا تھا کہ اچانک سے اس کی پسند بدل جاتی تھی۔ کبھی کبھی تو اس کے رویے میں بھی تبدیلی آ جاتی تھی۔ صباحت نے احسان سے بھی بی بی بختاور کے بارے میں بات کر لی۔

جمعہ کو دوپہر کھانے پر صباحت نے بیٹیوں کی فرمائش پر بریانی پکائی۔ کھانے کے وقت احسان الحق بار بار ثانیہ کے چہرے کی طرف دیکھتے رہے جو غصے سے پھولا ہوا تھا۔

"صباحت بیگم سن لو! اگر اگلے فرائیڈے کو تم نے ہمارا پکنک کا پروگرام خراب کیا تو ہم تمہیں چھوڑ کے چلے جائیں گے۔" احسان الحق نے ترچھی نظر سے کھانا سرو کرتے ہوئے صباحت کی طرف دیکھا۔

"میں نے تو خود ان سے وعدہ کیا ہے کہ اگلی مرتبہ میں ان کی پکنک کا پروگرام خراب نہیں کروں گی۔" صباحت نے اپنی تینوں بیٹیوں پر ایک نظر ڈالی۔

"چلو اب پاپا کو مسکرا کے دکھاؤ"

احسان الحق نے ثانیہ سے کہا۔

ثانیہ نے لاڈ میں خفیف سا مسکرا کے کھانا کھانا شروع کر دیا۔

کھانے کے بعد وہ اپنے اپنے کمروں میں چلی گئیں۔

"آج حجاب کو کیا ہوا۔ وہ تو دوپہر کو ادھر ہمارے کمرے میں ہی سوتی ہے۔ اپنے کمرے میں کیوں چلی گئی۔"

"آپ تو وہ رات کو بھی ہمارے ساتھ ہی سوتی ہے۔ شاید اس کا دل چاہ رہا ہو۔ اماں نے تو سختی سے کہا ہے کہ حجاب کو اپنے کمرے میں ہی سلانا۔ اسے اپنے کمرے میں تنہا رہنے نہیں دینا۔" ثانیہ نے کہا۔ تحریم نے اپنا کڑھائی کا فریم قالین پر رکھا۔ "ٹھہرو! میں اسے بلا کر لاتی ہوں۔" تحریم حجاب کے کمرے کے قریب گئی تو کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازہ کھولنے کے لئے دروازے پر ہاتھ رکھا تو حجاب کے غصے سے بھرا ہوا چیخنے کی آواز پر وہ چونک گئی۔

"کون سا طوفان آ گیا ہے جو اماں بیگم بختاور کو بلا رہی ہیں۔ کون سے پراسرار واقعات ہوتے ہیں یہاں مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔" اس کے ساتھ ہی شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی جیسے حجاب نے شیشے پر کوئی چیز دے ماری ہو۔

تحریم گھبرائی، گھبرائی حجاب کے کمرے میں داخل ہوئی تو حجاب شیشے کے پاس خاموشی سے کھڑی تھی۔

(جاری ہے)



www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر3

ڈریسنگ ٹیبل کا شیشہ اپنی جگہ پر جوں کا توں موجود تھا۔ حجاب تحریم کے قریب آئی۔ ''کیا بات ہے؟ اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں ہو۔''

''ک۔۔۔۔ک۔۔۔۔ کمرے سے کسی شیشے کی چیز کے ٹوٹنے کی آواز آئی تھی، کیا ٹوٹا ہے؟''

حجاب نے تحمل سے کہا ''کمرے میں تو کچھ بھی نہیں ٹوٹا۔'' حجاب نے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

تحریم حیران نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

''تم اپنی ہی آواز میں کچھ بول رہی تھیں۔''

''کیا۔۔۔؟''

''کیا تمہیں نہیں پتا کہ تم کیا بول رہی تھیں۔''

''میں تو آئینے کے سامنے خاموشی سے کھڑی کچھ سوچ رہی تھی۔''

''کیا سوچ رہی تھی۔۔۔۔''

''اپنے خواب میں نظر آنے والے اسی نوجوان کے بارے میں سوچ رہی تھی جس کا تصور پرچھائیں کی طرح میرے ساتھ رہتا ہے۔'' حجاب کی بات سن کے تحریم خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے حجاب سے کوئی اور سوال پوچھنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اس کا اپنا ذہن کئی سوالوں میں الجھ گیا۔

وہ حجاب سے بس اتنا ہی کہہ پائی ''اماں نے کہا تھا کہ تم اس طرح اپنے کمرے میں اکیلی نہ بیٹھا کرو۔ میرے اور ثانیہ کے کمرے میں ہی رہا کرو۔''

حجاب نے اپنی کتابیں اٹھائیں اور تحریم کے ساتھ چلی گئی۔

ثانیہ سو گئی، حجاب کی بھی کتاب پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی۔

تحریم اپنی قمیص پر کڑھائی کرتی رہی کچھ دیر بعد اسے صباحت نے بلایا۔ اس نے اپنی فریم میں لگی قمیص شاپر میں ڈالی۔ تحریم صباحت کے پاس گئی تو صباحت جلدی جلدی میں نئی بیڈ شیٹ نکال رہی تھی۔

''کہاں۔۔۔۔'' تحریم صباحت کو کچھ بتانا چاہتی تھی۔ لیکن صباحت تیزی سے بولی ''اندر ڈرائنگ روم میں بیگم بختاور بیٹھی ہیں۔ تم ایسا کرو کہ یہ برتن جلدی سے ٹرالی میں جوڑ دو اور فریج سے کباب نکال کر فرائی کر لو۔ سامنے ڈبے میں پیزا اور بسکٹ پڑے ہیں۔ وہ بھی پلیٹس میں سجا دو۔ میں اندر جا رہی ہوں تم چائے لے آنا۔''

صباحت کچن سے باہر نکلتے نکلتے ایک بار پھر پلٹی۔ ''حجاب اور ثانیہ کہاں ہیں۔''

''وہ دونوں سو گئی ہیں۔'' تحریم نے منہ بسورتے ہوئے ایک بار کچن میں پھیلے برتنوں پر نظر ڈالی۔

''کچھ دیر بعد حجاب کو جگا دینا۔ میں نے اسے بیگم بختاور سے ملوانا ہے۔'' یہ کہہ کر صباحت ڈرائنگ روم میں چلی گئی۔

☆☆☆

''مجھے آپ کا گھر دیکھنا ہے۔'' بیگم بختاور نے صوفہ چھوڑتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ کوئی پچیس برس کے لگ بھگ عمر کی لڑکی بھی تھی۔ وہ دونوں صباحت کے ساتھ ان کے گھر کا گشت کرنے لگیں۔

بختاور بیگم نے اپنے پرس میں سے خاکی رنگ کا رومال نکالا۔ اس نے رومال سے ایک مٹی کا ٹکڑا اپنی مٹھی میں لے لیا اور ہونٹوں کی تیز جنبش کے ساتھ کچھ پڑھتی ہوئی دھیرے دھیرے قدم اٹھانے لگیں۔ صباحت کچھ بات کرنے لگی تو بیگم بختاور کے ساتھ چلنے والی لڑکی فاطمہ نے اسے خاموش رہنے کو کہا ''اس وقت میڈم کو آپ کی آواز نہیں سنائی دے گی۔ وہ اس ہوا میں موجود جن اور مخلوقات کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہی ہیں۔''

وہ اپنے ہاتھ میں مٹی کو اپنی انگلی سے ذرہ ذرہ توڑ رہی تھی۔ وہ صباحت سے رستہ نہیں پوچھ رہی تھی۔ اس کے قدم کسی آواز کی سمت کا تعین کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ کسی سرگوشی کے پیچھے پیچھے چلتی وہ اس کمرے میں جا پہنچی جہاں حجاب اور ثانیہ سوئی ہوئی تھیں۔ بیگم بختاور حجاب کے قریب کھڑی ہو گئیں۔

''یہی حجاب ہے''

''جی! یہ میری بڑی بیٹی حجاب ہے اور دوسری جو اس کے ساتھ سو رہی ہے، میری چھوٹی بیٹی ثانیہ ہے۔''

''ماشاء اللہ بہت پیاری ہے حجاب۔ اس کی خوبصورتی ہی اس کے لیے مسئلہ بن گئی ہے۔'' بیگم بختاور نے گہری نظر سے حجاب کی طرف دیکھا۔

''اس کو جگاؤ'' بیگم بختاور نے صباحت سے کہا۔

صباحت نے حجاب کو جگانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں جاگی۔ ثانیہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، وہ بھی حجاب کو جگانے لگی لیکن حجاب اس قدر گہری نیند میں تھی کہ اس پر کسی کی آواز کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

بیگم بختاور نے اپنے ہاتھ میں تھامی ہوئی مٹی سے ایک چٹکی حجاب کی پیشانی پر رگڑی۔ حجاب نے ایک ہی ساعت میں آنکھیں کھول لیں۔ اس کی آنکھیں نیم غنودگی کی حالت میں سرخ ہو رہی تھیں۔ وہ بیگم بختاور کی طرف اجنبیت سی نظروں سے دیکھتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

''حجاب کا کمرہ کون سا ہے۔'' بیگم بختاور نے صباحت سے پوچھا۔ صباحت انہیں حجاب کے کمرے میں لے گئی۔

بیگم بختاور نے کمرے کے چاروں طرف نظر دوڑائی۔

''آپ کو کس طرح کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔''

ٹھوکر کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پراسرار الجھنوں کی کہانی

''جس طرح کوئی ڈریسنگ ٹیبل کے دراز زور زور سے بند کر رہا ہو کھول رہا ہو۔''

بیگم بختاور ڈریسنگ ٹیبل کے قریب چلی گئیں۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے درازوں میں کچھ ڈھونڈنے لگیں۔ انہیں دراز سے حجاب کی نیلم کی انگوٹھی ملی۔ اس نے وہ انگوٹھی صباحت کو دکھائی۔ ''میں یہ انگوٹھی لے جانا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کی مدد سے کچھ دیکھنا ہے، بعد میں واپس کر دوں گی۔'' بیگم بختاور نے سارے گھر کا جائزہ لینے کے بعد جامن کا درخت بھی دیکھا جس کے بارے میں لوگوں نے پراسرار قسم کی باتیں پھیلا رکھی تھیں۔

صباحت تجسس بھرے انداز میں بار بار بیگم بختاور کی طرف دیکھتی لیکن بیگم بختاور نے کوئی بات نہیں کی۔ جب انہوں نے جانے کی اجازت مانگی تو بس اتنا کہا۔ ''بات اتنی چھوٹی نہیں ہے، جتنی ہم سمجھ رہے تھے۔ کل میں آپ سے فون پر تفصیلاً بات کروں گی۔'' یہ کہہ کر وہ اپنی گاڑی میں چلی گئیں۔

بیگم بختاور کی باتوں نے صباحت کو رات بھر سونے نہ دیا۔ عجیب عجیب وسوسے اس کا دل دہلاتے رہے۔

رات کھانے پر صباحت کو خلاف توقع خاموش دیکھ کر احسان الحق نے پوچھا ''بھئی کیا باتیں ہوئیں بیگم بختاور سے۔''

صباحت خالی پلیٹ میں چمچ ہلانے لگی ''کوئی بات نہیں ہوئی، بس گھر دیکھ کر چلی گئیں۔''

''بیگم خیال کرنا، وہ عجیب پراسرار سی شخصیت ہیں۔ لوگوں نے ان کی ذات سے خوفناک قسم کی باتیں منسوب کر رکھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ لوگوں کے گھمبیر مسائل حل کرنے کے لیے وہ جنات کا استعمال کرتی ہیں۔''

''جنات۔۔۔۔'' ثانیہ چیختی آواز میں بولی۔

''ہاں! جنات۔۔۔۔ جنہیں خاص علوم کے ذریعے انہوں نے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ روحانیت کی بلندی تک پہنچتے ہی اس کا پورا خاندان ختم ہو گیا۔ ایک عاملہ کے روپ میں انہیں بہت شہرت ملی ہے۔''

احسان الحق نے پانی کے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو صباحت ان کی طرف حیران نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ''جس وقت میں نے بیگم بختاور کا ذکر کیا تو آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا تھا جبکہ آپ اس کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہیں۔''

''بیگم! ہر بات کا ایک وقت ہوتا ہے۔ جس وقت تم نے بیگم بختاور کی بات کی، اس وقت سب بتانے کا وقت نہیں تھا۔ بختاور بی بی کی شخصیت پر کوئی شک نہیں ہے۔ وہ پہنچی ہوئی عاملہ ہیں۔ مجھے اپنے گھر میں ایسا کچھ نظر نہیں آتا کہ تمہیں بختاور بی بی کو گھر بلانا پڑا ہے۔''

''میں نے جو کچھ کیا ہے، سوچ سمجھ کے کیا ہے۔'' یہ کہہ کر صباحت نے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

دوپہر ایک بجے جب صباحت کچن میں کھانا پکانے میں مصروف تھی، بختاور بی بی کا فون آیا۔ صباحت نے چولہا بند کر دیا اور فون لے کر بیٹھ گئی۔

''آپ ابھی جلدی چلی گئیں، آپ نے تو ہمیں کسی خاطر کا موقع نہیں دیا۔'' صباحت نے بختاور بی بی سے کہا۔

''میں اپنے مسئلوں میں کسی کے گھر کچھ نہیں کھاتی۔ خیر تمہارے لیے اچھی خبر نہیں ہے۔۔۔۔''

''کیسی خبر۔۔۔۔'' صباحت کی سانس پھول گئی۔

''تمہارے گھر کے نزدیک جو ٹھوکر کا درخت ہے اس پر ایک نوجوان آسیب کا سایہ ہے۔ وہ درخت اس کی آماجگاہ ہے۔ حجاب کی انگوٹھی کے نیلم میں اس کا عکس ہے۔ وہ حجاب کے آس پاس رہتا ہے تو اس کی سانسوں سے بھی قریب ہو جاتا ہے۔

اور جب حجاب سوتی ہے تو اس کے لاشعور میں جا کے اس سے روحانی طور پر ملتا ہے۔ ان کی اس قربت سے ان کے بیچ ایک نام سا تعلق بن گیا ہے۔ حجاب اسے نہیں جانتی لیکن حجاب کے احساسات میں وہ کہیں نہ کہیں ہوتا ہے۔''

صباحت کے تو ہوش اڑ گئے۔ ''بختاور بی بی یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو وہ میری بیٹی سے کیا چاہتا ہے۔''

''اس کا کیا مقصد ہے، یہ تو میں نہیں جانتی۔ لیکن جہاں تک میرے گیان کا تعلق ہے۔ وہ آسیب حجاب کے حسن کا اسیر ہو گیا ہے۔'' بختاور بی بی کی بات سن کے صباحت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بختاور بی بی نے اسے حوصلہ دیا۔ ''آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سب سنبھال لوں گی۔ بس مجھے یہ پتہ لگانا ہے کہ وہ آسیب جنات کے کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے، وہ کس قدر طاقتور ہے۔ یہ سب جاننے کے بعد ہی میں کچھ کر سکوں گی۔ آپ ایک بات کا دھیان رکھنا حجاب کو ان باتوں کا علم نہ ہو۔'' یہ کہہ کر بختاور بی بی نے فون بند کر دیا۔

صباحت اپنا پسینے سے بھرا چہرہ صاف کرتے ہوئے کچن میں چلی گئی۔

اسے عجیب سی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ جیسے کسی نے اس کا دل بھینچ کے رکھ دیا ہو۔

اس نے کچن کا کام بمشکل ختم کیا۔

دوپہر کو کھانے کے بعد جب ثانیہ، حجاب اور تحریم اپنے کمروں میں چلی گئیں تو صباحت نے احسان الحق سے بختاور بی بی سے ہونے والی گفتگو کا ذکر کیا۔

احسان الحق صباحت پر برس پڑے۔ ''میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ ان عاملوں کے چکر میں مت پڑو۔ بے شک بختاور بی بی کی قابلیت کا اعتراف ہے مجھے۔ لیکن یہ لوگ، لوگوں کو اس طرح کے چکروں میں ڈال کر خوامخواہ پریشان کرتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ اس طرح کے کیس ہوتے ہیں لوگ تنگ آکر عاملوں کے پاس جاتے ہیں لیکن ہمیں تو کوئی تنگ نہیں کرتا۔ میری بیٹی حجاب بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے دوبارہ بختاور بی بی سے ملنے کی۔''

احسان الحق کو غصے میں دیکھ کر صباحت خاموش ہو گئی لیکن احسان الحق سے بات کر کے اس کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو گیا تھا۔

رات کو اس نے مناسب موقع دیکھ کر احسان الحق سے بات کی۔

''آپ کی بات اپنی جگہ درست ہے لیکن ایک ماں ہوں، ماں کا دل بچوں کے معاملوں میں دھڑکتا ہے، بچوں کا دل گھبرائے تو ماں کا دل بیٹھ جاتا ہے۔ اگر آپ مجھے حجاب کے علاج سے روکیں گے تو میری پریشانی بڑھ جائے گی۔ میں حجاب کے ساتھ زیادہ وقت گزارتی ہوں۔ مجھے بختاور بی بی کی باتوں میں سچائی نظر آ رہی ہے۔''

''لیکن میری بیٹی کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ اگر میں نے کوئی ایسی بات محسوس کی تو پھر میں تمہاری ایک نہیں سنوں گا۔'' ''آپ بے فکر رہیں۔ بختاور بی بی ایسی عاملہ نہیں ہیں جو اس طرح کے ہتھکنڈے استعمال کریں۔ ان کے علاج کا طریقہ علیحدہ ہے۔ بس آپ ہم پر شک نہ کریں۔'' صباحت نے احسان الحق کو قائل کر لیا۔

اس نے حجاب کی ہر حرکت پر نظر رکھنا شروع کر دی۔

اگلے روز صباحت نے بختاور بی بی کو فون کیا تو فون فاطمہ نے اٹھایا۔ فون پر فاطمہ نے بتایا کہ بختاور بی بی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور وہ ہسپتال میں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔

خبر سنتے ہی صباحت ہسپتال پہنچی تو بختاور بی بی اپنے آخری سفر پر روانہ ہو چکی تھیں۔

اس حادثے کے بعد صباحت ٹوٹ کے رہ گئی مگر احسان الحق کی باتوں سے اسے تسلی ملی۔ ''ہم خدا کی مرضی کے آگے کیا کہہ سکتے ہیں۔ بختاور بی بی کیا، سانسوں کے منصوبے بنانے والے لوگ ایک ساعت میں لقمہ اجل ہو جاتے ہیں۔ بختاور بی بی کے نصیب میں بس اتنا ہی وقت تھا۔ رہی بات ہماری حجاب کی تو تم سن لو، کل بھی اس کا جواز نہیں تھا کہ حجاب کا کچھ علاج کروایا جائے اور آئندہ بھی تم نے اس معاملے کو لے کر کسی پیر یا سائیں کے پاس نہیں جانا۔ ہماری حجاب پر کوئی سایہ نہیں ہے اگر تمہیں وہم ہے تو میں خود فجر کی نماز کے بعد قرآن پاک کی سورۃ بقرہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے وہ پانی گھر کے کونوں پر چھڑک دیا کروں گا۔''

بختاور بی بی کی وفات کے بعد صباحت کے گھر میں ہونے والے پراسرار واقعات یکدم سے ختم ہو گئے۔ حجاب کو وہ ڈراؤنا خواب بھی آنا بند ہو گیا اور وہ خوبصورت نوجوان جس سے حجاب روزانہ ملاقات ہوتی تھی، جیسے اس سے روٹھ گیا۔ وہ کبھی بھی نہیں آیا۔

صباحت بھی خوش اور مطمئن رہنے لگی۔ اب اس کا سارا دھیان اسی طرف تھا کہ نیا گھر کیسے ڈیکوریٹ کرنا ہے۔

نئے گھر میں شفٹ ہونے میں اب دس دن رہ گئے تھے۔ ان دس دنوں میں حجاب، ثانیہ اور تحریم نے مل کر صباحت کے ساتھ نئے گھر کے لیے بہت ساری شاپنگ کی۔

احسان الحق کی بھی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ اس کے اپنے گھر کا خواب جو وہ کتنے سالوں سے دیکھ رہا تھا پورا ہونے جا رہا تھا۔ شفٹ ہونے سے دو دن پہلے احسان الحق نے پورے گھر میں نت نئے ڈیزائنز کے پردے لگوائے۔ دوسری بھی کئی چیزوں میں اس نے ضرورت کے حساب سے تبدیلیاں کیں۔ اس روز احسان الحق کے جسم کا رواں رواں خوشی میں چور تھا۔ آنکھوں میں زندہ دلی کے ستارے جگمگا اٹھے تھے۔ آج وہ اپنی فیملی کے ساتھ نئے گھر میں شفٹ ہو گئے تھے۔

گھر میں فرنیچر کی سیٹنگ اس نے ایک روز پہلے ہی کروا دی تھی۔

صباحت احسان الحق کے پاس آئی تو وہ پھولوں سے بھری کیاری کے قریب کھڑے تھے۔ صباحت نے اس کے شانے پر ہلکی سی چپت لگائی ''آپ کن خیالوں میں گم ہیں۔''

احسان الحق نے مسکراتے ہوئے صباحت کی طرف دیکھا۔ ''آج میں بہت خوش ہوں، لگتا ہے وقت دس سال پیچھے چلا گیا ہے۔ اپنے ارمان پورے ہونے کے بعد من میں زندگی جاگ اٹھی ہے۔'' اسی دوران میں ثانیہ، حجاب اور تحریم دوڑتی ہوئی باپ کے بازوؤں سے لپٹ گئیں۔

''ابو ہمارا گھر بہت خوبصورت ہے۔''

احسان الحق نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بازوؤں کے ہالے میں لے لیا۔ ''یہ گھر ہمیشہ محبت کی چاندنی سے روشن رہے گا۔''

پھر احسان الحق نے آسمان کی طرف دیکھا ''اے میرے رب اس گھر کی خوشیوں کو ہمیشہ قائم رکھنا۔ میری بیٹیوں کے چہروں کی مسکراہٹ میرے جینے کا سکون ہے۔ میری بیٹیاں ہمیشہ یونہی مسکراتی رہیں۔''

نیا گھر پرانے گھر کی نسبت کافی بڑا تھا۔ جدید تعمیراتی انداز کی تمام سہولتیں موجود تھیں۔ یہ گھر پرانے انداز کا بنا ہوا تھا لیکن انتہائی خوبصورت کشادہ اور ہوادار تھا۔ گھر میں پانچ کمرے تھے۔ جن میں ایک مہمان خانہ تھا۔

گھر کا سب سے خوبصورت حصہ طرح طرح کے پودوں سے بھرا لان تھا، جو گیراج کے ساتھ ہی تھا۔ مہمان خانہ اس لان کے ساتھ ہی تھا۔

حجاب کو پودوں کا سب سے زیادہ شوق تھا۔ اس نے احسان الحق سے کہہ کر پودوں کے اوپر سبز کپڑے کی چھت سی لگوا دی۔ تینوں بہنوں کو الگ الگ کمرے مل گئے۔ غروب آفتاب کا وقت تھا ہر سو سرمئی اندھیرا پھیل رہا تھا۔ سورج کی نارنجی کرنیں مدھم ہو رہی تھیں۔ حجاب لان میں رسالہ لیے بیٹھی تھی۔ مغرب کی اذان کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے جلدی سے دوپٹہ سر پہ لے لیا۔

''حجاب! کہاں ہو بیٹا۔۔۔'' صباحت اسے ڈھونڈتی ہوئی لان میں آگئی۔

حجاب نے مسکراتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔ صباحت گھاس پر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ ''اس طرح اکیلی مت بیٹھا کرو، وقت بھی دیکھو کیا ہے۔''

حجاب نے ایک لمبی سانس کھینچی ''امی سارے وقت خدا کے ہوتے ہیں۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوتا۔''

''بیٹا کبھی کبھی بڑوں کی بات مان لینے میں ہی بھلائی ہوتی ہے۔''

''آپ کا حکم تو سر آنکھوں پر، مجھے یہاں اس تنہائی میں بیٹھنا اچھا لگتا ہے۔ ایک عجیب سا احساس ہے۔۔۔۔ مجھے وہ احساس لفظوں میں بیان کرنا مشکل لگتا ہے۔''

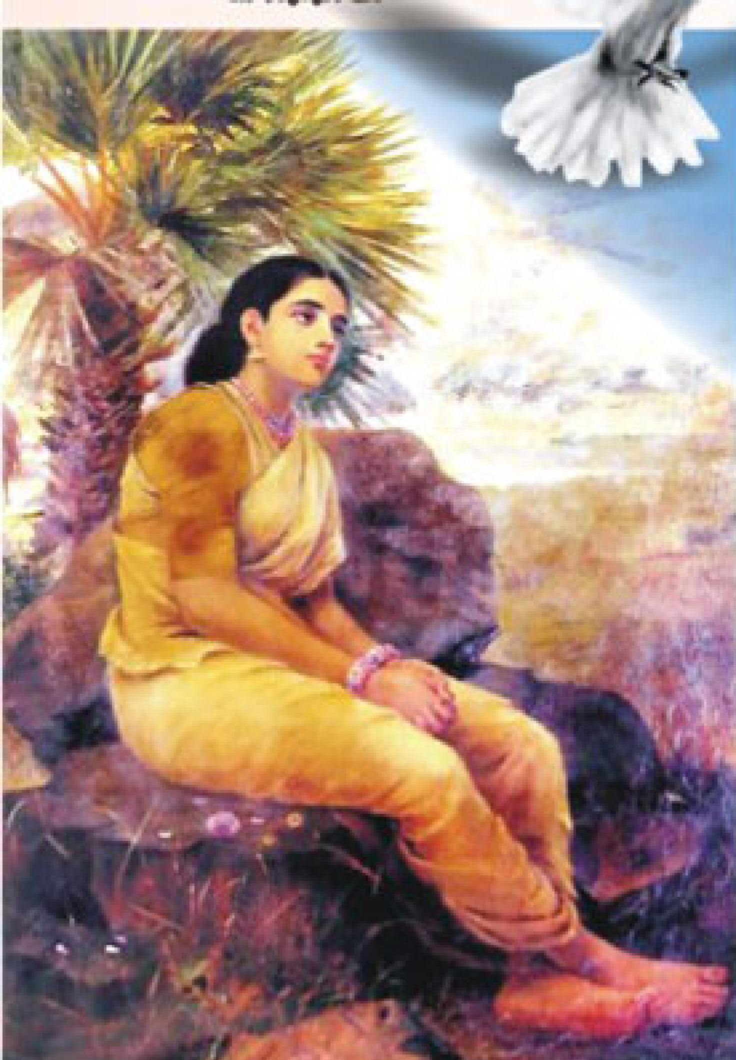
''کیا احساس؟'' صباحت نے پوچھا ''میں جب بھی تنہا ہوتی ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے کوئی میرے ساتھ ہے، میرے بہت قریب۔۔۔۔ لیکن جب یہ بات سوچتی ہوں تو اکثر کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب بھی ہم تنہا ہوتے ہیں تو اپنے قریب کسی کے ہونے کا احساس ہماری اپنی ذات کا کوئی روپ ہوتا ہے۔ جو ہم سے کلام کرنا چاہتا ہے۔ میرا اپنے قریب کسی کو محسوس کرنا میرا وہم ہی ہوگا۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا۔''

حجاب کی بات سن کے صباحت کہیں کھو گئی۔ حجاب کے دوبارہ بلانے پر وہ چونکتی ہوئی بولی۔ ''ہاں۔۔۔۔ تمہارا وہم ہوگا۔ اپنی دونوں بہنوں کے ساتھ وقت گزارا کرو مجھے تمہاری فکر ہوتی ہے۔'' ''آپ میری فکر نہ کیا کریں'' حجاب نے صباحت کی گود میں سر رکھ لیا۔ صباحت حجاب کے بال سہلانے لگی۔

☆☆☆

''بیگم آؤ باہر جا کے تھوڑی چہل قدمی کر لیں۔'' رات کے کھانے کے بعد احسان الحق نے صباحت سے کہا۔





اس سے پہلے کہ صباحت کوئی جواب دیتی، تینوں بیٹیاں دوڑتی ہوئی احسان الحق کے پاس آ گئیں ''ابو ہم چلتے ہیں آپ کے ساتھ واک کے لیے۔'' ''ٹھیک ہے'' صباحت نے کہا ''آپ لوگ باہر جائیں، میں کچن کی چیزیں سمیٹ کے آتی ہوں۔'' احسان الحق اپنی بیٹیوں کے ساتھ باہر چہل قدمی کے لیے چلے گئے۔ خنکی بھری ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ سڑک پر دور دور تک ان چاروں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ اردگرد کی کوٹھیوں کے مکین گھروں کے اندر تھے۔ ''ابو ہم اس ہفتے گھر کی خوشی میں عزیز و اقارب کو پارٹی دیں گے۔ بہت مزا آئے گا۔'' ثانیہ نے جھٹ سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

حجاب اسے گھورتی رہ گئی۔

احسان الحق نے مسکراتے ہوئے ثانیہ کے کندھے پر ہلکی سی چپت رسید کی ''کیوں نہیں! ہم نئے گھر کی خوشی میں اچھا سا فنکشن کریں گے۔ سب رشتے داروں کو بلائیں گے۔ مگر تھوڑا سا کام جو میں کروانا چاہتا ہوں، وہ کروا لوں۔ چند لائٹس تبدیل کروانی ہیں اور دروازوں کا رنگ بھی تبدیل کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد انشاءاللہ فنکشن کریں گے۔ تم تینوں ابھی سے کپڑے سلوانا شروع کردو۔'' ''کون سے کپڑوں کی بات ہو رہی ہے۔'' صباحت تیز تیز قدم چلتی ہوئی ان کے ہم قدم ہو گئی۔

''بھئی ہم نئے گھر کی خوشی میں فنکشن کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔''

احسان الحق نے کہا تو صباحت نے ہوا میں ہاتھ لہرا دیا۔ ''کوئی ضرورت نہیں ہے، اس فضول خرچی کی۔ بس قرآن پاک کا ختم دلوا دیں گے۔ کھانا میں گھر میں پکا لوں گی۔''

تحریم منہ بسور کے بولی۔ ''لو جی سارا پروگرام چوپٹ۔''

''کوئی پروگرام چوپٹ نہیں ہوگا۔ اس بار آپ کی امی کی کوئی کنجوسی نہیں چلے گی جیسا میری بیٹیاں چاہیں گی، ویسا ہی ہوگا۔'' صباحت بھی مسکرا دی۔

''ٹھیک ہے اگر سب کی یہی مرضی ہے تو میں منع نہیں کروں گی لیکن پھر بھی کہوں گی کہ سادگی اچھی چیز ہے۔'' اس بار احسان الحق بیگم کے قریب آگئے۔ ''آپ کی انہی باتوں کی وجہ سے آج ہم اپنا گھر بنانے کے قابل ہوئے ہیں۔''

صباحت نے آسمان کی طرف دیکھا ''یہ سب اس پروردگار کا کرم ہے۔ خدا ہماری ان خوشیوں کو قائم رکھے۔''

صباحت حجاب کے دھلے ہوئے کپڑے اس کی وارڈروب میں رکھنے کے لیے اس کے کمرے میں آئی۔ حجاب اپنا جیولری بکس لے کر بیٹھی ہوئی تھی۔

صباحت اس کے کپڑے الماری میں رکھنے لگی۔

''حجاب اتنی بڑی ہو گئی ہو۔ اپنے کپڑے خود تہہ کر کے الماری میں رکھا کرو۔''

حجاب کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا وہ پاگلوں کی طرح جیولری بکس میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

صباحت نے اسے اس طرح پریشان دیکھا تو پوچھ بیٹھی۔ ''کیا ڈھونڈ رہی ہو۔''

حجاب نے ہونٹوں کو سکیڑتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا ''میری انگوٹھی نہیں مل رہی، اس میں نیلم جڑا ہوا تھا۔''

صباحت نے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے دوسری طرف منہ کر لیا۔ وہ من ہی من میں سوچنے لگی۔ ''وہ انگوٹھی تمہیں کیسے ملے گی وہ تو میں نے بی بی بختاور کو دے دی تھی۔''

اچانک حجاب کی خوشی سے چہکتی آواز صباحت کے کانوں سے ٹکرائی۔ ''مل گئی میری انگوٹھی۔ یہ تو میرے پاؤں کے پاس پڑی تھی، شاید جیولری بکس سے گر گئی ہو۔'' صباحت کے پورے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 4

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

"یہ کوٹھی۔۔۔۔ یہ کوٹھی تو بختاور بی بی کے پاس تھی۔ ان کی وفات کے بعد تو میں ان کی کوٹھی کی اور نہ ہی کوئی اور ان کی کوٹھی سے آیا۔ کہیں وہ آسیب اس گھر میں بھی۔۔۔۔"

اچانک ثانیہ کی آواز پر صباحت خیال سے چونک گئی۔۔۔ شام کے وقت مطالعہ کیلئے تینوں بہنیں لان میں بیٹھ گئیں۔

حجاب تیرھویں جماعت میں تھی۔ اس لئے وہ ثانیہ اور تحریم کو خود ہی پڑھا لیتی تھی۔ ثانیہ گیارھویں جماعت میں تھی اور تحریم نویں جماعت کی طالبہ تھی۔ تینوں نے ہی آرٹس کے مضامین کا انتخاب کیا تھا۔ ان کا سائنس سبجیکٹ کی طرف رجحان نہیں تھا اس لئے حجاب کو انہیں پڑھانے میں دقت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ثانیہ کو نہ جانے اچانک سے کیا خیال آیا وہ خالی سطر پر پنسل گھماتے ہوئے حسرت سے بولی "کاش! ہمارا بھی کوئی بھائی ہوتا۔ ابا جان کس قدر پُر امید ہوتے۔ اگر ہم تینوں میں سے کوئی ایک بیٹی کے بجائے بیٹا ہوتا۔"

"ابھی بھی تو ابا جان پُر امید ہیں۔" حجاب نے ثانیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ثانیہ انتہائی سنجیدہ ہو گئی۔ "ان کی ذات میں ایک عجیب سا خلا ہے۔"

حجاب نے کتاب بند کر دی اور ثانیہ کا ہاتھ تھام کر بولی "میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ زندگی میں کسی بھی چیز کی اس وقت تک محرومی نہیں ہوتی جب تک ہم اسے محرومی نہ سمجھیں۔ وقت آنے پر ہم بیٹیاں ہی اپنے ابا جان کی ذمہ داریاں بانٹ سکتی ہیں۔"

صباحت جو گل بہی کے پودے کے قریب کھڑی بیٹیوں کی باتیں سن رہی تھی، مسکراتے ہوئے حجاب کے پاس بیٹھ گئی۔ "حجاب تو میرا بیٹا ہے۔"

حجاب نے ماں کے گلے میں بانہیں حائل کر دیں۔ صباحت حجاب کے بال سہلانے لگی۔ "جس کی اتنی سمجھدار بیٹی ہو اسے حالات کے اشارے سمجھانے کا کیا کام ہے۔ بس اپنے والدین کی ایک خواہش تم تینوں بیٹیوں نے پوری کرنی ہے۔"

"کون سی خواہش؟" ثانیہ اور تحریم بھی ماں کے قریب ہو کے بیٹھ گئیں۔

صباحت نے انتہائی پیار سے بیٹیوں کی طرف دیکھا "دل لگا کر پڑھنا ہے۔ مجھے اور ابا جان کو اپنے پیروں پر کھڑا ہو کے دکھانا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی بیٹیوں کو کامیاب کرنے کے بعد جائیں۔"

صباحت صبح اٹھی۔ اس نے حسب معمول ناشتہ تیار کیا، بیٹیوں کو جگایا۔ اس نے احسان الحق کو دو تین مرتبہ جگایا لیکن وہ جیسے جاگنے پر آمادہ نہیں تھا۔ صباحت سارے کام کر کے احسان الحق کے پاس بیٹھ گئی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

احسان الحق نے صباحت کی طرف کروٹ لے لی۔ "سینے پر بوجھ سا ہے۔"

"آپ آرام کریں۔ میں ملازم سے فون پر کہہ دیتی ہوں کہ وہ دکان کھول لے۔" صباحت اٹھنے لگی تو احسان الحق نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "کیا کر رہی ہو بیگم۔ یہ تو معمولی سا مسئلہ ہے۔ رات کو کھانے کے بعد واک کیے بغیر سو گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ میں دکان پر جاؤں گا۔ تم ایسا کرو کہ چائے کے ساتھ بسکٹ لے آؤ میں فریش ہو جاتا ہوں۔"

صباحت نے خفگی سے منہ پھیر لیا۔ "پہلے کب میری بات مانی ہے جو اب مانیں گے۔"

"بیگم آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔۔ لیکن یہ کاروباری معاملے آپ کہاں سمجھ سکتی ہیں ویسے بھی طبیعت خراب ہوئی تو دکان بند کر کے گھر چلے آئیں گے۔" احسان الحق نے بیگم کو منا لیا۔

احسان الحق کے دکان پر جانے کے بعد صباحت گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گئی۔ بیٹیوں کے آنے سے پہلے اس نے دوپہر کا کھانا تیار کر دیا۔ احسان الحق بھی دوپہر کا کھانا گھر کھاتا تھا۔ بیٹیاں آئیں تو فریش ہو کے ماں کے ساتھ کچن میں مدد کرنے لگیں۔

صباحت نے دکان پر فون کیا۔ لیکن کسی نے بھی فون نہیں اٹھایا۔

تحریم صباحت کے پاس آئی۔ "اماں! ابا جان کب آئیں گے، مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔"

"بس میری بیٹی، آنے ہی والے ہیں۔ پھر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ دکان پر فون کوئی نہیں اٹھا رہا۔" صباحت نے کہا۔

تحریم ماں کے پاس بیٹھ گئی "رش ہو گا دکان پر۔ آپ کچھ دیر بعد فون کرنا شاید اٹھا لیں۔"

صباحت نے کچھ دیر کے بعد تین چار مرتبہ فون کیا لیکن کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ وہ موبائل پر بھی کوشش کرتی رہی لیکن موبائل بھی آف تھا۔

حجاب اور ثانیہ بھی صباحت کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ صباحت نے حجاب سے کہا "تم بہنوں کو کھانا کھلا دو۔ لگتا ہے کہ تمہارے ابا جان زیادہ مصروف ہیں۔"

"نہیں اماں! ابھی بھوک نہیں ہے۔ ہم ابا جان کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔" حجاب نے کہا۔

صباحت نے تحریم کی طرف دیکھا۔ "تحریم کو بھوک لگی ہے اسے کھانا ڈال دو۔"

تحریم نے حجاب اور ثانیہ کی طرف دیکھا "اگر یہ دونوں کھانا نہیں کھا رہیں تو پھر مجھے بھی بھوک نہیں ہے۔" تحریم نے سر جھٹک دیا۔

"اگر کچھ دیر تک رابطہ نہ ہوا تو میں خود جاؤں گی۔" یہ کہہ کر صباحت ٹیلی فون کے پاس سے اٹھنے لگی تو ٹیلی فون کی بیل ہوئی۔ اس نے فون اٹھایا تو کسی کے پہلے فقرے نے ہی اس کی دنیا اجاڑ دی۔ ایک ہی ساعت میں وہ بے سہارا ہو گئی۔

"احسان الحق صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔" اس فقرے کے بعد باقی بات وہ سن نہ سکی۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی اور رسیور ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ حجاب نے جلدی سے رسیور اٹھایا تو کوئی کہہ رہا تھا "ہم تھوڑی دیر میں ایمبولینس میں میت گھر لا رہے ہیں۔" جس کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

حجاب کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے ماں کی طرف دیکھا جو ایک کونے میں بیٹھی بلک کے رو رہی تھی۔

حجاب صباحت کے پاس بیٹھ گئی۔ "اماں! ٹیلی فون پر وہ شخص کس کی بات کر رہا ہے؟ کس کی میت وہ گھر لا رہے ہیں؟"

حجاب کے سوال پر صباحت اور بھی اونچا رونے لگی۔ اس کی ٹھوڑی اور ہونٹ اس طرح کانپ رہے تھے کہ وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ اتنی دیر میں ایمبولینس کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔ تینوں بیٹیاں گیٹ کی طرف دوڑیں۔ کچھ لوگوں نے ایمبولینس سے میت نکالی اور لان میں رکھ دی۔ لاش کے اوپر سے پاؤں تک سفید کپڑا تھا۔ صباحت بھی دوڑتی ہوئی چار پائی کے پاس آ گئی۔

احسان الحق کے کچھ قریبی دوست متاسفانہ انداز میں سر جھکائے چارپائی کے قریب کھڑے تھے۔ حجاب ان کے قریب آئی۔ "انکل! یہ کس کی لاش ہے؟"

اس شخص نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے حجاب کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر لاش کے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا۔

ماں بیٹیوں کی دردناک چیخوں سے بھری فضا میں گونج اٹھیں۔ احسان الحق نے گھر کی خوشی میں رشتے داروں کو بلانا ترک کیا ہوا تھا۔ اس کی برادری اکٹھی بھی ہوئی تو کس موقع پر۔ سب رشتے دار فرضی رسومات ادا کر کے چلتے بنے۔ اس مطلب پرست دنیا میں صباحت اور اس کی بیٹیاں تنہا رہ گئیں۔ بہت عرصہ ماں بیٹیاں غموں کے اندھیروں میں ڈوبی رہیں مگر جن زخموں کو دلاسوں کا مرہم نہ ملے ایسے زخموں کو وقت ہی بھرتا ہے۔ انہیں بھی تنہا جینے کا ڈھنگ آ گیا۔ ان کی آنکھوں میں چمکتے خواب ناامیدی کی بند گلی میں دم توڑ گئے۔

حجاب نے گریجوایشن کے بعد ایک سرکاری سکول میں ٹیچر کی ملازمت کر لی۔ احسان الحق کا جنرل سٹور ایک سیل مین چلا رہا تھا جس سے صباحت باقاعدہ حساب لے لیتی تھی۔

دکان کی آمدنی بہت کم رہ گئی تھی۔ دکان کا سیل مین اپنی جیب گرم کرنے کے چکر میں لگا رہتا اور صباحت کو یہی کہتا کہ "دکان گھاٹے میں جا رہی ہے۔"

صباحت نے دو سالوں میں دس سال کی مسافت طے کر لی تھی۔ وہ بہت جلدی بوڑھی ہو گئی تھی۔

حجاب گھر آئی تو وہ کافی خوش تھی۔ آج یکم تھی۔ اسے سکول سے تنخواہ ملی تھی۔ ہر یکم کو اس کا چہرہ ایسے ہی کھل اٹھتا اور جب بیٹھ کے گھر کے اخراجات کی پرچی بناتی تو اس کا چہرہ اتر جاتا، آنکھیں ویران ہو جاتیں۔ وہ کھوئی کھوئی گھر کے کبھی کسی کونے میں اور کبھی کسی کونے میں بیٹھی رہتی۔

ثانیہ اور تحریم کالج سے کافی دیر پہلے کی آئی ہوئی تھیں۔

"حجاب آپی! ہم تمہارا کب سے انتظار کر رہے ہیں۔ اتنی زوروں کی بھوک لگی ہوئی ہے۔ آج آپ اتنی دیر سے کیوں آئی ہو؟" تحریم نے چہرے پر جھنجھلاہٹ لاتے ہوئے کہا۔

حجاب بھی فریش ہو کے کھانے کے ٹیبل کے پاس بیٹھ گئی۔ "آئندہ تم میرا انتظار مت کرنا کھانا کھا لیا کرنا۔ میں نے چار ٹیوشنز لی ہیں جو میں اوور ٹائم میں سکول میں ہی پڑھایا کروں گی۔" پھر اس نے صباحت کی طرف دیکھا جو بیٹیوں کو کھانا سرو کر رہی تھی۔ "اماں! کل سے میں لنچ ساتھ لے جایا کروں گی۔"

تحریم نے بے دلی سے لقمہ منہ میں ڈالا۔ "ہاں لے جایا کرو۔ یہ دال کا سوپ، سکول والوں کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ہم گھر میں کیا کھاتے ہیں۔"

حجاب نے غصے سے تحریم کی طرف دیکھا "ہمیں لوگوں سے کیا لینا، شکر کرو کہ بھوکے نہیں سوتے۔"

تحریم نے کھانا چھوڑ دیا۔ "کھانے سے زیادہ میں روز روز کے ان لیکچروں سے تنگ آ گئی ہوں۔"

حجاب نے صباحت کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ایسی ہی خاموشی نظر آ رہی تھی جیسی خوفناک طوفان کے بعد سائیں سائیں کرتی ہوئی بربادی کی داستان سناتی ہے۔

حجاب اپنے ہونٹوں کو بھینچتی ہوئی نہ جانے کتنی باتیں من میں دبائے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ صباحت حجاب کے پیچھے پیچھے اس کے کمرے میں آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں حجاب کیلئے کھانا تھا۔

وہ حجاب کے پاس بیٹھی تو حجاب نے اپنی آنسوؤں سے بھری آنکھیں چھپانے کیلئے دوسری طرف منہ کر لیا۔ صباحت نے حجاب کا چہرہ اپنی طرف موڑ لیا۔ "کھانا کھاؤ میری بچی! تمہاری ماں کے پاس اپنی بیٹیوں کے علاوہ اور کون سی خوشیاں ہیں، اگر تم اس طرح آنسو بہاؤ گی تو تمہاری ماں کیسے جیے گی؟ تحریم کی باتوں کو دل پر مت لیا کرو۔ حالات نے اسے چڑچڑا سا کر دیا ہے۔ اپنی خواہشات مارتے مارتے انسان خود بھی جینا ہی بھول جاتا ہے، اور تم ہم سب کے دکھوں میں یہ کیوں بھول گئی ہو کہ تم نے بھی اپنی ایک دنیا بسانی ہے۔ تمہاری شادی کی عمر ہے۔"

صباحت حجاب سے بہت کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن حجاب نے اسے آگے کچھ اور کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ "اماں! آپ میری شادی کے متعلق نہ سوچیں۔ جب تک تحریم اور ثانیہ کی تعلیم مکمل نہیں ہو جاتی، میں اپنے بارے میں نہیں سوچ سکتی۔ میری دنیا تو میرے یہ رشتے ہیں۔ مجھے یہ رشتے چھوڑ کر کوئی دنیا نہیں بسانی۔"

یہ کہہ کر حجاب اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

صباحت نے حجاب کے بجھے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا "یہ جو کچھ تم کہہ رہی ہو اتنا سہل نہیں ہے۔۔۔" ثانیہ کمرے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں لیٹر تھا۔ وہ لیٹر صباحت کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی "یہ لیٹر ہے آپ کے نام" صباحت نے ثانیہ کے ہاتھ سے لیٹر لیا۔ لیٹر صباحت کے نام پر ہی تھا۔ صباحت نے لیٹر کھولا تو اس میں رقعہ تھا جس کے ساتھ ایک بند لفافہ تھا۔ صباحت لیٹر پڑھنے لگی تو حجاب نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کے "آپ بھی میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ یہ لیٹر بعد میں پڑھ لیجئے گا۔"

حجاب نے صباحت کے ہاتھ سے لیٹر اور لفافہ لے کر میز پر رکھ دیا۔ صباحت حجاب کے ساتھ چلی گئی۔

کھانے کے بعد جب سب اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے چلے گئے تو صباحت نے وہ لیٹر پڑھنے کے لیے اٹھایا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں اکیلی تھی۔ لیٹر دینو بابا کا تھا جو بی بی بختاور کا پرانا وفادار ملازم تھا۔

صباحت نے لیٹر پڑھنا شروع کیا۔

"صباحت بیٹی! میری بیٹی بی بی بختاور کے کپڑوں کی الماری کی سیٹنگ کر رہی تھی تو اسے یہ لفافہ ملا جو آپ کے نام تھا۔ بی بی بختاور یہ لفافہ آپ تک پہنچانا چاہتی تھیں لیکن زندگی نے انہیں وقت نہیں دیا۔ اس لیے ان کا یہ کام میں کر رہا ہوں۔" صباحت نے لفافہ کھولا تو اس کی ساری توجہ اس لیٹر کی طرف ہو گئی۔

وہ لیٹر پڑھنے لگی تو حجاب اور اس کی دونوں بہنیں صباحت کو کھانے کے لیے لے گئیں۔ صباحت کھانے کے دوران اس لفافے کے بارے میں سوچتی رہی۔ اس نے جلدی جلدی کھانا کھایا اور وہ لفافہ پڑھنے کے لیے حجاب کے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے لفافہ اٹھایا اور حجاب کے کمرے کی کھڑکی کے قریب کھڑی ہو گئی۔ اس نے لفافہ کھولا تو اس میں چار سطریں لکھی ہوئی تھیں۔

"صباحت! میں نے بہت کوشش کی کہ میں اس عفریت سے حجاب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا دلا دوں لیکن وہ آسیب جس گروہ سے تعلق رکھتا ہے اس کی طاقت کے آگے بڑے سے بڑا علم بھی کمزور ہو جاتا ہے لیکن اپنی روحانی کرامات سے میں نے اس آسیب کو دو سال کے لیے قید کر دیا ہے۔ اگر زندگی رہی تو دو سال کے بعد پھر اس مسئلے کا حل نکالوں گی۔ لیکن زندگی کا کیا بھروسہ، تمہیں خبردار کرنا چاہتی ہوں کہ وہ آسیب دو سال کے بعد حجاب کی زندگی میں واپس آ جائے گا۔"

اللہ حافظ۔

صباحت کے کانپتے ہاتھوں سے رقعہ چھوٹ گیا۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو گیا۔ مارے گھبراہٹ کے وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ دو سال کا عرصہ تو پورا ہو گیا ہے۔ حجاب کمرے میں داخل ہوئی تو صباحت نے رقعہ کو اپنے پاؤں سے چھپا لیا۔

حجاب اس کے قریب آئی۔ "اماں! کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے، اس قدر پسینہ کیوں آ رہا ہے۔"

"کچھ نہیں بیٹا! بس مجھے ذرا پانی پلا دو۔" صباحت نے کہا۔

حجاب پانی لینے کے لیے دوسری طرف پلٹی تو صباحت نے جلدی سے رقعہ اپنی مٹھی میں کس لیا۔

حجاب پانی کا گلاس لائی، صباحت نے پانی پیا۔

"نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ میں جا کے نماز پڑھتی ہوں" یہ کہہ کر صباحت وہاں سے چلی گئی۔

حجاب بھی وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔ نماز کے بعد وہ کوئی اچھی سی کتاب لے کر بیٹھ گئی۔ ثانیہ اور تحریم بھی اس کے کمرے میں آ گئیں۔

تحریم کی یہ عادت تھی، پہلے ایسی بات کہہ دیتی، جس سے کسی کو اذیت ہوتی۔ بعد میں تحریم اپنی ہی کہی ہوئی بات پر پچھتاتی۔ اب بھی وہ خاموشی سے زخمی نظر سے حجاب کی طرف دیکھ رہی تھی جو اپنی کتاب پڑھنے میں مگن تھی۔

تحریم حجاب کے قریب ہو کے بیٹھ گئی۔ "آپی! سوری! مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ پتہ نہیں مجھے اچانک سے شدید غصہ آ جاتا ہے۔ کب تک ہم یہ مفلسی کی زندگی گزاریں گے۔"

حجاب نے کتاب بند کر دی اور تحریم کی آنکھوں میں جھانکا، جس میں بے پناہ سوال تھے۔ "شاید ہم نے اچھے وقتوں میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کیا ہو گا لیکن انسان تو وہ ہے جو ہر حالات میں حوصلے سے کام لے۔ تم اس پر مطمئن نہیں ہو کہ ہمارے پاس اتنا ہے کہ ہمیں کسی سے آگے ہاتھ نہیں پھیلانے پڑتے۔ اپنی ذات کے اعتماد کے لیے یہ بات کافی نہیں۔"

تحریم حجاب سے لپٹ گئی "کوشش کروں گی، آئندہ آپ کو اس طرح تنگ نہ کروں۔" پھر اس نے حجاب کے ہاتھوں میں تھامی ہوئی کتاب دیکھی "یہ تصوف والی کتابیں آپ کب سے پڑھنے لگی؟"

"یہ کتاب چھوڑو اور جاؤ اٹھ کے نماز پڑھو۔" حجاب نے اس کے کندھے پر ہلکی سی چپت لگائی۔

حجاب فجر کی نماز کے لیے اٹھی تو اس نے دیکھا کہ صباحت کے ہاتھ میں پانی کا گلاس ہے اور وہ گھر کے کونوں میں پانی چھڑک رہی ہے۔ حجاب صباحت کے قریب گئی تو وہ بڑبڑا رہی تھی "۔۔۔ کر۔۔۔ کون۔۔۔"

"اماں! کیا بات ہے، اس قدر گھبرائی ہوئی کیوں ہیں اور یہ پانی۔۔۔"

صباحت نے حجاب کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سیاہ حلقے بتا رہے تھے کہ وہ رات بھر سوئی نہیں۔ اس نے حجاب سے نظریں چراتے ہوئے پانی کا گلاس میز پر رکھ دیا۔ "یہ دم کیا ہوا پانی ہے۔ گھر کے کونوں میں چھڑک رہی ہوں تاکہ برکت ہو۔"

"جیسی آپ کی مرضی! لیکن مجھے آپ کی صحت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آج میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی۔" حجاب نے ماں کے شانے پر سر رکھ لیا۔

صباحت نے حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "مجھے کچھ نہیں ہوا بس ذرا سی بے چینی ہے۔ میری اس بیماری کا حل دواؤں میں نہیں، دعا میں ہے۔ میں کسی بزرگ کے آستانے پر جانا چاہتی ہوں۔"

حجاب نے مسکراتے ہوئے کہا "بس اتنی سی بات، ہم کل ہی کسی بزرگ کی زیارت کے لئے جائیں گے۔" یہ کہہ کے حجاب نماز کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

حجاب تو اپنے کمرے میں چلی گئی لیکن صباحت کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ کسی بزرگ کے مزار پر جانے کی بات پر اسے اپنے مرحوم شوہر کی بات یاد آ گئی۔ جو کہتے تھے کہ جب تک ہمیں کوئی ماورائی مخلوق تنگ نہیں کرتی، ہماری بیٹی حجاب ٹھیک ہے تو کوئی ضرورت نہیں ہے ان پیروں کے چکروں میں پڑنے کی۔

احسان الحق کی بات کی یاد دہانی سے صباحت نے اپنے اوہام کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے خوف کو ختم کر لیا اور خداوند کریم کے حضور سربسجود ہو گئی "میرے پروردگار! میں کمزور اور ناداں ہوں، مجھے درست راستے کی طرف رہنمائی فرما۔ بے شک آپ ہی ہماری حفاظت کرنے والے ہیں۔"

حسب معمول حجاب اور ثانیہ، تحریم ناشتے کے بعد کالج چلی گئیں، حجاب اپنے سکول چلی گئی۔ حجاب نے صباحت کی صحت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ملازمہ کا بندوبست کر دیا تھا۔ صباحت گھر کی چیزیں سمیٹنے لگی اتنی دیر میں ملازمہ بھی آ گئی۔

صباحت اپنے کام سے فارغ ہو کر ٹی وی لاؤنج میں صوفے پر براجمان ہو گئی۔ باہر بیل ہوئی تو صباحت نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔۔۔ "تم کون ہے۔۔۔"

"جی آپ صباحت صاحبہ ہیں۔۔۔" باہر کھڑے ہوئے وجیہہ نوجوان نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں! میں ہی صباحت ہوں۔۔۔ کیا کام ہے آپ کو۔۔۔"

"اندر آنے کو نہیں کہیں گی، مجھے آپ سے جو کام ہے وہ اس طرح نہیں بتایا جا سکتا۔۔۔" صباحت نے اسے سر تا پا دیکھا، وہ چھ فٹ کا خوبصورت جوان تھا اس نے سفید قمیض شلوار پہن رکھی تھی۔ بال گھنے اور سیاہ تھے، ناک تیکھی، آنکھیں بڑی اور شفاف، چہرے کی رنگت صاف اور معصومیت ایسی بلا کی کہ صباحت نے اسے مہمان خانے میں بٹھاتے ہوئے ایک بار بھی نہیں سوچا۔

دونوں مہمان خانے میں بیٹھے تو صباحت نے ملازمہ سے چائے لانے کو کہا۔ "آپ چائے کا تکلف نہ کریں۔" نوجوان نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں ہوتا بیٹا۔۔۔ اب بتاؤ کیا کام ہے۔" صباحت جلدی ہی اصل بات کی طرف آ گئی۔

"دراصل! میں آج کل بہت پریشان ہوں اور آپ ہی میری مدد کر سکتی ہیں۔"

"کیسی مدد! پہلے تم مجھے اپنا تعارف تو کراؤ میں تو تمہیں جانتی تک نہیں۔" صباحت نے بیگانی نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھا۔

"میرا نام اذہاد ہے۔ میں اس شہر کے قریبی گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ کسی کام کے سلسلے میں اس شہر میں رہنا چاہتا ہوں لیکن اس وقت جس پریشانی کی بات میں کر رہا ہوں۔ وہ رہنے کے لیے ٹھکانہ ہے۔ مجھے کوئی مناسب رہائش نہیں مل رہی۔ اسی معاملے کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔"

"میں کچھ سمجھی نہیں، اس معاملے میں میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔" صباحت نے چائے نوجوان کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔

نوجوان اپنی باتوں کی بے چارگی سے کافی نروس لگ رہا تھا، اپنے خشک ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے بولا۔ "و۔۔۔ و۔۔۔ وہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے گھر کا ایک کمرہ مجھے کرائے پر دے دیں۔"

صباحت غصے سے کھڑی ہو گئی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں کمرہ کرائے پر دینا چاہتی ہوں۔"

"آنٹی میں پریشان اور ضرورت مند ہوں اسی لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں آپ کو چار ہزار روپے ماہانہ دوں گا، صرف چند ماہ کی بات ہے۔ جونہی میرا کام ختم ہو گا، میں چلا جاؤں گا۔" اذہاد نے التجا بھرے لہجے میں کہا۔

صباحت نے ایک بار پھر اس پر گہری نظر ڈالی۔ "تم کسی ہوٹل میں بھی تو ٹھہر سکتے ہو۔"

"آنٹی مجھے ہوٹل میں رہنا پسند نہیں۔" صباحت اس کی بات سن کر دوبارہ بیٹھ گئی اور تحمل سے بولی "دیکھو بیٹا! اگر میں تمہاری مجبوری سمجھ بھی لوں تو میں اپنی مجبوری کا کیا کروں گی۔"

"آنٹی میں آپ کے بیٹے جیسا ہوں آپ مجھ سے کھل کے بات کر لیں۔" اذہاد کے لہجے کی اپنائیت نے صباحت کو مجبور کر دیا کہ وہ اس سے اپنے من میں چھپی بات کہہ سکے۔ "میں تین جوان بیٹیوں کی ماں ہوں۔ وہ بیٹیاں ہی میری مجبوریاں ہیں۔ میرا کوئی بیٹا نہیں، نہ ہی خاوند کا سایہ ہے۔ اگر میں تمہاری پریشانی سمجھ کے تمہیں کمرہ کرائے پر دے دوں تو لوگ کیا کہیں گے۔"

"آنٹی آپ مجھے ایک بات بتائیں، کیا ان لوگوں نے، جن کی باتوں سے آپ ڈر رہی ہیں، کبھی آپ کے دکھ بانٹے۔۔۔" اذہاد نے پوچھا تو صباحت کی آنکھیں بھر آئیں۔

"ان لوگوں نے ہمیشہ میرے غموں کا مذاق اڑایا ہے۔ سکھ کے ساتھی تو بہت ہوتے ہیں لیکن غموں کا ساتھی کوئی نہیں ہوتا۔"

"میں بھی تو کہنا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ آپ مجھے باہر والا کمرہ دے دیں جو گیٹ کے ساتھ ہے۔ آپ اپنی بیٹیوں سے مشورہ کر لیں۔ میں کل حاضر ہو جاؤں گا اور یہ میرا ایڈریس ہے۔ آپ چاہیں تو میرے گاؤں کسی کو بھیج کے میرے بارے میں پتا کر سکتی ہیں۔" صباحت نے اس کے ہاتھ سے کاغذ لے لیا۔

(جاری ہے)



www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر5

بچھو کا ورثہ

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی



ازہاد چلا گیا لیکن صباحت جس جگہ بیٹھی تھی، سوچ میں گم اسی جگہ بیٹھی رہی۔ وہ ایسے حالات سے گزر رہی تھی، جہاں اہل فیصلہ لینا مشکل تھا۔ ان کی ناؤ تو حالات کے منجھدار کے حوالے تھی۔ اس کی مجبوریاں اسے اصول توڑنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

بیٹیوں کے آنے پر صباحت نے ازہاد کا ذکر کیا۔ فائزہ اور تحریم تو فوراً تائل ہو گئیں "لوگ کیا کہیں گے"۔

حجاب خاموشی سے بیگز چیک کر رہی تھی، اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صباحت حجاب سے مخاطب ہوئی۔ "حجاب تم نے میری بات سنی ہے؟"

حجاب نے اپنا بیگ روک لیا۔ "اماں میں نے آپ کی بات سنی ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم کوئی ناجائز کام نہیں کر رہے تو ہمیں لوگوں کی فکر نہیں ہونی چاہیے۔ آپ ایسا کریں کہ اسے میرا کمرہ دے دیں۔ اس کا دروازہ لان میں کھلتا ہے۔ لان کے ساتھ ہی گیٹ ہے۔ کمرے کے اندر والی دروازے پر ہم تالا لگا دیں گے۔ میں کوئی دوسرا کمرہ لے لوں گی۔"

"لیکن بیٹی!" صباحت ہکلاتے ہوئے بولی۔

"آپ نے مجھ سے رائے مانگی تھی تو میں نے اپنی رائے دے دی۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔" یہ کہہ کر حجاب دوبارہ بیگز چیک کرنے لگ گئی۔ صباحت خاموشی سے کچھ سوچنے لگی پھر اس نے تحریم سے چائے بنانے کے لیے کہا۔

حجاب نے چائے پیتے ہوئے دوبارہ بات شروع کی۔ "دیکھنے میں کس طرح کا لگتا ہے"۔

"دیکھنے میں تو دل چاہتا ہے کہ آنکھیں بند کر کے اسے کمرہ دے دوں، شرافت اور سچائی تو اس کے چہرے سے جھلکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے جیسا آپ مناسب سمجھیں اگر وہ آپ کو ٹھیک لگتا ہے تو کمرہ دے دیں"۔

اگلے روز ازہاد آیا تو صباحت نے اسے کمرہ دینے کے لیے ہاں کہہ دی، وہ خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے اس آڑے وقت میں میری مدد کی۔ میں آج رات ہی اپنا سامان لے آؤں گا"۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب سے چار ہزار روپے نکالے اور صباحت کی طرف بڑھائے۔ "یہ کرایہ، ایک مہینے کا ایڈوانس"۔

"لیکن میں نے تو تم سے ایڈوانس نہیں مانگا"۔ صباحت نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ ازہاد نے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ میں پیسے دوبارہ رکھ دیے۔ "میں آپ کے لیے انجان ہوں، آپ کی جگہ کوئی بھی اور ہوتا تو وہ کرایہ ایڈوانس میں مانگتا۔ بہر حال میں خود اس فکر سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں"۔ صباحت نے روپے رکھ لیے۔ "جیسی تمہاری مرضی"۔

ازہاد کے جانے کے بعد صباحت نے ملازمہ کے ساتھ مل کر کمرہ خالی کروا دیا اور حجاب کا سامان دوسرے کمرے میں شفٹ کروا دیا۔ کام کے دوران صباحت ازہاد کے بارے میں سوچ رہی تھی "کس قدر تہذیب ہے اس لڑکے میں، والدین نے اچھی تربیت دی ہے۔ شاید خدا نے اس لڑکے کے ذریعے ہمارے لیے کوئی وسیلہ بنایا ہے"۔

صباحت نے خود کلامی کرتے ہوئے کرسی کا کور چڑھایا تو تو کرائی محبت سے ان کے قریب آ گئی۔

"آپ نے بلایا۔۔۔"۔

صباحت نے مسکراتے ہوئے ہاتھ ہوا میں جھٹک دیا۔ "تو جا اپنا کام کر۔۔۔" ملازمہ دوبارہ کام پر لگ گئی۔

شام کا وقت ہو چلا تھا۔ ہلکی سی روشنی کو سیاہ بادلوں نے اندھیرے میں بدل دیا۔ عصر کے وقت ہی یہ گمان ہونے لگا جیسے مغرب کا وقت بھی گزر چکا ہے۔

صباحت تار پر پھیلائے کپڑے سمیٹنے لگی۔ "حجاب، فائزہ موسم ٹھیک نہیں ہے، چار پائیاں شیڈ کے نیچے کھڑی کر دو۔" وہ کپڑے سمیٹتے ہوئے بولیں۔

فائزہ اور تحریم دوڑتی ہوئی آئیں اور گھاس پر بیٹھ گئیں۔ "ابھی بارش شروع ہوئی نہیں اور اماں کو فکر ہو گئی۔ اماں اب بارش ہو گی تو چارپائیاں شیڈ کے نیچے کھڑی کریں گے۔ ابھی تو ہمیں موسم سے لطف اندوز ہونے دیں۔"

"حجاب کدھر ہے" صباحت نے پوچھا "اس کی سہیلی شازیہ کا فون آیا ہے" فائزہ نے ٹکڑی کی پلیٹ گود میں رکھتے ہوئے کہا۔

صباحت کے کپڑے سمیٹتے ہوئے ہاتھ وہیں رک گئے۔ "وہی شازیہ جس کی شادی میں ہم پچھلے مہینے گئے تھے۔"

"ہاں وہی شازیہ"

صباحت نے لمبی آہ بھری "حجاب کی ساری سہیلیاں بیاہی گئیں، نہ جانے میری حجاب کے ہاتھوں میں مہندی کب لگے گی۔"

تحریم کو شرارت سوجھی "میں تو کہتی ہوں کہ حجاب آپی نہیں مانتی تو فائزہ کا بیاہ کرا دو۔ اس کیلئے بھی تو کوئی بد نصیب کہیں بیٹھا ہو گا"۔

اس سے پہلے کہ فائزہ کوئی چیز اٹھا کے تحریم کے سر پر مارتی، وہ چیخ چلاتی ہوئی اندر بھاگ گئی۔

تحریم حجاب کے پاس آئی تو وہ فون بند کر رہی تھی۔

"کیا کہہ رہی تھی شازیہ" تحریم نے پوچھا۔

حجاب نے مسکراتے ہوئے کہا "چودہ دن بعد میکے دوڑ آ رہی ہے۔"

"خاوند کے ساتھ آ رہی ہے۔"

"نہیں اکیلی آ رہی ہے۔" حجاب یہ کہہ کر کچن میں چلی گئی اور پکوڑوں کا سامان تیار کرنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں تیز بارش شروع ہو گئی۔

فائزہ اور تحریم بھی کچن میں آ گئی "تم سے آج تو چائے کے ساتھ گرما گرم پکوڑے کھائیں گے۔"

"پہلے میرے ساتھ مدد کرو، تمہیں جلدی تیار ہوں گے تمہارے پکوڑے" حجاب نے ڈش میں رکھے ہوئے آلو فائزہ کی طرف رکھتے ہوئے کہا۔

فائزہ اور تحریم پکوڑوں کا سامان لے کر باہر لان میں شیڈ کے نیچے بیٹھ گئیں۔ بارش بہت تیز تھی۔

گیٹ پر بیل ہوئی تو حجاب دوڑتی ہوئی گیٹ کی طرف گئی "لگتا ہے شازیہ آ گئی"۔

حجاب نے گیٹ کھولا تو سامنے کھڑا ہوا ازہاد اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا ہی رہ گیا۔

حجاب بُری طرح بھیگ چکی تھی اس کے لیے کھلے بالوں میں پانی کے قطرے ایسے چمک رہے تھے جیسے پھولوں کی ڈالیوں پر شبنمی قطرے۔ سرخ قمیص شلوار میں اس کا سراپا حسن مکمل اٹھا تھا۔

حجاب جھجکتے ہوئے اپنا دوپٹہ درست کرنے لگی۔

"آپ کون۔۔۔"

"میرا نام ازہاد ہے۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنے بارے میں کچھ اور بتاتا حجاب سمجھ گئی "اور اچھا! آپ ہی ہیں جنہوں نے کمرہ کرائے پر لیا ہے۔" "آئی ایم ابھی صباحت بھی آ گئی۔" "اندر آ جاؤ بیٹا بہت تیز بارش ہے۔"

ازہاد اندر آیا تو صباحت نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ "تم بہت بھیگ گئے ہو کمرے کے ساتھ ہی باتھ روم ہے تم کپڑے بدل لو میں چائے بھجواتی ہوں۔"

"جی بہتر۔۔۔" ازہاد کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد صباحت چائے اور پکوڑے لے کر آئی تو ازہاد کپڑے بدل کر زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔

اس کے سامان میں صرف ایک بیگ تھا۔

"بیٹا نیچے کیوں بیٹھے ہو اوپر صوفے پر بیٹھو۔" صباحت نے چائے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"آنٹی آپ اپنا فرنیچر کمرے سے اٹھا لیجیے گا میں دو روز تک فرنیچر خرید لوں گا۔"

ازہاد نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

صباحت کتل سے کپ میں چائے ڈالنے لگی۔ "بیٹا تمہیں فرنیچر خریدنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے یہ کمرہ تمہیں فرنیچر سمیت کرائے پر دیا ہے۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ" ازہاد صوفے پر بیٹھ گیا۔

"برتن فارغ ہو جائیں تو کمرے سے باہر رکھ دینا میں اٹھا لوں گی۔" یہ کہہ کے صباحت بیٹیوں کے پاس چلی گئی۔

صباحت نے ڈرائنگ روم میں چائے اور پکوڑے رکھ دیے۔

فائزہ اور تحریم چھٹی کر کے آ گئیں۔

صباحت نے ٹرے میں سے پکوڑا اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ "شازیہ نہیں آئی ابھی تک۔۔۔"

تحریم نے ہاتھ لہرایا "بارش کی وجہ سے ان کا پروگرام کینسل ہو گیا۔ چلو ان کے بہانے ہمیں بھی پکوڑے نصیب ہو گئے۔"

فائزہ نے ترچھی نظر سے حجاب کی طرف دیکھا "خدا ایسی سہیلیاں آپی کسی کو دے۔"

حجاب نے پکوڑوں کی ٹرے کو ہاتھ لگایا "اٹھا لوں ٹرے۔۔۔"

"ن۔۔۔ن۔۔۔ نہیں! سوری بابا!" تحریم نے کان پکڑ لیے۔

حجاب مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

ازہاد نے برتن کمرے سے باہر رکھ دیے اور اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر الماری میں سیٹ کرنے لگا۔

چوڑیوں کی چھنکار کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ اپنا کام چھوڑ کر کھڑکی کی طرف بڑھا۔ اس نے خفیف سے انداز میں پردے کے پٹ پیچھے کیے اور چور نظروں سے باہر جھانکنے لگا۔ حجاب کمرے کے قریب پڑے ہوئے برتن اٹھا رہی تھی۔

ازہاد جیسے پتھر کا ہو گیا اس کی نگاہیں ارد گرد کی ہر چیز سے غافل ہو کے حجاب کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ اس کی آنکھوں میں اجنبیت نہیں تھی بلکہ ایسا اپنا پن تھا جیسے وہ حجاب کو بہت عرصے سے جانتا ہو۔

حجاب نے سر اوپر اٹھایا تو وہ پھرتی سے پردے کے پیچھے چھپ گیا۔

....

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ صباحت نے نماز سے فارغ ہو کے گیٹ پر تالا لگا کر حجاب کے کمرے میں گئی جو کتاب پڑھنے میں اس قدر مگن تھی کہ اسے وقت کا اندازہ بھی نہ ہوا۔ صباحت نے اس کے ہاتھ سے کتاب لی تو وہ خوف سے ہڑبڑا گئی۔

صباحت نے اس کی طرف ڈانٹنے کے انداز میں دیکھا۔ "وقت کا کچھ اندازہ ہے۔۔۔" "چلو بس کرو اب سو جاؤ۔"

"اماں تھوڑی سی۔۔۔" حجاب التجائیہ لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا ناں بس اب سو جاؤ کل پڑھ لینا۔ ابھی مجھے دونوں چھوٹیوں کی بھی خبر لینی ہے۔" یہ کہہ کے صباحت فائزہ اور تحریم کے کمرے کی طرف چلی گئیں، جن کے کمرے سے ٹی وی کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

صباحت نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹی وی بند کر دیا۔ "بہت رات ہو گئی ہے چلو گھسو بستر میں، جب کالج جانا ہو گا تو نواب زادیوں کی آنکھیں ہی نہیں کھلیں گی۔"

تحریم اور فائزہ ماں سے لپٹ گئیں۔ "شب بخیر اماں"

ان دونوں کو پیار کر کے صباحت کمرے سے باہر آئی تو گیٹ کے قریب سے اچانک کتوں کی بھونکنے کی آوازوں نے اسے چونکا دیا۔

آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ تو دو کتے بھونکتے ہوئے آپس میں ٹکراتے ہوئے گیٹ پھلانگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

صباحت کا دل کانپ کے رہ گیا۔ "اللہ خیر! کوئی آدمی ہمارے گھر تو نہیں کودا" وہ الٹے قدموں سے پیچھے ہٹنے لگی تو روئی کی طرح لطیف اور نرم گداز جسم اس کے وجود کو چھو کے گزرا۔ صباحت نے چونکتے ہوئے ارد گرد دیکھا "کون ہے" مگر اس کی نگاہیں اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں جہاں کوئی نہیں تھا۔

پھر اس کی آنکھوں نے جو نظارہ دیکھا وہ سرتاپا کانپ کے رہ گئی۔ ایک نورانی جسم سیڑھیوں سے ہوتا ہوا چھت کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صباحت پھرتی سے لونگ روم میں چلی گئی اور اس نے اندر سے چٹخنی لگائی۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ درود شریف کا ورد کرتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ جان گئی تھی کہ کتوں کے بھونکنے کی وجہ کوئی چور یا ڈاکو نہیں بلکہ وہ ماورائی وجود تھا جو اسے سیڑھیوں میں دکھائی دیا۔

صباحت فجر کی نماز کیلئے اٹھی تو کسی کے قرآن کی تلاوت کرنے کی آواز نے اس پر وجدانی کیفیت طاری کر دی۔ کوئی انتہائی عقیدت سے قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ طمانیت کی ایک لہر اس کے دل و دماغ میں سرایت کر گئی۔ اس آواز کی کشش صباحت کو ازہاد کے کمرے تک لے گئی۔

صباحت نے کھڑکی سے دیکھا تو ازہاد قرآن پاک کی تلاوت میں محو تھا۔ صباحت کافی دیر تک آنکھیں بند کیے تلاوت سنتی رہی۔

ازہاد تلاوت مکمل کر کے قرآن پاک کو ریشمی غلاف میں لپیٹنے لگا تو اس کی نظر صباحت پر پڑی "آنٹی آپ!" اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ "اندر آ جائیں۔۔۔"

"نہیں بیٹا! میری نماز قضا ہو جائے گی۔ ماشاء اللہ بہت پیاری تلاوت کرتے ہو۔ بہت پر اثر انداز ہے تمہارا۔" صباحت دروازے کے قریب کھڑی ہو کے کہنے لگی۔

"آنٹی اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ عقیدت سچی اور گہری ہو تو لہجہ سحر انگیز ہو جاتا ہے۔"

ازہاد نے کہا "تم نے نماز پڑھ لی۔"

"جی! میں تو فجر کیلئے اٹھا تھا اب نماز تو پڑھ لی ہے باہر چہل قدمی کیلئے جانا چاہتا ہوں۔"

ازہاد نے سر سے ٹوپی اتارتے ہوئے اجازت لینے کے انداز میں کہا۔

"ہاں ضرور جاؤ میں تالا کھول دیتی ہوں۔"

"آپ پہلے نماز پڑھ لیں، پھر تالا کھول دیجئے" ازہاد نے کہا۔

صباحت نماز پڑھنے کیلئے چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں دو چابیاں تھیں۔ ایک چابی اس نے ازہاد کی طرف بڑھائی "یہ لو بیٹا! یہ لاک دونوں طرف سے کھل جاتا ہے۔ یہ چابی تم رکھو جب بھی کہیں جانا ہو تو تم باہر سے تالا کھول کر اندر آ جایا کرنا۔ یہ ایک چابی میرے پاس ہے۔"

"شکریہ آنٹی!" ازہاد نے چابی لی اور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

صباحت حسب معمول بیٹیوں کو کالج بھیجنے کی تیاری میں مشغول ہو گئی۔

بیٹیوں کو بھیجنے کے بعد اسے ازہاد کا خیال آیا تو وہ ازہاد کے کمرے میں گئی۔

"ازہاد بیٹا! تمہارے لئے ناشتہ لے آؤں۔"

"آنٹی میں باہر سے ناشتہ کر کے آیا ہوں۔ آپ اندر آ جائیں۔" ازہاد احتراماً دروازہ کھول کے کھڑا ہو گیا۔

صباحت صوفے پر بیٹھی تو مبہوت نظروں سے دیواروں پر لگی تصاویر اور فرنیچر کی طرف دیکھنے لگی۔ "کمرے کی تو ہر چیز چمک رہی ہے۔ کمرے کی صفائی تم نے کی ہے۔"

"جی آنٹی! صاف کرنے کی کوشش کی ہے۔" ازہاد نے ابھی تک ڈسٹنگ والا کپڑا ہاتھ میں تھاما ہوا تھا۔

صباحت نے اس کے ہاتھ سے ڈسٹنگ کا کپڑا لے کر سائیڈ پر رکھ دیا۔ "میں ملازمہ سے صفائی کروا لیتی۔"

"میں اپنا کمرہ خود صاف کر لیا کروں گا۔" ازہاد نے صباحت کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ صباحت نے الماری میں لگی کتابوں کی طرف دیکھا۔ "لگتا ہے تمہیں بھی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے۔"

"تمہیں بھی۔۔۔ سے آپ کی کیا مراد ہے۔" ازہاد نے "بھی" پر زور دیتے ہوئے کہا۔

صباحت مسکرا دی۔ "میری بیٹی حجاب کو کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ حجاب دونوں بہنوں سے بڑی ہے گرلز سکول میں پڑھاتی ہے۔"

"آپ کی دو چھوٹی بیٹیاں وہ کس کس جماعت میں پڑھتی ہیں۔" ازہاد نے پوچھا۔

"فائزہ تو بارہویں جماعت میں ہے اور تحریم میٹرک میں ہے۔" صباحت کا لہجہ تھکا تھکا ہو گیا۔

ازہاد نے اس کے لہجے کی تبدیلی محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "بہت ذمہ داری ہے آپ کے کندھوں پر۔"

صباحت نے ایک بار پھر آہ بھری۔ "میری ساری ذمہ داری تو حجاب نے اپنے کندھوں پر اٹھائی ہے۔ میں اس کے ہاتھوں میں مہندی دیکھنا چاہتی ہوں اور اس نے تو بس کتابوں سے دوستی کر لی ہے۔"

"آپ پریشان مت ہوں خدا اور کریم سب بہتر کر دے گا۔" ازہاد صباحت کو سمجھا رہا تھا کہ صباحت نے ایک دم اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا "اوہ! میں تو تمہارے ساتھ باتوں میں لگ گئی میں نے بازار سے سودا سلف لانا ہے۔" صباحت پھرتی سے کھڑی ہوئی تو ازہاد بھی کھڑا ہو گیا۔ "آنٹی! میں آپ کو سودا لا دیتا ہوں۔"

"تمہارے پاس تو کوئی سواری بھی نہیں ہے۔ تم کہاں پیدل جاؤ گے۔"

"میں پیدل نہیں جاؤں گا اڑ کر جاؤں گا۔" ازہاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

صباحت بھی ہنس پڑی "تم کیا کوئی جن ہو جو اڑ کر چلے جاؤ گے۔"

"آپ سے مذاق کر رہا ہوں، چلیں اس بہانے آپ ہنسی تو سہی۔" یہ کہہ کر ازہاد نے سودا لانے کیلئے پھر اصرار کیا۔

"اچھا! اتنی ضد کر رہے ہو تو میں روپے لاتی ہوں۔" صباحت اپنے کمرے سے پیسے لے آئی تو سودے کی لسٹ ازہاد کے ہاتھ میں تھما دی۔

ازہاد نے صباحت کو سارا سودا لا دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ جب تک وہ یہاں ہے گھر کے باہر کے کام وہ کیا کرے گا۔

صباحت نے ازہاد سے پوچھا۔ "تم سے کسی نے پوچھا کہ تم کون ہو۔"

ازہاد بغیر جھجک کے کھل کے ہنستے ہوئے کہنے لگا۔ "جب میں سبزی خرید رہا تھا تو ایک عورت نے کہا "صباحت کے گھر سے آئے ہو؟ کیا لگتے ہو صباحت کے۔۔۔"

"تم نے کیا کہا۔"

"میں نے بتا دیا کہ میں صباحت آنٹی کا ملازم ہوں۔"

صباحت نے اس کے کندھے پر چپت ماری۔ "ایسے کیوں کہا تم نے۔۔۔ اب کوئی پوچھے تو بتا دینا کہ تم نے کمرہ کرائے پر لیا ہے۔ میری بیٹی حجاب کہتی ہے کہ جب ہم کوئی ناجائز کام نہیں کر رہے تو لوگوں سے کیوں ڈریں، اسی کے کہنے پر میں نے تمہیں یہ کمرہ دیا ہے۔ وہ تو میرا ایمان ہے۔"

"بھی موقع ملا تو ان کا شکریہ ادا کروں گا۔" ازہاد جو چند لمحوں کیلئے کسی کے تصور میں کھو گیا تھا مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

صباحت کمرے سے باہر جانے لگی تو دوبارہ پلٹی "اب تم نے بازار سے ناشتہ نہیں کرنا۔ میں ناشتہ بھجوا دیا کروں گی اور کھانا بھی تم باہر نہیں کھاؤ گے۔"

ازہاد بولنے کی کوشش کرتا رہا اور صباحت حکم سنانے کے انداز میں کہہ گئی۔

رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ حجاب ٹیبل لیمپ کی دھیمی دھیمی روشنی میں ڈائری لکھ رہی تھی۔ آج اسی کی کچھ یادوں نے اس کے من کو بوجھل کر دیا تھا۔ پرانے مکان سے منسوب باتیں ایک ایک کر کے اس کے ذہن کے گوشوں میں اترنے لگی تھیں۔ حجاب کا دل چاہتا کہ کوئی ایسا ہو جس سے وہ اپنے دکھ درد بانٹے، اس کی خوشیوں کو کسی کی قربت میں چار چاند لگ جائیں لیکن شاید ڈائری میں دل کی باتیں لکھ دینے سے اسے کچھ راحت مل جاتی۔ وہ لکھ رہی تھی: "پرانا گھر تو شاید ہمیں راس ہی نہیں آیا۔ پرانے گھر میں ہم سب کس قدر خوش تھے۔ یوں لگتا ہے جیسے میں اپنی راتیں اسی گھر میں چھوڑ آئی۔" پرانے گھر کا خیال آتے ہی ایک خوفناک خیال اس کے من میں پھن پھیلائے بیٹھ گیا۔ تھرتھراہٹ کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی۔ جس خواب سے ڈر کر وہ بار بار نیند سے جاگ جاتی آج وہی خواب وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"کون تھا کہ جو کبھی مجھے خواب میں دکھائی دیتا اور کبھی اس کا سراپا وجود مجھے اپنے قریب محسوس ہوتا۔ میں جتنا اس خواب سے ڈرتی، اتنی ہی اس خواب کو بار بار دیکھنے کی چاہ ہوتی۔ اس دنیا میں شاید ہی کوئی اس قدر خوبصورت ہو جیسا کہ وہ تھا۔ اس کی جھیل جیسی آنکھوں میں ایسی گہرائی تھی کہ کوئی ان میں کھو کے دنیا تیاگ دے۔ قوالی کے سُروں پر وہ جس کیفیت میں کس طرح جھوم رہا تھا۔ وہ بار بار میرے آگے کشکول پھیلا کر میری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتا تو ایک لمحے کے لیے دل میں آتا کہ اسے سرشار کر دوں۔ لیکن وہ کچھ بولتا بھی تو نہیں تھا اور جو اس کی آنکھیں کہتی تھیں وہ سوچ کر میری روح کانپ اٹھتی تھی۔"

اسی لمحہ کا ایک جھونکا سا آیا کھڑکیوں کے پٹوں کو ہلا کے رکھ دیا۔ حجاب کا یقین دور جا گرا اور صفحات ہوا میں اڑنے لگے۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 6

حجاب نے کھڑکی بند کرتے ہوئے جھکی نگاہوں اور کمرے میں بکھرے صفحات سمیٹنے لگی۔ اسی دوران کھڑکی پر دستک ہوئی۔ حجاب خوف سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔ "ک۔۔۔ک۔۔۔کون۔۔۔" حجاب کانپتی آواز میں بولی۔

"میں ہوں اذہاد" باہر سے آواز آئی۔

حجاب نے کھڑکی کھولی تو سامنے اذہاد ہاتھ میں وہ صفحات لے کر کھڑا تھا اور کہنے لگا "یہ شاید آپ کے صفحات ہیں، کھڑکی کے باہر پڑے تھے۔"

حجاب نے اس کے ہاتھ سے صفحات لئے۔

"آپ اتنی رات باہر کیا کر رہے ہیں؟"

"میں آپ کے گھر کی چوکیداری کر رہا ہوں۔" اذہاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

حجاب نے اپنے کھلے ہوئے بالوں کو اکٹھا کر کے جوڑا بناتے ہوئے "ہم نے آپ کو چوکیداری کی نوکری پر نہیں رکھا۔" حجاب بھی ہنس دی۔

حجاب کے مسکراتے چہرے پر اذہاد کی نظر جیسے ٹھہر گئی۔ "آپ کسی پرانی بات کو یاد کر رہی تھیں۔۔۔ مطلب پرانے گھر سے جڑی ہوئی کوئی بات۔۔۔"

"آپ نے میرے صفحات پڑھے ہیں؟ اس طرح کسی کی زندگی میں جھانکنا اچھی بات نہیں ہوتی۔۔۔" حجاب کے لہجے میں ناپسندیدگی اتر آئی۔

اذہاد نے اپنے قدم پیچھے ہٹاتے "معافی چاہتا ہوں لیکن ایک بات ضرور کہوں گا۔ ایک دنیا باہر ہوتی ہے جس کے رنگ دکھاوے میں ہم کئی لبادے اوڑھتے، کتنے روپ دھارتے ہیں لیکن ایک دنیا ہمارے اندر ہوتی ہے احساسات اور جذبات کی دنیا، جہاں کبھی کچھ کھو جاتا ہے اور کبھی کچھ مل جاتا ہے۔ کبھی کبھی کوئی دستک دیئے بغیر آ کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی ہماری زندگی میں شامل ہو جاتا ہے۔"

"رات بہت ہو گئی ہے اب آپ جائیں۔" حجاب نے اذہاد سے یہ کہہ کر کھڑکی بند کر دی۔ اس نے ایک لمبا سانس کھینچا۔ "یہ تو کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے، سحر گھلا ہوا ہے اس کی گفتگو میں۔۔۔ ایسا لگتا ہے جیسے کئی صدیوں سے جانتا ہو۔"

پھر اس نے اپنے سارے کاغذ اپنی فائل میں رکھے اور سونے کو لیٹ گئی۔

اذہاد روزانہ گھر کا سودا لانے لگا۔ پھر وہ باہر کے کام بھی کرنے لگا۔ اذہاد کے آنے کے بعد صباحت کو مردوں کی طرح باہر نہیں پھرنا پڑتا تھا۔ بلوں کی ادائیگی کا کام ہو یا الیکٹریشن یا پلمبر کا، اذہاد سارا کام کروا دیتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ صباحت کا دست بازو بن گیا۔

محلے میں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں لیکن صباحت صاف کہہ دیتی تھی کہ اذہاد کوئی غیر نہیں ہے کہ ہمیں لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں لوگوں کا تو کام ہی کہنا ہے سو کہتے رہیں۔

صباحت کو سودا دینے کے بعد اذہاد کام پر چلا جاتا تھا۔ صباحت کے کئی بار پوچھنے پر بھی اذہاد نے کبھی نہیں بتایا کہ وہ کیا کام کرتا ہے۔ صبح تیار ہو کے وہ سودا پوچھنے کے لئے صباحت کے پاس جانے لگا تو اسے صباحت کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ وہ دیوار کے عقب میں کھڑا ہو گیا۔ صباحت سر جھکائے تنہا بیٹھی رو رہی تھی۔ اذہاد اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے انتہائی اپنائیت سے کہا۔ "کیا بات ہے آنٹی سب ٹھیک تو ہے؟"

صباحت روتی روتی مسکرا دی۔ "تم کیوں پریشان ہوتے ہو، یہ تو عمر ہی ایسی ہوتی ہے جوں جوں عمر کی شام ڈھلتی ہے دکھوں کے کانٹے بڑھتے جاتے ہیں۔ تنہا بیٹھتی ہوں تو کبھی کوئی دکھ یاد آ جاتا ہے تو کبھی کوئی۔"

"پھر بھی اب آپ کیا سوچ کر رو رہی ہیں؟" اذہاد نے ایک بار پھر پوچھا۔

صباحت نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے اذہاد کی طرف دیکھا "رات میں نے خواب میں اپنا بیٹا دیکھا وہ تیرے جیسا کڑیل جوان تھا۔"

"آپ کا کوئی بیٹا تھا۔۔۔؟" اذہاد نے پوچھا

"نہیں! مگر خواب میں وہ میرا بیٹا تھا۔ وہ میرے ساتھ احسان الحق کی قبر پر گیا۔ ہم دونوں نے قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔" بات کرتے کرتے صباحت کی آنکھوں میں خواہش کے تارے دکھنے لگے۔ اذہاد نے مروت سے صباحت کی آنکھوں میں جھانکا "آپ مجھے اپنا بیٹا مانیں۔ میری بھی تو ماں نہیں ہے۔"

صباحت اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ "تم نے پہلے کبھی بھی نہیں بتایا کہ تمہاری ماں نہیں ہے" اذہاد سر جھکائے گمبھیر لہجے میں بولا: "سچ پوچھیں تو جب سے میں نے آپ کو دیکھا ہے مجھے اپنی ماں کی بہت یاد آنے لگی ہے۔"

صباحت اپنا غم بھول کے اس کے ہاتھ تھام کے بیٹھ گئی۔ "ایسے اپنا دل چھوٹا نہ کرو تم میرے بیٹے جیسے ہی ہو۔ اپنے دل کی ہر بات مجھ سے شیئر کیا کرو۔"

"آپ بھی آئندہ مجھے غیر مت سمجھئے گا، کوئی کام ہو بلا جھجک مجھے بتا دیجئے گا۔" اذہاد نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

صباحت اپنے آنسو پونچھنے لگی "ٹھیک ہے تو کل تم میرے ساتھ قبرستان چلنا۔ احسان الحق کی قبر پر پھول چڑھا کے آئیں گے۔"

قبرستان کا نام سن کر اذہاد کا رنگ فق ہو گیا "۔۔۔۔و۔۔۔و۔۔۔ میں کیسے۔۔۔"

"کل جمعۃ المبارک ہے کل شام کو جائیں گے۔" یہ کہہ کر صباحت نے سودے کی لسٹ اذہاد کو تھما دی۔ اذہاد نے کھوئے کھوئے سے انداز سے وہ لسٹ پکڑ لی۔

جمعرات کی رات کے بارہ بج رہے تھے۔ قبرستان میں موت کے سناٹے زندگی کے انجام کی گمبھیر کہانی سنا رہے تھے۔

موت کی اس وادی میں صرف کیڑوں کی خفیف سی آوازیں ہی سنائی دے رہی تھیں کہ اچانک ان خفیف آوازوں میں گھنگھروؤں کی زوردار آواز بھی شامل ہو گئی جیسے کوئی اپنے پاؤں پر گھنگھرو باندھ کر اسے زور زور سے زمین پر مار رہا ہو جس کے ساتھ کراری آواز بھی سنائی دیتی "حق"

ایک ادھیڑ عمر شخص سفید چولا پہنے درود شریف کا ورد کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کے ساتھ سبز چولے میں ایک جوان بھی تھا جو ایک مٹی کی صراحی تھامے کسی غلام کی طرح بزرگ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ دونوں پیپل کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اس درخت کے ساتھ ہی ایک قبر تھی بزرگ کا مرید اس کے قریب ترتیب سے سات دیئے رکھ کر جلانے لگے۔

"سائیں بہمان شاہ اب کیا حکم ہے؟"

مرید سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

"تم اپنے اصل روپ میں آ کر یہاں سے چلے جاؤ، ایک جن کی موجودگی میں ہم اپنا چلہ مکمل نہیں کر سکتے۔"

"جیسا آپ کا حکم۔" یہ کہتے ہی وہ شخص سفید ہیولے میں تبدیل ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

پیر بہمان رات بھر چلہ کاٹتے رہے۔ انہیں اس قبرستان میں تین روز تک قیام کرنا تھا۔ وہ اپنے روحانی علوم سے لوگوں کے مسائل حل کرتے تھے۔ بیماریوں کا علاج بھی کرتے تھے۔ ☆☆☆

صباحت نے اذہاد کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے دروازہ کھولا تو صباحت نے کہا "بیٹا میں تیار ہوں تم بھی جلدی سے تیار ہو جاؤ، قبرستان جانا ہے۔"

اذہاد ہچکچاتے ہوئے بولا: "آنٹی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

حجاب سفید سی چادر اوڑھتے ہوئے صباحت کی طرف بڑھی "اماں میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔"

"نہیں بیٹا لڑکیوں کا قبرستان جانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔"

"کچھ نہیں ہوتا بس میں نے جانا ہے۔" حجاب نے ضد پکڑ لی۔

صباحت نے اذہاد کی طرف دیکھتے ہوئے حجاب سے کہا "اذہاد کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، آپ انہیں آرام کرنے دیں ہم کسی دن چلے جائیں گے۔"

صباحت اور حجاب جانے لگیں تو اذہاد نے انہیں روکا "ٹھہریے! میں بھی چلتا ہوں بس تھوڑا سا وقت دیں، میں ابھی آتا ہوں" وہ تینوں چلنے لگے۔

حجاب اور صباحت قبرستان میں داخل ہوئیں تو اذہاد قبرستان کے باہر ہی کھڑا ہو گیا۔ صباحت نے پلٹ کر پیچھے دیکھا "آ جاؤ بیٹا، وہاں کیوں کھڑے ہو گئے۔"

"آنٹی میں اندر نہیں آ سکتا مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔" اذہاد نے دو چار قدم مزید پیچھے کھسکائے۔

حجاب اس کی طرف دیکھا "کیا ابو جی کے لئے فاتحہ نہیں پڑھیں گے۔"

اذہاد کے لئے حجاب کی بات ٹالنا شاید مشکل تھا، وہ نہ چاہتے ہوئے بھی قبرستان میں داخل ہو گیا۔

قبرستان میں جیسے بھونچال آ گیا۔ تیز و تند ہوا کے جھکڑوں نے قبروں کے کتبوں کو اپنی جگہ سے اکھیڑ دیا۔ درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر زمین کو چھونے لگی۔ مٹی اس طرح اڑ رہی تھی کہ کچھ بھی واضح نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

صباحت نے حجاب کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا اور وہ اونچی اونچی آواز سے پکار رہی تھی "اذہاد۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔" پھر اچانک حجاب چیخ اٹھی۔

سیاہ غبار کا ایک بھنور ان کی آنکھوں کے سامنے نمودار ہوا اور آسمان کی طرف اڑتا ہوا غائب ہو گیا۔ جس طرح اچانک طوفان شروع ہوا تھا اسی طرح اچانک ماحول پہلے جیسا ہو گیا۔

مٹی کے غبار میں صباحت کو کوئی سراپا مجسم دکھائی دے رہا تھا۔

دھندلاہٹ کم ہوئی تو ایک ادھیڑ عمر شخص ان کے سامنے کھڑا تھا۔

وہ بزرگ بہمان شاہ تھے جو دھیرے دھیرے ان دونوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کی کھوجی نظریں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ جونہی صباحت کے قریب آئے انہوں نے پوچھا "تم دونوں کے ساتھ اور کون تھا۔"

صباحت بوکھلا سی گئی کہ یہ بزرگ اس طرح کیوں پوچھ رہے ہیں۔

بزرگ نے اپنی کراری آواز میں پھر پوچھا "کون تھا تم دونوں کے ساتھ"

"ہمارے ساتھ اذہاد تھا" صباحت نے گھبراہٹ میں بتا دیا

"کون اذہاد۔۔۔؟" بزرگ نے پوچھا اس بار صباحت تھوڑی ہمت کر کے بولی "آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"جو پوچھا ہوں بس اسی کا جواب دو۔"

بزرگ نے تسبیح میں لپٹے ہوئے ہاتھ کو ہوا میں لہرایا۔

حجاب نے صباحت کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"میں آپ کو بتاتی ہوں۔ ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا جس کا نام اذہاد ہے ہم نے اپنے گھر میں اسے ایک کمرہ کرائے پر دیا ہے۔ ابو جی کی قبر پر آنا تھا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے آئے۔"

"وہ جانتا تھا کہ اسے قبرستان میں نہیں آنا چاہئے پھر بھی وہ آ گیا اس کی وجہ سے میرا چلہ خراب ہو گیا۔" پیر بہمان شاہ غصے میں بڑبڑایا۔

"مگر اس کے آنے سے آپ کا چلہ کیسے خراب ہو گیا۔" حجاب نے حیرت سے بزرگ کی طرف دیکھا۔

بزرگ نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ ہوا میں لہرایا "یہ راز دیگر ہیں، ان کی باتیں تم نہیں سمجھ سکتی تم بس اتنا سمجھ لو کہ تمہیں جب اس کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو پھر بہمان شاہ کو یاد کر لینا۔"

"آپ۔۔۔۔" سوال حجاب کے گلے میں ہی اٹک گئے۔

"میں پیر بہمان شاہ ہوں۔"

صباحت سر جھکا کے پیر کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ "آپ پیر بہمان شاہ ہیں۔۔۔ بہت خوش نصیبی ہے ہماری کہ ہمیں آپ کا دیدار ہو گیا۔ بہت نام سنا ہے آپ کا۔۔۔ میں تو کب سے سوچ رہی تھی کہ آپ کے پاس آؤں بس میں پریشانیوں کی ماری وقت ہی نہیں نکال سکی۔"

سائیں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا "کوئی بات نہیں بیٹی اس دنیا میں آزمائشیں نیک لوگوں کے لئے ہی ہوتی ہیں۔ حویلی آنا پھر تمہارے مسئلے بھی سنوں گا۔۔۔" یہ کہہ کر سائیں بابا وہاں سے چل دیئے۔

صباحت اور حجاب نے احسان الحق کی قبر پر پھول چڑھائے۔ گھر جانے لگیں تو صباحت کی نظریں ایک بار پھر اذہاد کو ڈھونڈنے لگیں "یہ اذہاد کہاں چلا گیا ہے اور اس طرح اچانک سے کیوں چلا گیا ہے۔"

حجاب ماں کا ہاتھ پکڑ کر سڑک کی طرف نکل آئی "وہ کوئی چھوٹا سا بچہ نہیں ہے جو گم ہو جائے گا۔ آ جائے گا گھر جہاں بھی گیا ہو گا" حجاب نے ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکا اور وہ دونوں گھر آ گئیں۔

اذہاد کے کمرے کی لائٹ جلی ہوئی تھی۔ "لگتا ہے اذہاد ہم سے پہلے آ گیا ہے۔ تم اندر جاؤ میں اذہاد کو دیکھتی ہوں۔"

کمرے میں داخل ہوتے ہی صباحت نے شکوہ بھری نظروں سے اذہاد کی طرف دیکھا "اس طرح ہمیں چھوڑ کر کیوں چلے آئے۔ تم کہتے ہو کہ میرے بیٹے ہو تو کیا بیٹے ماں کو اس طرح چھوڑ کر آتے ہیں۔"

اذہاد نے صباحت کو شانوں سے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا اور خود اس کے قدموں میں بیٹھ گیا "آنٹی آپ مجھے مار لیں لیکن خدا کے لئے ناراض مت ہوں۔ میں پہلے قبرستان جانا نہیں چاہتا تھا۔ قبرستان جا کے میری طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ عجیب عجیب سے خیال من میں سوئیاں چبھوتے ہیں۔ اگر مجھ پر عجیب اختلاجی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اگر گھر نہ آتا تو شاید ادھر قبرستان میں ہی بے ہوش ہو جاتا۔"

اس کی بات سن کے صباحت پریشان ہو گئی۔ "خدا نہ کرے کہ تم بیمار پڑو۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اگر ایسی ہی بات تھی تو تم مجھے منع کر دیتے۔ ہمارے ساتھ قبرستان نہ جاتے اب تم آرام کرو میں تمہارے لئے چائے بھجواتی ہوں۔"

صباحت چلی گئی۔ صباحت نے حجاب کو اذہاد کے مسئلے کے بارے میں بتایا اور اسے کہا کہ وہ اذہاد کے لئے چائے لے جائے۔

حجاب چائے لے کر اذہاد کے کمرے کے پاس آئی تو اذہاد اپنے بیگ میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ ایک خاکی سی جلد کی کتاب اس کے ہاتھ لگی مگر دروازے پر دستک سن کر اس نے وہ کتاب دوبارہ کپڑوں میں چھپا دی۔

"ک۔۔۔ک۔۔۔کون" اذہاد نے کانپتی آواز میں پوچھا۔

"میں ہوں حجاب۔۔۔ آپ کے لئے چائے لائی ہوں۔" حجاب نے دھیمی سی آواز میں کہا۔ اذہاد دروازے کے قریب آیا "آپ باہر رکھ دیں، میں لے لوں گا۔"

"بہتر!" یہ کہہ کر حجاب نے چائے دروازے کے پاس رکھی اور جانے لگی۔

جاتے جاتے حجاب کی نظر کھڑکی پر پڑی جس کا پردہ تھوڑا سا سرکا ہوا تھا اس نے دیکھا کہ اذہاد کا دایاں بازو بری طرح جھلسا ہوا ہے اور وہ انتہائی تکلیف میں اپنے بیگ میں کچھ ڈھونڈ رہا ہے۔ حجاب گھبراہٹ میں بولی "آپ کے بازو پر کیا ہوا ہے؟"

حجاب کی آواز سنتے ہی اذہاد نے بازوؤں کو کف سے کرتے ہوئے جھلسا ہوا حصہ ڈھانپ لیا۔

"معمولی زخم ہے ٹھیک ہو جائے گا۔"

"آپ اسے معمولی زخم کہتے ہیں آپ باہر لان میں بیٹھیں میں ڈریسنگ کا سامان لاتی ہوں۔"

اذہاد لان میں پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر میں حجاب میڈیکل بکس لے آئی۔ حجاب نے ایک کرسی اذہاد کی کرسی کے سامنے رکھ دی اور اس پر بیٹھ گئی۔ اس نے میڈیکل بکس اپنی گود میں رکھا۔

"اپنا بازو آگے کریں، میں آپ کے دوا لگا دوں۔" حجاب نے کہا۔

اذہاد بازو پیچھے سکیڑ کے بیٹھا ہوا تھا "آپ خوامخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔ میرے زخم میں تکلیف نہیں ہے۔" جبکہ تکلیف کا احساس اذہاد کے چہرے پر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ حجاب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اذہاد نے حجاب کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

آج وہ حجاب کو بہت قریب سے دیکھ رہا تھا۔ آنچل حجاب کے سر سے سرک کر اس کے گلے میں لہرانے لگا تھا۔

اس نے بالوں میں کلپ لگا رکھا تھا مگر کچھ بالوں کی لٹیں اس کے چہرے پر بکھری ہوئی تھیں۔

حجاب نے روئی پر دوا لگا کر زخم پر رکھی تو مارے تکلیف کے اذہاد کے منہ سے سی کی آواز نکلی۔ حجاب نے زخم پر پھونک مارنا شروع کر دیا جس سے جلن کا احساس کم ہو گیا۔

پھر اس نے زخم کی ڈریسنگ کرنا شروع کر دی۔ "یہ زخم آپ کو کیسے ہوا، میرا مطلب ہے کہ آپ کا بازو کیسے جلا۔"

اذہاد کی نظر ابھی تک حجاب کے چہرے پر ٹھہری ہوئی تھی۔ حجاب کیا کہہ رہی تھی اسے کچھ خبر نہیں تھی وہ تو بس آج اپنی نظر کو اس کا دیدار کر لینا چاہتا تھا۔

حجاب نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا تو اذہاد سوچ میں پڑ گیا اس کے پاس حجاب کے سوال کا جواب نہیں تھا۔

اس نے گہری نظر سے حجاب کی آنکھوں میں جھانکا "آپ نے اس قدر خلوص سے میری مرہم پٹی کی ہے اب مجھے تکلیف کا احساس نہیں رہا۔"

حجاب اذہاد کی آنکھوں میں دیکھتی ہی رہ گئی۔ کچھ دیر کے لئے جیسے آنکھیں چرانا اس کے بس میں نہیں رہا۔

پھر ایک دم اس نے اپنی آنکھیں چرا لیں پھر ایک دم اس نے خود کو جھٹکتے ہوئے اپنی آنکھیں جھکا لیں۔

"نہ جانے کیا ہے آپ کی آنکھوں میں۔۔۔"

"کیا ہے میری آنکھوں میں۔۔۔؟" اذہاد نے پوچھا "ضروری تو نہیں کہ ہر بات کا جواب دیا جائے۔" کچھ باتوں پر پردہ پڑا رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

حجاب ساتھ ساتھ ڈریسنگ کر رہی تھی۔

اذہاد نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا "اگر آپ میری بات کا جواب نہیں دیں گی تو میں ڈریسنگ نہیں کرواؤں گا۔"

حجاب نے اذہاد کی طرف دیکھا "جب بھی میں آپ کی آنکھوں میں جھانکتی ہوں تو کسی کا پیاسا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ وہ وجیہہ نوجوان جو فقیر کے روپ میں بھی شہزادہ دکھائی دیتا ہے۔ قوالی کے سرور میں مست وہ اپنے کندھوں تک لمبے بالوں کو اس طرح گھما رہا تھا کہ اسے دیکھتے دیکھتے مجھ پر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ جب میں اس کے قریب جاتی تو وہ میرے آگے کشکول پھیلا کر اس طرح میری طرف دیکھتا کہ جیسے وہ مجھ سے کچھ اور نہیں بلکہ۔۔۔" ابھی حجاب اپنی بات پوری نہیں کر پائی تھی کہ صباحت کی آواز آئی "حجاب جلدی آؤ۔"

"آتی ہوں اماں۔۔۔" حجاب نے اونچی آواز میں کہا۔

اذہاد تو حجاب کی باتوں میں جیسے کھو گیا تھا۔ "آپ نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔"

حجاب نے مسکراتے ہوئے اذہاد کی طرف دیکھا۔ "اس کی آنکھیں بالکل آپ جیسی ہیں۔"

اذہاد بھی مسکرا دیا۔ "اس فقیر نما شہزادے کی آنکھوں میں اور کیا نظر آتا ہے آپ کو؟"

حجاب ایک بار پھر کھو گئی۔ "اس کی آنکھوں میں جذبات کی موجیں ہر لمحہ موجزن رہتی ہیں۔ اس کی مروت سے جھکی آنکھیں بہت گہری ہیں۔ لیکن جب میں آپ کو بتاؤں گی کہ یہ سب کچھ ایک خواب ہے جو میں بار بار دیکھتی ہوں تو آپ مجھ پر ہنسیں گے۔"

"آپ لوگوں کی باتیں چھوڑیں، آپ خود سوچ کر بتائیں کیا آپ کو یہ سب کچھ ایک خواب ہی لگتا ہے یا۔۔۔" اذہاد نے کہا۔

"نہیں میرے لئے یہ سب ایک خواب نہیں، میں نے جاگتے ہوئے بھی کئی بار اس کے وجود کو اپنے قریب محسوس کیا ہے۔" حجاب کی آنکھیں خلا میں بھٹکنے لگیں۔

اذہاد کی ڈریسنگ مکمل ہو چکی تھی۔ اس نے کھڑے ہوتے ہوئے آخری سوال حجاب سے پوچھا۔ "ابھی آپ کیا محسوس کر رہی ہیں؟"

حجاب نے کھڑے ہوتے ہوئے اذہاد کی طرف دیکھا اور بولی "ایسا لگ رہا ہے جیسے وہ میرے آس پاس ہی کہیں ہے۔" یہ کہہ کے حجاب وہاں سے چلی گئی۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ صباحت حسب معمول حجاب کے ساتھ کچن میں مصروف تھی۔ احسان الحق کے جنرل سٹور کا سیل مین حمیر صباحت سے ملنے آیا۔ صباحت نے اسے مہمان خانے میں بٹھایا اور اذہاد کے کمرے میں چلی گئی۔

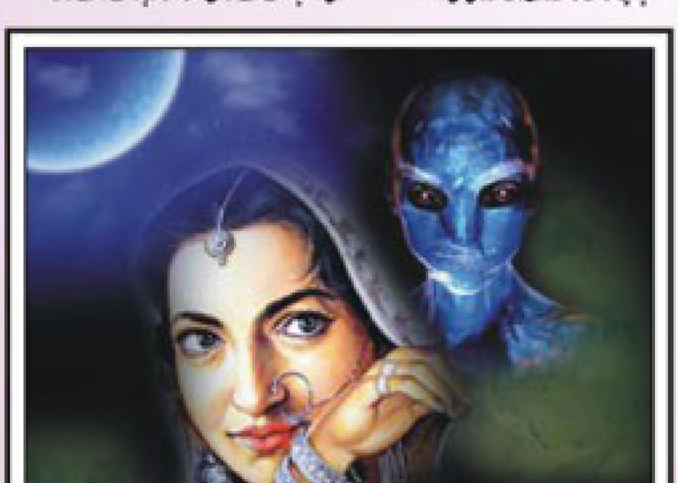
"اذہاد بیٹا ذرا باہر آؤ۔" صباحت نے کہا۔

اذہاد کمرے سے باہر آ گیا۔ "جی آنٹی کوئی کام ہے؟"

"بیٹا! ہماری دکان کا سیل مین آیا ہے مجھے کئی بار شک ہوا ہے کہ وہ حساب کتاب میں گھپلا کرتا ہے۔ لیکن میں عورت ہوں اس لئے میں نے کبھی جانچ پڑتال نہیں کی۔۔۔"

اذہاد نے ہاتھ کو لہراتے ہوئے کہا۔ "میں سب سمجھ گیا، آپ بس بے فکر ہو جائیں۔ میں اسے سیدھی راہ دکھا دوں گا۔"

اذہاد صباحت کے ساتھ مہمان خانے میں گیا۔ حمیر نے کھاتے کی فائل صباحت کے سامنے رکھ دی۔ صباحت نے فائل اٹھا کر اذہاد کے آگے رکھ دی۔ "اذہاد بیٹا! اب تم ہی یہ کام سنبھالو۔ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"



اذہاد کے ہاتھ میں فائل دیکھ کر حمیر کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا۔ "آپ کی تعریف۔۔۔؟"

"جیسے آپ آنٹی صباحت کے ملازم ہیں ویسے ہی میں بھی ان کا ملازم ہوں۔ اس فائل کے مطابق تو جتنے روپے بنتے ہیں وہ تو آپ ادا کر ہی دیں گے، وہ روپے آپ مجھے دے دیں، باقی انشاء اللہ کل سے میں رات کو نو بجے روزانہ آپ سے آمدنی کا حساب لے لیا کروں گا۔"

"لیکن اذہاد صاحب میں تو آٹھ بجے سے پہلے دکان بند کر دیتا ہوں۔ میرا اور باجی صباحت کا حساب کتاب بھی ٹھیک چل رہا ہے۔" حمیر گھبراہٹ سے بڑبڑایا۔

"میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا ہے۔ آپ کیلئے یہی بہتر ہے کہ آپ میری بات مان لیں۔ کل سے آپ نو بجے سے پہلے دکان بند نہیں کریں گے۔" اذہاد نے کہا۔

حمیر نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "ٹھیک ہے"

اتنی دیر میں صباحت چائے لے آئی۔

(جاری ہے)

وجیہہ سحر

قسط نمبر 7

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

حمیر نے دکان کے حساب کے مطابق رقم اذہاد کو دے دی۔ اس کے جانے کے بعد اذہاد نے صباحت سے بھی بات کی کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔

"بیٹا! تم ہمارے لئے اتنا کچھ کر رہے ہو اور میں تمہارے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔" صباحت نے اپنائیت سے اذہاد کی طرف دیکھا۔

اذہاد نے صباحت کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور بولا کہ "میرے لئے اتنا ہی بہت ہے کہ آپ نے مجھے اپنا سمجھا۔"

اتوار کی صبح اذہاد نے پردے پیچھے کئے تو سامنے لان میں حجاب پودوں کو پانی لگا رہی تھی۔ محبت کا ایک خوبصورت سا احساس اس کے من کو چھو گیا۔ عشق جنون کے ایک مست جھونکے میں وہ جھوم کے رہ گیا۔ اس نے ایک لمبا سانس کھینچا اور آنکھیں موند لیں۔

کچھ دیر کے بعد اسی کمرے کی کھڑکی سے ایک سفید کبوتر سلاخوں کے بیچ میں سے اُڑتا ہوا باہر آ گیا۔

سامنے منڈیر پر بیٹھ کر کبوتر نے اپنی آواز نکالی "غٹرغوں----" یہ آواز سنتے ہی حجاب کی متلاشی نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں۔ اسے کبوتر نظر آیا تو وہ دوڑتی ہوئی اس کے قریب گئی۔ اس نے اس کے پنجوں کی طرف دیکھا جس میں سبز چھلا تھا۔

وہ خوشی سے جھوم اٹھی "میرا کبوتر آ گیا۔ میں تو سمجھی تھی کہ وہ گھر چھوٹا تو تمہارا ساتھ بھی چھوٹ گیا۔ لیکن تم نے مجھے ڈھونڈ لیا۔" اس نے آگے بڑھ کر کبوتر کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسے اپنے چہرے سے لگا لیا۔ وہ کافی دیر تک اسے اپنی گود میں لے کر بیٹھی رہی اور دانہ کھلاتی رہی۔ جونہی سورج کی تیز کرنوں کا اجالا پھیلا وہ کبوتر غائب ہو گیا۔

☆☆

کوئی عورت صباحت سے ملنے آئی۔ حجاب کپڑے استری کر رہی تھی۔ صباحت اور اس عورت کی آواز حجاب کے کانوں سے ٹکرائی۔ عورت کہہ رہی تھی "بہت اچھا رشتہ لے کر آئی ہوں۔ حجاب بیٹی کے لئے لڑکا بینک میں ملازم ہے۔ ماں کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اپنا گھر، گاڑی، خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔"

"رشتہ تو واقعی اچھا ہے۔ تم ایسا کرو کہ ان لوگوں کو پرسوں لے آؤ۔" صباحت نے کہا۔

"میں تو کہتی ہوں کہ کل ہی لے آتی ہوں۔" عورت جھٹ سے بولی۔

"کل مجھے کچھ کام ہے۔" صباحت نے سمجھایا۔

عورت اپنی چادر درست کرتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"اب مجھے اجازت دو۔۔۔۔"

"میں تو تمہارے لئے چائے بنوانے لگی تھی۔" صباحت نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ جلدی میں تھی۔

استری کرنے کے بعد حجاب صباحت کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ یک لخت اتر گیا تھا۔ صباحت نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو پوچھنے لگی "یہ چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" حجاب نے شکوہ بھری نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔ "اماں! میں نے کہا تھا نا کہ ابھی میں نے شادی نہیں کرنی۔"

اچھا! "تو تم نے میری اور عاقرہ کی باتیں سن لی ہیں۔ میں نے خود تم سے اس موضوع پر بات کرنی تھی۔ میں تمہاری شادی نہ کرنے کی وجہ جانتی ہوں۔ لیکن میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔ پہلے بھی کئی رشتے تم اپنی ضد کی وجہ سے ٹھکرا چکی ہو۔ لیکن اب ایسا نہیں ہو گا۔" صباحت نے حکم سنانے کے انداز میں کہا۔ "میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ ثانیہ اور تحریم کی تعلیم مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد آپ میری شادی کا سوچیں۔" حجاب نے ماں سے التجا کی لیکن صباحت نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ تم نے اپنے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ ثانیہ اور تحریم کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد تمہیں ان کی شادیوں کی فکر ہو جائے گی۔ یہی عمر ہے شادی کی اگر یہ تمہاری عمر ڈھل گئی تو بہت مشکل ہو جائے گا۔" حجاب ماں کو کوئی جواب نہ دے سکی لیکن اس کی آنکھوں سے

اشک بہہ کر اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

ثانیہ نے حجاب کو اس طرح روتے دیکھا تو صباحت کے قریب بیٹھتے ہوئے کہنے لگی۔ "آپی کو کیا ہوا ہے؟"

حجاب آنسو پونچھتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ثانیہ بھی اس کے پیچھے پیچھے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

رات کو ثانیہ نے کھانا ٹیبل پر لگایا۔ اذہاد نے لونگ روم کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ "آنٹی میں دکان پر جا رہا ہوں۔" جاتے جاتے ثانیہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ "اماں! میں نے آپی کو کھانے کے لئے بلایا تو وہ کہتی ہیں کہ انہیں بھوک نہیں ہے۔"

"جب زیادہ بھوک لگے گی تو خود ہی کھا لے گی۔"

صباحت نے سالن کا برتن تحریم کے نزدیک رکھتے ہوئے کہا۔

اذہاد گیٹ کے قریب گیا تو حجاب جھولے میں بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی۔ اذہاد کے دل میں آیا کہ وہ حجاب سے پوچھے کہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن اسے خیال آیا کہ حمیر دکان بند کر دے گا۔ اس لئے وہ تیزی سے نکل گیا۔ دکان سے واپس آیا تو حجاب اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

اذہاد بستر پر لیٹ گیا لیکن ثانیہ کی بات بار بار اس کے دل میں کھٹکتی رہی اور حجاب کو بھی اس نے پریشان دیکھا۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ حجاب بھی بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اپنی بے خوابی سے تنگ آ کر وہ باہر لان میں چلی گئی۔ وہ جھولے کی زنجیر پر سر رکھ کے بیٹھ گئی اور خود سے باتیں کرنے لگی کہ "اماں کیوں نہیں سمجھتیں۔ مجھے ابا جی کے خواب پورے کرنے ہیں۔ ان کا خواب تھا کہ ثانیہ اور تحریم تعلیم مکمل کر کے اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائیں۔ اگر میں نے شادی کر لی تو کون ذمہ داری اٹھائے گا؟ اماں بالکل اکیلی ہو جائیں گی۔ دکان کی آمدن اتنی زیادہ نہیں ہے کہ اس میں گھر کے اخراجات کے ساتھ ساتھ چھوٹی بہنوں کی تعلیم بھی پوری ہو سکے۔"

اذہاد کو بھی نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ بھی باہر لان میں آ گیا۔ اس نے حجاب کو اس طرح بیٹھے دیکھا تو اس سے رہا نہیں گیا۔ وہ حجاب کے قریب آ گیا۔ حجاب ایک لمحہ کیلئے تو گھبرا گئی "آپ یہاں اس وقت؟"

"یہی سوال میں آپ سے کروں تو۔۔۔۔؟" اذہاد جھولے کے قریب بنچ پر بیٹھ گیا۔

"نیند نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔ میں نے سوچا تھوڑی دیر ٹہل کر آتی ہوں۔" حجاب جھولے سے اتر کر اذہاد کے ساتھ بنچ پر بیٹھ گئی۔

"اس روز جب آپ نے میری ڈرائنگ کی تھی، میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ پایا۔" اذہاد نے سر جھکا لیا۔

حجاب نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیوں ہچکچا رہے تھے۔ ہم لوگوں نے کبھی آپ کو غیر نہیں سمجھا، جو کہنا ہے بلا جھجک کہہ دیں۔"

اذہاد حجاب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بلاتامل بولا "آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟"

کچھ دیر حجاب خاموشی سے اذہاد کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے اپنا ہاتھ اذہاد کے ہاتھ میں دے دیا۔

"مجھ سے دوستی کر کے آپ کو کیا ملے گا؟ میں تو کسی کو خوشی بھرا ایک لمحہ بھی نہیں دے سکتی۔"

اذہاد نے حجاب کی معصوم آنکھوں میں جھانکا اور بولا "آپ کو کیا پتہ کون کب آپ کی کسی بات سے کتنا خوش ہو جاتا ہے۔ خوشیاں نہ بانٹیں جاتی ہیں نہ ہی چھینی جاتی ہیں، یہ تو محسوسات میں گھل کر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہیں۔ چلیں، آج سے ہم پکے دوست ہوئے۔"

"ہاں----" حجاب نے دھیرے سے کہا۔ "تو پھر دوستی کا سب سے پہلا حق ہوتا ہے کہ اپنے دوست سے کوئی بات نہ چھپائی جائے۔" یہ کہہ کے اذہاد نے اپنے پیچھے رکھی ہوئی کھانے کی پلیٹ حجاب کے سامنے رکھ دی۔ "آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا شاید آپ آنٹی صباحت سے ناراض تھیں۔"

اذہاد نے روٹی کا لقمہ لیا اور اپنے ہاتھ سے حجاب کی طرف بڑھایا۔ حجاب اس کا خلوص ٹھکرا نہ سکی اور اس نے اذہاد کے ہاتھ سے لقمہ کھا لیا۔

"آپ کھانا کھائیں میں چلتا ہوں۔" اذہاد اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"ٹھہرئیے!" حجاب نے اسے روکا۔ وہ دوبارہ حجاب کے پاس بیٹھ گیا۔

"یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں امی سے کس بات پر ناراض تھی؟"

"کس بات پر----" اذہاد نے پوچھا۔ "پرسوں کچھ لوگ مجھے دیکھنے کیلئے آ رہے ہیں، پر میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"آپ کیوں شادی کرنا نہیں چاہتی؟"

"میں چاہتی ہوں کہ پہلے ثانیہ اور تحریم کی تعلیم مکمل ہو جائے، میں ان دونوں کی شادی اپنے ہاتھوں سے کروں۔ میں نے امی سے یہ نہیں کہا کہ ماں کبھی شادی نہیں کروں گی۔ مگر امی کہتی ہیں کہ ثانیہ اور تحریم کی تعلیم مکمل ہونے تک میری شادی کی عمر گزر جائے گی۔"

اذہاد ایک لمحہ کیلئے جیسے پتھر کا بن گیا۔ اس کے ہونٹ سلب ہو گئے وہ کچھ بول نہ پایا۔

حجاب کے دوبارہ بلانے پر اس کے منہ سے جھرجھری سی لی "آنٹی ٹھیک کہتی ہیں آپ کو اس طرح ضد نہیں کرنی چاہئے۔ آپ کو اپنی بہنوں کے لئے اپنی زندگی برباد نہیں کرنی چاہئے۔ آپ کو آنٹی کی بات مان لینی چاہئے۔"

"یہ میرے لئے بہت مشکل ہے۔" حجاب یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

اذہاد کی حالت بہت عجیب ہو رہی تھی۔ اشتعال میں اس نے اپنے ہاتھوں میں مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔ اس کے اندر ایک لاوا سا ابل رہا تھا۔ وہ خود کو انتہائی بے بس اور لاچار محسوس کر رہا تھا کہ وہ صباحت سے حجاب کا ہاتھ بھی نہیں مانگ سکتا۔ جس لڑکی کے لئے اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا وہ لڑکی اسے اپنی زندگی سے زیادہ پیاری ہے۔ اس لڑکی سے وہ اظہار محبت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی پیشانی کی رگیں ابھر آئیں اور آنکھیں دہک کر انگارہ ہونے لگیں۔

وہ اپنے بازو پھیلا کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا اور کسی بھیڑیے کی مانند چیخنے لگا۔ حجاب جو اپنے کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی تھی سہم کر لان کی طرف دیکھنے لگی۔ صباحت تو ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی اور سورہ اخلاص کا ورد کرتے ہوئے لان کی طرف گئی۔

"بہت عجیب سی آواز آئی تھی، یہیں لان سے ہی آئی تھی۔" اس نے لان کے چاروں طرف نظر دوڑائی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ صباحت نے تسبیح پڑھتے ہوئے اذہاد کے کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھا۔ اذہاد بے خبر سو رہا تھا۔

صباحت دوبارہ اپنے کمرے میں جا کے سو گئی۔

"شاید یہ میرا وہم ہو۔ وہ آواز میں نے خواب میں سنی ہو۔"

اگلے روز بھی حجاب سب گھر والوں سے کھنچی کھنچی سی رہی۔ زیادہ وقت اس نے اپنے کمرے میں گزارا۔ صباحت بھی حجاب کے رونے کی وجہ سے پریشان تھی۔ لیکن وہ اپنی بیٹی کو جانتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جب لڑکے والے آئیں گے تو خاموشی سے تیار ہو جائے گی۔ وہ اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی اور نہ ہی مہمانوں کے سامنے کوئی غلط رویہ اختیار کرے گی۔

مہمانوں کے آنے کا دن بھی آ گیا۔

حجاب کے ساتھ ساتھ ثانیہ بھی کچن میں مصروف تھی۔ "آج تو شام کی چائے کے ساتھ بڑی مزے مزے کی چیزیں بن رہی ہیں۔ یہ کون آنے والا ہے؟" ثانیہ نے حجاب کو چھیڑا تو حجاب نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے اس طرح کا مذاق بالکل پسند نہیں ہے۔"

تحریم دوڑتی ہوئی کچن میں آئی۔ "آپی وہ لوگ آ گئے ہیں۔" تھوڑی دیر کے بعد صباحت نے حجاب سے چائے لانے کیلئے کہا۔ تحریم اور ثانیہ تو ان سے پہلے ہی مل چکی تھی۔ حجاب اندر چائے لے کر گئی تو اندر دو خواتین بیٹھی تھیں ان میں سے ایک لڑکے کی ماں اور دوسری پھوپھی تھی۔ حجاب نے انہیں چائے پیش کی، بہت خوشگوار ماحول رہا۔ صباحت بھی خوش تھی۔ خواتین کے انداز سے لگ رہا تھا کہ انہیں حجاب پسند آ گئی ہے۔ جب جانے کا وقت قریب آیا تو لڑکے کی ماں نے ہچکچاتے ہوئے صباحت سے کہا "آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" اس نے ترچھی نظر سے حجاب کی طرف دیکھا۔

"حجاب بیٹی! یہ برتن لے جاؤ۔" صباحت نے کہا۔

حجاب برتن اٹھا کے کچن میں لے گئی۔ صباحت نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیا کہہ رہی تھی آپ----"

دونوں خواتین نے مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر لڑکے کی ماں صباحت سے مخاطب ہوئی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہمیں آپ کے گھر کا ماحول بہت پسند آیا ہے۔ ہمیں خوشی ہو گی جب ہمارے بیٹے کی شادی اس گھر میں ہو۔"

صباحت کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ منہ میٹھا کرنے کیلئے مٹھائی منگوانے لگی تو لڑکے کی پھوپھی نے کہا "لیکن----" اس کے خاموش ہونے پر صباحت نے کہا "آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے کی عمر کے حساب سے ثانیہ ٹھیک رہے گی۔"

لڑکے کی ماں خدیجہ کی یہ بات سن کر صباحت جیسے سُن ہو گئی۔ دونوں خواتین نے اٹھتے ہوئے کہا "آپ اپنی بیٹیوں سے مشورہ کر لیں اور پھر ہاں وغیرہ کا بتا دیجئے گا پلیز ہمیں مایوس مت کیجئے گا۔ ہمیں آپ کے فون کا انتظار رہے گا۔"

ان کے جانے کے بعد صباحت کی ساری خوشی ہوا ہو گئی۔

ثانیہ اور تحریم صباحت کے پیچھے پڑ گئیں۔ "اماں! کیا بات کی لڑکے والوں نے، انہیں آپی پسند تو آ گئی ہے؟"

صباحت برتن اٹھاتے ہوئے چڑ کر بولی "جب تینوں بہنیں جوان ہوں تو لوگ رشتہ مانگتے ہوئے چھوٹی بڑی نہیں دیکھتے۔"

"کیا مطلب!" ثانیہ اور تحریم ایک دوسرے کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔ "تم دونوں بہنیں یہ برتن سمیٹو" صباحت یہ کہہ کر کچن سے باہر جا کے حجاب کو ڈھونڈنے لگی۔ وہ اس کے کمرے میں گئی تو وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ وہ بھی اپنے کمرے میں جا کے نماز پڑھنے لگی۔ اس کا دل غم کے بوجھ سے چور چور تھا۔ دعا مانگنے لگی تو اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ "اے میرے رب! تیرے سوا کوئی میرا پرسان حال نہیں۔ مجھے صحیح راہ دکھا، درست فیصلہ کرنے کی قوت دے۔ مجھے اپنی تینوں بیٹیاں عزیز ہیں، میں چاہتی ہوں کہ میری تینوں بیٹیاں اپنے گھر کی ہو جائیں۔ میرے رب میری یہ مراد پوری کر کے مجھے سرخرو کر دے۔"

صباحت نے حجاب سے رشتے کے موضوع پر کوئی بات نہیں کی۔

جب تک اس کے ذہن نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا اس نے بیٹیوں سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ رات ہو گئی۔ حجاب صباحت کے قریب بیٹھی تو صباحت نے حجاب کی طرف دیکھا۔ حجاب کسی پری کی مانند خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

"میری بیٹی تو شہزادی ہے، پتہ نہیں لوگوں کی آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے۔ اس وقت سے ڈرتی تھی میں۔ لڑکی کی عمر کے آگے اس کی خوبصورتی کی اہمیت نہیں رہتی۔"

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں----" حجاب نے ماں کے ہاتھ پر دھیرے سے ہاتھ رکھا۔

ثانیہ اور تحریم دروازے کی چوکھٹ کے پاس کھڑی دونوں کی باتیں سن رہی تھیں۔

صباحت نے حجاب کی طرف دیکھا۔ "جو لوگ رشتے کیلئے آئے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ تمہاری عمر ان کے بیٹے کی عمر سے زیادہ ہے۔ وہ اپنے بیٹے کیلئے ثانیہ کا ہاتھ مانگ رہے تھے۔" حجاب نے سر جھکاتے ہوئے پوچھا۔ "تو آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے فی الحال ان سے کچھ نہیں کہا۔ البتہ سوچنے کیلئے وقت مانگا ہے۔" صباحت نے حجاب سے جیسے آنکھیں چرا لیں۔

"اماں ٹھیک ہے! انہیں اپنے بیٹے کیلئے ثانیہ پسند آئی۔ مجھے یہ بات بری نہیں لگی۔ لیکن جب تک ثانیہ کی تعلیم مکمل نہیں ہو جاتی۔ ہم اس کی شادی کے بارے میں کیسے سوچ سکتے ہیں؟" حجاب نے کہا۔

صباحت کسی ٹوٹے برتن کی طرح کھنکی "میں جن حالات سے دوچار ہوں۔ اس میں اگر ثانیہ کا اچھا رشتہ آتا ہے تو میں قطعاً نہیں سوچوں گی کہ اس کی تعلیم مکمل ہوئی ہے یا نہیں۔ میں ثانیہ کے لئے رشتہ قبول کر رہی ہوں۔ اور یہ رشتہ بہت اچھا ہے۔ تم نے ہمیشہ اپنی ضد کی وجہ سے اچھے رشتے ٹھکرائے۔ ورنہ پہلے بڑی بہن کی شادی ہونی چاہئے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم فیصلہ کرنے میں میری مدد کرو۔"

حجاب جو اس سر جھکائے بیٹھی تھی۔ شکستہ لہجے میں بولی "اماں! اگر آپ نے فیصلہ حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو پھر ہمیں خواب دیکھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جو آپ بہتر سمجھتی ہیں وہ فیصلہ کر لیں۔"

حجاب نہ جانے من میں کتنی باتیں چھپائے وہاں سے اٹھ گئی۔ ثانیہ اور تحریم کیلئے یہ خبر کسی بم پھٹنے سے کم نہیں تھی۔

حجاب نے انہیں یہ باتیں اس لئے بتا دیں تا کہ صباحت کے فیصلے سے پہلے ثانیہ کا ذہن بن جائے۔ اگلے روز دوپہر کے کھانے کے بعد صباحت نے ثانیہ سے بات کی۔

اس نے ثانیہ کے آگے اپنا دکھوں سے تار تار دامن پھیلا دیا۔ ماں کی مجبوریاں سمجھتے ہوئے ثانیہ نے رشتے کیلئے ہاں کہہ دی۔

صباحت نے آگے بڑھ کر ثانیہ کو اپنے سینے سے لگایا۔ "سدا خوش رہو۔"

دوپہر کے ساڑھے تین بج رہے تھے۔ ثانیہ اور تحریم حسب معمول سو گئیں۔ حجاب قالین پر بیٹھی دیوار سے پشت لگائے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

دل پر غم کے بادل چھائے تھے آنکھیں بار بار بھیگ جاتی تھیں۔ اس کے اندر ایک جنگ جاری تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس کی کوئی قریبی دوست ہو جس سے وہ اپنا دکھ بانٹے شاید اس کی کوئی ایسی دوست بھی نہ تھی۔

وہ اپنے کمرے سے نکلی تو اس کے قدم اسے اذہاد کے کمرے تک لے گئے۔ اس نے اذہاد کے کمرے کے دروازے پر دستک بھی نہ دی۔ وہ کھوئی کھوئی سی دروازے کے باہر ہی کھڑی رہی۔ اذہاد کو جیسے اس کے آنے کی خبر ہو گئی وہ کمرے سے باہر آ گیا۔

"آپ----"

حجاب نے اذہاد کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ وہ لان میں جا کر گھاس پر بیٹھ گئی۔ اذہاد بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"کیا بات ہے آج بہت اداس لگ رہی ہیں----"

اذہاد نے حجاب کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھا۔ حجاب نے جیسے اذہاد کی بات ہی نہ سنی۔ وہ ایکدم سے مسکرانے لگی۔ "تمہیں معلوم ہے اذہاد! کچھ ہی دنوں کے بعد ہمارے گھر خوشیوں کے شادیانے بجیں گے۔"

اذہاد حسب دستور کے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ "آپ کا رشتہ پکا ہو گیا ہے۔۔۔۔؟"

"میرا نہیں! ثانیہ کا رشتہ پکا ہونے والا ہے۔" حجاب نے اذہاد کو چونکا دیا۔

"ثانیہ! وہ تو آپ سے چھوٹی ہے اور ابھی پڑھ بھی رہی ہے۔" اذہاد نے کہا۔

حجاب نے اذہاد کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں عجیب سی اپنائیت تھی۔ وہ بولنا شروع ہوئی تو محسوسات کے کسی سمندر میں جیسے غرق ہو گئی ہو۔ "دیکھو! کسی نے ایک پل کے لئے بھی نہیں سوچا کہ ثانیہ اور تحریم کی تعلیم کیلئے میں نے اپنی خوشیاں داؤ پر لگا دیں۔ اتنا بڑا فیصلہ لیتے ہوئے اماں نے صرف یہی کہا کہ تم نے اپنی ضد سے اچھے اچھے رشتے ٹھکرائے اور اب یہ وقت آ گیا ہے کہ لوگ تمہاری عمر کا سن کر پیچھے ہٹنے لگے ہیں۔

میرے ارمانوں کا کسی نے بھی نہ سوچا" حجاب کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے اس کے رخسار بھیگ گئے۔

اذہاد نے حجاب کے چہرے کو ٹکٹکی سا دیکھا "تم انسانوں کا یہی پرابلم ہے----"

"کیوں! کیا تم انسان نہیں ہو؟"

"اوہ سوری میرا مطلب ہے کہ ہم انسانوں کا یہی پرابلم ہے کہ ہم صرف اپنے ارمانوں کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اگر تم خود کو اماں کی جگہ یا ثانیہ کی جگہ رکھ کے سوچو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔"

"اور میں----" حجاب نے اپنائیت سے اذہاد کا ہاتھ تھام لیا۔

اذہاد نے اپنے ہاتھوں سے حجاب کے آنسو پونچھے۔ "آپ بہت اچھی ہیں۔ اپنی جگہ آپ بھی ٹھیک ہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ سوائے والدین کے دنیا کا ہر رشتہ کھوکھلا ہے۔ اگر کوئی آپ کی طرح مخلص ہو جائے تو اسے غم اور ٹھوکروں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔"

حجاب نے اذہاد کی طرف دیکھا "مجھے بھلے ٹھوکریں ملیں لیکن میں اماں اور بہنوں کیلئے جو کچھ ہو سکا میں کروں گی۔ آج مجھے اپنے دوست سے کچھ اور بھی چاہیے۔"

"مجھ سے----" اذہاد نے بے یقینی کی کیفیت میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں تم سے----"

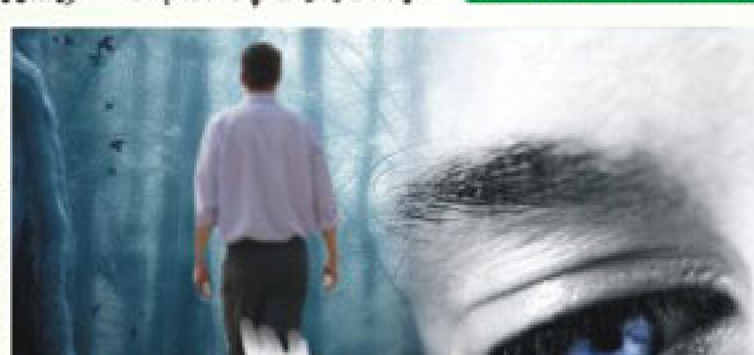
"آپ مانگیں تو سہی" اذہاد نے کہا

"مجھے ہر مشکل میں تمہارا ساتھ چاہئے دو گے؟"

اذہاد نے مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا "زندگی کے ہر موڑ پر تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو گی میں پہنچ جاؤں گا۔ کسی بھی مشکل میں کبھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

اذہاد کا لہجہ اس قدر گہرا تھا کہ حجاب اس کی باتوں میں کھو سی گئی۔

(جاری ہے)



www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 8

کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہوگیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

اذہاد نے اسے دلاسہ دیا اور کہا "رات بہت ہوگئی ہے اب تمہیں اپنے کمرے میں جا کر سو جانا چاہیے۔"

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔" حجاب نے بے دلی سے ہاتھوں کو جھٹکا تو اذہاد نے اس کے دائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میں دم کر رہا ہوں" حجاب نے مسکراتی نظروں سے اذہاد کی طرف دیکھا۔

"اپنی آنکھیں بند کرلو" یہ کہہ کر اذہاد نے ہونٹوں کی جنبش کے ساتھ کچھ ورد کرنا شروع کردیا۔ وہ دھیرے دھیرے اپنا ہاتھ حجاب کی پیشانی تک لے گیا۔ اس نے اپنا انگوٹھا حجاب کی بھنوؤں کے درمیان میں رکھا اور باقی انگلیوں کو اس کی پیشانی پر خفیف سے انداز سے حرکت دینے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ کچھ پڑھتا بھی رہا۔

کچھ دیر کے بعد جب حجاب نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ وہ جا کر اپنے کمرے میں سوگئی۔

صباحت نے لڑکے والوں سے ہانی کے رشتے کیلئے ہاں کہہ دی۔ جلد ہی ان کے گھر میں ہانی کی منگنی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

حجاب نے خود کو اس طرح سنبھالا کہ منگنی کی ساری تیاری اس نے ہاتھوں سے کی۔

منگنی سے ایک دن پہلے جب ساری تیاری مکمل ہوگئی تو لڑکے (سبحان) کی والدہ کا فون آیا کہ چھتے لوگ ان کے ساتھ آئیں گے ان سب کو سوٹ دینے ہیں۔

صباحت نے سبحان کی والدہ کو سمجھایا کہ انہوں نے سبحان کے اور ان کے والدین کے کپڑے خریدے ہیں۔ ابھی ان کا ہاتھ تنگ ہے۔ انشاءاللہ شادی پر یہ رسم پوری کردیں گے لیکن لڑکے کی ماں رضامند نہ ہوئی۔ حجاب نے صباحت سے فون لے لیا۔ "آنٹی آپ بے فکر رہیں جیسا آپ چاہتی ہیں ویسا ہی ہوگا"

حجاب کے کانوں میں سونے کے چھوٹے چھوٹے بندے تھے وہ بندے بیچ کر کپڑے خرید لائی۔ صباحت کو علم ہوا تو وہ حجاب پر خفا ہوئی۔

"اماں ایک بار منگنی ہوجائے۔ میں اور کما لوں گی" حجاب نے صباحت کو منا لیا۔

آج ہانی کی منگنی کے روز صباحت کے گھر خوشیاں رقص کر رہی تھیں۔

صباحت نے تھوڑے ہی لوگوں کو مدعو کیا تھا لیکن ہانی کی کزنز اور سہیلیوں نے اچھی خاصی رونق لگا رکھی تھی۔

سب لڑکیاں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تیار ہوئی تھیں، صحن میں گھسی پھولوں کی پتیاں تیار کر رہی تھیں۔

"جلدی کرو بس لڑکے والے آنے ہی ہوں گے۔ سبحان بھائی کا فون آیا ہے وہ گھر سے نکل پڑے ہیں۔" قریمہ پتیوں کی پلیٹ پکڑے ریک کرتے ہوئے اذہاد سے ٹکرا گئی۔

"اذہاد بھائی! آپ یہاں لڑکیوں میں کیا کر رہے ہیں" قریمہ نے شرارت بھرے انداز میں اذہاد کی طرف دیکھا۔

اذہاد نے بادامی رنگ کا کرتہ شلوار پہنا ہوا تھا۔ قمیض پر براؤن کلر کے دھاگے کا نفیس کام تھا وہ بہت وجیہہ دکھائی دے رہا تھا۔

قریمہ کی کزن نے قریمہ کو ٹہوکا دیا اور سرگوشی کے انداز میں بولی "یہ تمہارے گھر شہزادہ کون ہے"

قریمہ نے گلا کھنکھارتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں بھائی آپ نے بتایا نہیں کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔"

اذہاد ان لڑکیوں میں گھبرا سا گیا "وہ... میں پوچھنے آیا تھا کہ کوئی کام تو نہیں ہے۔"

"آپ ایسا کریں آپی حجاب سے پوچھیں جو ابھی تک خود تیار نہیں ہوئیں" قریمہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

اس کی کزن نے ایک بار پھر کہنی مارتے ہوئے کہا "قریمہ جاکے اپنی آپی کو تیار ہونے میں مدد دو انہیں تو ٹھیک سے میک اپ بھی کرنا نہیں آتا ہوگا۔"

"تمہیں ورنہ تو میری آپی کا مذاق اڑایا۔ وہ سادی بھی بہت پیاری لگتی ہیں" یہ کہہ کر قریمہ نے پھولوں کی پتیاں اٹھائیں اور سہیلیوں کے ساتھ لان کی طرف بڑھیں۔

اذہاد کی متلاشی نگاہیں ہر طرف حجاب کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ ابھی دروازے پر لڑکیوں کا شور بلند ہوا "لڑکے والے آگئے ہیں"

بڑے ہال میں بیٹھے تمام لوگ باہر لان میں چلے گئے۔

اذہاد وہاں اکیلا کھڑا تھا۔ پازیب کی جھنکار کی آواز پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

حجاب سرخ اور فیروزی لہنگے میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے فیروزی کرتے کے نیچے لہنگا سرخ زری کی تاروں والا پہنا ہوا تھا۔ وہ بلا کی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے لمبے بال کمر سے نیچے تک تھے۔ کانوں میں سرخ نگینوں کے لاکٹ سیٹ نے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا تھا۔ چہرے پر ہلکے سے میک اپ میں بھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ حسن تو ایسا تھا جیسے شیشوں میں جڑی ہوئی مورتی گڑیا جسے چھوتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔

اذہاد بے اختیار کہہ اٹھا "بہت پیاری لگ رہی ہو"

حجاب نے مسکراتے ہوئے اذہاد کو سرتاپا دیکھا "تم تو بہت کچھ رحم لگے۔ تمہارا سوٹ تو بہت زبردست ہے۔"

حجاب نے ہاتھوں میں پھولوں کی پتیوں سے بھری پلیٹ تھامی ہوئی تھی۔ اذہاد کی نظریں حجاب کے چہرے پر ہی ٹھہر گئی تھیں۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وقت یہیں تھم جائے وہ بس حجاب کو یونہی تکتا رہے۔ وہ اپنی اردگرد کی ہر چیز سے غافل ہوگیا تھا کہ حجاب نے پلیٹ سے پھولوں کی چند پتیاں اٹھائیں اور اس کے چہرے پر ماردیں "تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ لڑکے والے آگئے ہیں۔ آؤ ان کا استقبال کرتے ہیں۔" وہ دونوں بھی باہر چلے گئے۔

لڑکے والوں کے استقبال کے بعد لڑکے والوں کو کھانا کھلایا گیا۔ اس کے بعد منگنی کی رسم ہوئی۔

فنکشن رات گئے تک جاری رہا۔ اذہاد نے سارا کام ایسے سنبھالا کہ صباحت کو اپنے بیٹے کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ مہمانوں میں سے جس نے بھی اذہاد کے بارے میں پوچھا تو صباحت نے یہی کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

فنکشن ختم ہونے کے بعد جب سب مہمان چلے گئے تو اذہاد اور حجاب صباحت کے ساتھ مل کر برتن سمیٹنے لگے۔ ایک ایک چیز سمیٹتے رہے۔ کام ختم ہوگیا تو اذہاد نے صباحت سے کہا "آنٹی میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔"

"بیٹا تم نے تو کچھ ٹھیک طرح سے کھایا بھی نہیں ہے۔ میں سالن اور چاول گرم کرتی ہوں۔ تم کچھ کھا لو" صباحت نے کہا۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔ بس جا کر سو جاؤں گا۔" اذہاد نے کہا۔

"تم اندر بیٹھو میں چائے لاتی ہوں۔"

صباحت نے حجاب کو بلایا "حجاب اذہاد کے لئے چائے بنادو۔"

تھوڑی دیر کے بعد حجاب چائے کے دو کپ لے کر اذہاد کے پاس آگئی "میرے ہاتھ کی چائے پیو گے دن بھر کی تھکن دور ہو جائے گی۔"

حجاب نے کپڑے تبدیل کر لئے تھے۔ اس نے بالوں کو کلپ کی مدد سے باندھ لیا تھا۔ وہ سادی بھی پیاری لگ رہی تھی۔

اذہاد نے مسکراتے ہوئے حجاب کی طرف دیکھا "تم اگر مجھ سے ہر روز مسلسل کام کراؤ تو بھی میں نہیں تھکوں گا"

"کیوں تم کوئی جن زادے ہو۔ جو تھک نہیں سکتے۔" حجاب نے مسکراتے انداز سے اذہاد کی طرف دیکھا۔

اذہاد کی آنکھیں خلا میں بھٹکنے لگیں جیسے وہ کسی گہری سوچ میں کھو گیا ہو۔ حجاب کو اس کی آواز بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی "ہاں! میں جن ہی تو ہوں۔ کبھی خواب، کبھی اذہاد اور کبھی اچانک دھوئیں کی طرح تمہاری زندگی سے غائب ہو جاؤں گا۔"

"لیکن تم نے تو ہر مشکل وقت میں میرا ساتھ نبھانے کا وعدہ کیا ہے" حجاب نے کہا۔

اذہاد کی آنکھیں حجاب کی آنکھوں میں کھو گئیں۔ "میں نظر آؤں یا نہ نظر آؤں۔ میں ہر لمحے ہر وقت تمہارے پاس ہوں گا۔" حجاب نظریں جھکا کر چپ چاپ سانس لینے لگی۔

"بس کرو اذہاد! مجھے ڈر لگنے لگا ہے میرے ساتھ ایسا مذاق مت کرو۔"

"سوری حجاب! آئندہ ایسا مذاق نہیں کروں گا"

اذہاد کا لہجہ سنجیدہ ہوگیا۔

وہ چائے پی کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ حجاب صباحت کے ساتھ کچن میں مدد کرانے لگی۔

"آج فنکشن میں سب لوگ اذہاد کے بارے میں پوچھ رہے تھے" صباحت نے برتن سمیٹتے ہوئے حجاب سے کہا۔

"آپ نے کیا بتایا کون ہے اذہاد"

حجاب نے پوچھا۔

"میں نے کہا کہ تمہاری مامی کے بھائی کا بیٹا ہے۔ اذہاد میرا بیٹا ہے۔ اگر آج میرا بیٹا ہوتا تو اذہاد جیسا ہی ہوتا" صباحت کی اس بات نے حجاب کو پریشان کر دیا۔ "اماں! کیا آپ کو اب کہیں چھوڑ کر چلا جائے"

حجاب نے صباحت کو بے شمار الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کی کہ کسی غیر کو ہم اپنا نہیں سمجھ سکتے۔

صباحت کی فکر کی لکیریں بھی گہری ہوگئیں۔

"جب بھی جانے کا ذکر ہو دعائیں لے کر جائے گا میری"

حجاب صباحت سے کچھ مزید نہ کہہ سکی۔

صباحت نے پانی کا جگ حجاب کو پکڑایا "یہ پانی کمرے میں رکھ کر آؤ کل تم نے سکول سے چھٹی لی ہے نا"

"ہاں"

"اچھی بات ہے۔ میں نے منت مانی تھی کہ میری بیٹی کی منگنی خیریت سے ہو جائے تو میں شاہ جی کے مزار پر چادر چڑھاؤں گی۔ سوچ رہی ہوں کہ کل ہی جا کر چادر چڑھا دوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو۔"

"ٹھیک ہے اماں!" یہ کہہ کر حجاب پانی لے کر کمرے میں چلی گئی۔

صبح ہانی اور قریمہ کے جانے کے بعد صباحت اور حجاب نے جلدی جلدی گھر کا کام ختم کرلیا۔ وہ نکلنے لگیں تو اذہاد انہیں گیٹ پر ہی مل گیا۔

"آج تم کام پر نہیں گئے" صباحت نے اذہاد سے پوچھا۔

"آج دل نہیں چاہ رہا تھا سو میں نے چھٹی کرلی۔"

"چلو پھر تم بھی ہمارے ساتھ چلو" صباحت بے ساختہ بولی۔

"تم آؤ تو سہی"

"کہاں..."

"تم آؤ تو سہی راستے میں بتا دوں گی" صباحت اس کا ہاتھ کھینچتی ہوئی اسے ٹیکسی تک لے گئی۔

اذہاد کچھ بول نہ پایا۔

راستے میں اذہاد نے پھر پوچھا "اب تو بتا دیں کہ کہاں جا رہے ہیں"

"شاہ جی کے دربار پر جا رہے ہیں میں نے چادر چڑھانے کی منت مانی تھی۔"

صباحت کی بات سن کر اذہاد کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ پورے سفر میں کچھ بول نہ پایا۔ جب مزار کے قریب پہنچے تو حجاب نے صرف اتنا کہا "کیا تمہیں مزار پر جانا پسند نہیں"

اذہاد نے مسکراتے ہوئے حجاب کی طرف دیکھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔ خدا کے کسی پیارے بزرگ کے آستانے پر جانا تو مجھے اس قدر پسند ہے کہ وہاں جاکے تو میں اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہوں ڈر رہا تھا کہ آج میں کہیں خود کو کھو نہ دوں"

حجاب انجانی سی کیفیت میں اپنی آنکھیں ادھر ادھر گھمانے لگی۔ اسے اذہاد کی بات سمجھ نہیں آئی۔

مزار کے قریب زائرین کے ہجوم سے گزرتے ہوئے مزار کے اندر داخل ہوگئے۔

مزار کے باہر سے ہی صباحت اور حجاب نے گلاب کے پھولوں کی چادر لے لی تھی۔

مزار کے صحن میں شیشم کا پرانا درخت تھا جس کی جڑوں کے قریب بہت سے دیے پڑے تھے۔

درخت کے ایک حصے میں صباحت دیے جلانے لگی اور دوسرے حصے کے قریب حجاب اور اذہاد بیٹھ گئے۔ ان دونوں نے ایک ساتھ دیئے جلائے تو ایک انجانے سے رشتے کے احساس نے حجاب کے دل کی دھڑکنوں میں ہلچل مچادی۔

اس نے اذہاد کی طرف دیکھا تو اذہاد کی آنکھوں کی کوئی خاص سی کشش اسے اپنی طرف کھینچ گئی۔

اذہاد کے لب تو خاموش تھے تو پھر اس کے دل میں ایسا کیا تھا جس کا بھید اس کی آنکھیں کھول رہی تھیں۔

صباحت کی آواز نے ان دونوں کا سکوت توڑ دیا۔

"آجاؤ اندر جاکے شاہ جی کی قبر پر چادر چڑھا دیں۔"

صباحت کے ساتھ وہ دونوں وہاں سے اٹھے۔ بہت بڑے صحن کے بعد ایک برآمدہ تھا جس کے ساتھ ہی شاہ صاحب کی قبر تھی۔

وہ تینوں صحن عبور کرکے برآمدے کی طرف بڑھنے لگے تو قوالی کے دل کو چھو جانے والے بول ان کے کانوں سے ٹکرائے۔

قوال برآمدے کے قریب براجمان مخصوص لحن کے ساتھ رب کریم سے اپنی عقیدت کا اظہار کر رہے تھے۔ اذہاد کے قدم بے اختیار قوالوں کی طرف بڑھنے لگے۔

حجاب نے اسے پیچھے سے پکارا "اذہاد...." لیکن اذہاد کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ قوالوں کے سامنے خاموشی سے کھڑا ہوگیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ صباحت نے اسے پکارا "اذہاد! اذہاد! آجاؤ بیٹا" لیکن وہ تو قوالی کے سحر میں بس آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔

پھر اچانک اس نے دھمال ڈالنا شروع کردی۔ مزار پر آئے ہوئے کچھ لوگ بھی دھمال میں اس کا ساتھ دینے لگے۔

حجاب اور صباحت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کے قریب آگئیں۔

صباحت کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ "میں تو جانتی تھی کہ اذہاد من کا فقیر ہے دیکھو کس طرح مست ہو کر دھمال ڈال رہا ہے۔"

اذہاد نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھڑی کرلیں اور اپنے سر کو اپنے کندھوں پر گھمانے لگا کہ اچانک اس کے ساتھ دھمال ڈالنے والے لڑکے چیخ کر پیچھے ہٹ گئے۔

اذہاد کی شکل بدل چکی تھی اور اس کے بال کندھوں تک لمبے ہوگئے تھے۔

حجاب کے پسینے چھوٹ گئے۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ جو خواب وہ بند آنکھوں سے دیکھتی تھی آج وہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

اذہاد کی جگہ وہی لڑکا اس کے سامنے تھا جو اسے بار بار خواب میں دکھائی دیتا تھا۔ یہ وہی شہزادہ تھا جو حجاب کو کمزور کر رہا تھا اس کی محسوسات پر قابض ہو جاتا تھا۔

پراسرار ماحول میں حجاب کی چیخ گونج اٹھی تھی گویا اس کی اصلیت کھل گئی۔ اس نے اپنے چہرے کو ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اس کا جسم روشنی کی شعاع میں تحلیل ہوگیا جو آسمان کی طرف بڑھتی ہوئی غائب ہوگئی۔ یہ دیکھ کر حجاب پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ

بے ہوش ہوگئی۔ مزار میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ لوگ بھگدڑ میں زخمی ہو کر گرنے لگے۔

بہت مشکل سے صباحت حجاب کو ہسپتال پہنچا سکی۔ حجاب کو ہوش میں آنے کے بعد واپس گھر لے آئی۔ حجاب کو اس کے کمرے میں لٹانے کے بعد صباحت کچن میں آگئی۔ اس کے ہاتھ ابھی تک کانپ رہے تھے۔ دل کی دھڑکنیں بار بار بے قابو ہو رہی تھیں۔

"او میرے خدا اذہاد آسیب تھا جو انسان بن کر ہمارے ساتھ رہ رہا تھا۔ مجھے بی بی صاحبہ نے بتایا بھی تھا جو آسیب حجاب کو خواب میں دکھائی دیتا تھا وہ حجاب کے حسن کا اسیر ہو چکا ہے۔ اس نے تو اس



آسیب کو حجاب سے دور کردیا تھا لیکن میں نے اس کی یہ بات نظر انداز کردی کہ وہ آسیب حجاب کو اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے گا وہ دو سال کے بعد پھر آئے گا۔"

صباحت لمبے لمبے سانس لینے لگی "وہ آسیب اذہاد کے روپ میں آیا۔"

"اماں ذرا پانی تو دینا۔" حجاب کی آواز کمرے سے آئی۔

صباحت پانی کا گلاس لے کر حجاب کے پاس آئی۔ تھوڑی دیر کی بے ہوشی نے بھی حجاب کو نڈھال کر کے رکھ دیا تھا۔

اس نے اپنی بھاری بھاری پلکیں بمشکل اوپر اٹھائیں تو ماں کے چہرے پر چھائی دہشت کو اس نے صاف صاف پڑھ لیا۔

صباحت نے اسے پانی دیا اور پھر وضو کرنے کے لیے صحن میں بیسن کے پاس چلی گئی۔

آج اذہاد کے کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے کوئی رو رہا ہو۔ اس نے ترچھی نظر سے اذہاد کے کمرے کی طرف دیکھا کمرے کی لائٹ بھی جل رہی تھی۔

اس نے جلدی جلدی وضو کیا اور تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے اندر جاکے کمرے کی کنڈی لگادی۔

وہ قرآن پاک کھول کے بیٹھ گئی اور سورۃ یٰسین پڑھنے لگی۔ سورۃ پڑھنے کے بعد اس نے پانی دم کیا اور حجاب کو پلایا۔ حجاب صباحت کی حالت دیکھ کر بہت پریشان ہو رہی تھی۔

ہانی اور قریمہ گہری نیند سو رہی تھیں۔

حجاب نے اٹھ کر چولہے پر ہنڈیا چڑھادی۔ وہ خود بھی مزار میں ہونے والے واقعہ کے اثرات سے باہر نہیں نکل سکی تھی۔ گھر میں صباحت اور حجاب کے ہونے کے باوجود سناٹا چھایا ہوا تھا جس میں اندیشوں اور وسوسوں کی سرسراہٹیں تھیں۔ برتنوں کی کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں سن کر صباحت کچن میں آئی "تم چھوڑ دو بیٹی! میں کھانا بنا لیتی ہوں۔"

"اماں میں ٹھیک ہوں۔ آپ آرام کریں۔ میں فارغ بیٹھ کر کیا کروں گی" حجاب نے صباحت کو سمجھا کر بھیج دیا۔ وہ ہنڈیا کا سامان تیار کرتی رہی اور اپنے دماغ میں دھنسنے والے سوچوں کے غبار میں الجھی رہی۔

اذہاد کے ساتھ گزارے ہوئے لمحے ایک ایک کرکے اسے یاد آرہے تھے۔ اذہاد کی کہی ہوئی باتیں ذہن میں ہلچل سی مچا رہی تھیں۔ اس کے دونوں روپ بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔

کبھی اس کا تصور خوشگوار کر کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر دیتا اور کبھی خوف کا احساس کسی کی طرح سانسوں میں گھٹنے لگتا۔

سوچوں میں گم حجاب کو احساس ہی نہ ہوا کہ کب اس نے چولہے پر رکھا دوپٹہ کا آنچل ... آگ اس کی قمیض تک پہنچ چکی تھی۔ وہ چیخنے لگی۔ اس سے پہلے کہ آگ اس کے جسم کو جھلسا دیتی کسی نے اس کے جسم پر کمبل ڈال کر اسے ہاتھوں کے حصار میں لے لیا۔

حجاب نے سر اوپر اٹھایا تو وہ اذہاد کی دسترس میں تھی۔ حجاب نے اسے پیچھے کی طرف دھکیلا اور خود دیوار کے ساتھ جا لگی "کون ہو تم...." اذہاد دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے قریب آگیا۔ اس نے اپنی خمار آلود آنکھوں سے حجاب کی آنکھوں میں جھانکا۔

حجاب نے اپنی آنکھیں بند کرلیں "مت دیکھو مجھے اس طرح میں جانتی ہوں کہ تم کون ہو۔ تم مجھے اپنی آنکھوں سے سحر زدہ کر دو گے اور میں تمہاری ان خوبصورت آنکھوں میں کھو کے تمہارے اصل روپ کو بھول جاؤں گی"

"ٹھیک ہے تم میری طرف مت دیکھو۔ لیکن میں نے تم پر کبھی کوئی جادو نہیں کیا..... اپنے دل سے پوچھو کیا میں تمہیں خطرناک لگتا ہوں۔ کیا میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں؟"

حجاب نے اذہاد کی طرف دیکھا "تمہارا اصل روپ کیا ہے تم جن ہو، روح ہو یا کوئی جادوگر..."

"میں وہ ہوں جو تمہارے لئے چھوٹی سی چھوٹی چیز سے لے کر بڑی سے بڑی چیز کا روپ دھار کر تمہارے پاس آ سکتا ہوں۔ تم ظاہر میں مجھے دیکھ کر جانا چاہتی ہو اس وقت میں تمہارے شعور سے نکل کر تمہارے لاشعور میں ہوں۔ میں ہر لمحے ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں۔ حجاب میرا اصل نام اذہاد ہی ہے لیکن میں ایک جن زادہ ہوں" یہ کہہ کر اذہاد ایک ہی ساعت میں غائب ہوگیا۔ شاید اس لئے وہ غائب ہوا کیونکہ کچن میں صباحت کی آمد کی آہٹ آچکی تھی۔ جونہی صباحت کچن میں داخل ہوئی حجاب نے اپنا دوپٹہ زمین سے اٹھا کر اپنے کندھے پر گرالیا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئی کہ اس کا دوپٹہ کہیں سے نہیں جلا تھا۔

"یہ جلا ہوا دوپٹہ کیسے ٹھیک ہوگیا...." وہ سہمی سہمی سی پریشان ہو رہی تھی۔

صباحت اس کے قریب آئی تو وہ ماں کے سینے سے لپٹ گئی "اماں بہت ڈر لگ رہا ہے"

"ڈرو مت! میں اس مسئلے کا حل جلد نکال لوں گی۔ تم جس قدر ہو سکے قرآن پاک پڑھا کرو۔"

حجاب اس سے پیچھے ہٹ گئی اور دھیرے سے بولی۔ "اذہاد قرآن پاک کی تلاوت بہت اچھی طرح کرتا تھا۔ وہ کوئی شیطانی روح نہیں۔ جس نے بچپن سے لے کے ہم قرآن پاک پڑھتے ہیں وہ تو ایک راہوں کا مسافر ہے۔"

حجاب کی باتوں سے صباحت کی پیشانی پر پریشانی کی لکیریں مزید نمایاں ہوگئیں۔ "تم اس کے بارے میں اتنا کیسے جان سکتی ہو۔ میرے لیے یہ بات اہمیت نہیں رکھتی کہ وہ اچھا ہے یا برا۔ مجھے تو یہ بات پریشان کئے ہوئے ہے کہ ایک ماورائی مخلوق تمہارے آس پاس رہتی ہے۔ میں کل ہی تمہیں بی بی صاحبہ کے پاس لے جاؤں گی۔" حجاب مزید کچھ نہ کہہ سکی اور خاموشی سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

(جاری ہے)

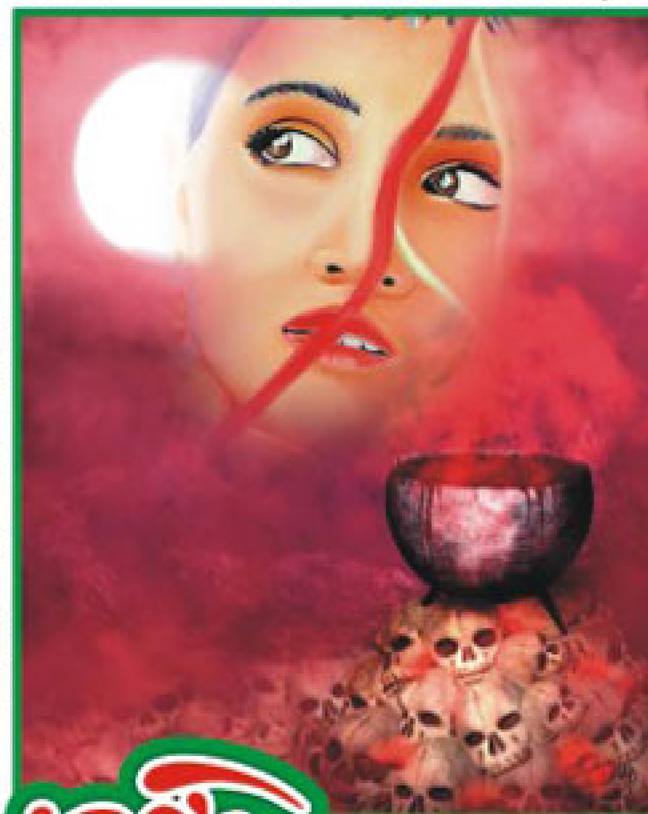
www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 9

آگھور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی



ثانیہ اور تریم کو جب اژدہا کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے پورے گھر میں شور ڈال دیا۔

ثانیہ اور تریم حجاب اور صباحت سے طرح طرح کے سوال کرنے لگیں۔

ثانیہ تو کسی بھی طرح ماننے کو تیار نہیں تھی۔ ”ایک شخص بچپن کمسنٹ بن کے ہمارے ساتھ رہتا ہے اور آپ کہتی ہیں کہ وہ ایک آسیب تھا جو انسانی شکل میں ہمارے ساتھ رہتا رہا۔“

تریم نے بھی ثانیہ کی بات کی تردید کی۔

”ہاں اماں ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ مزار میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب آپی کا Imagenation ہو شاید حجاب جاگتے میں خواب دیکھنے لگی ہو۔“

صباحت نے سختی سے بولی ”حجاب جاگتے میں خواب دیکھ سکتی ہے۔ میں تو جاگتے میں خواب نہیں دیکھ سکتی، جو کچھ تمہیں اژدہا کے بارے میں معلوم ہوا ہے وہ سب ٹھیک ہے جب تک میں اس مسئلے کا توڑ نہیں کر لیتی، کوئی اس موضوع پر دوبارہ بات نہیں کرے گا اور سنو! میں اژدہا کے کمرے کے باہر تالا چڑھا رہی ہوں، اس کمرے کے آس پاس بھی نہ بھٹکنا تم تینوں بہنیں ایک ہی کمرے میں رہنا۔“

تریم کی سانس اٹک گئی، خوف سے اس کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔ ”اماں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔“

صباحت نے تریم کے بالوں کو سہلایا۔ ”حوصلہ رکھو، کچھ نہیں ہوتا۔“

رات کو صباحت بیٹیوں کے ساتھ ہی لیٹ گئی آج اس رات کے سناٹے میں خوف و دہشت کے اوہام سمٹ آئے تھے۔ اس رات کا ہر پل آنے والے اگلے پل سے خوفزدہ تھا، نہ جانے اچانک کیا ہو جائے۔

صباحت خدا کے کلام کی ڈوری مضبوطی سے تھامے تسبیح کا ورد کر رہی تھی۔

بظاہر تو تینوں بیٹیوں نے آنکھیں موندی ہوئی تھیں لیکن نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

نصف رات میں صباحت اور ثانیہ تریم سو گئیں۔

حجاب ٹکٹکی باندھے چھت کو گھور رہی تھی۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ سب کچھ بھول نہیں پا رہی تھی۔ اژدہا کا تصور اس کی دوسری ساری سوچوں پر چھایا تھا۔

اس کی دوستی کے پل یاد آئے تو اس خوبصورت تصور میں وہ مسکرانے لگی، اپنے خیالوں کے اس شہزادے کو جب فقیر کے روپ میں مزار پر دیکھتی تو دل میں آتا کہ زمانے بھر کی خوشیاں اس کے کشکول میں ڈال دوں۔ پھر اچانک اس کے آسیب ہونے کے تصور سے حجاب ہڑبڑا کر اٹھ گئی اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ اس نے اٹھ کر پانی پیا تو صباحت اور اس کی بہنیں گہری نیند سو رہی تھیں۔

وہ دوبارہ بستر پر دراز ہونے لگی تو بلی کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ ”کہیں کچن کا دروازہ کھلا تو نہیں رہ گیا“۔ وہ بستر سے اٹھ کے کچن کی طرف بڑھی، کچن کا دروازہ بند تھا۔

اس نے کچن کی کھڑکی کھول کے باہر جھانکا تو ایک بار اس کا دل زور سے دھڑکا۔ ایک سیاہ بلا اژدہا کے کمرے کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

وہ کمرے کی کھڑکی کی طرف گیا تو کھڑکی خود بخود کھل گئی، وہ اندر کود پڑا۔ حجاب نے جھٹ سے کچن کی کھڑکی بند کر دی اور بھاگ کے بستر میں گھس گئی۔

اگلی صبح جونہی ثانیہ اور تریم کالج گئیں، صباحت حجاب کو لے کر پیر بہمان کے پاس چلی گئی۔

پیر بہمان کا گھر ڈھونڈتے ڈھونڈتے صباحت انتہائی پرانے طرز کے گھروں کی گلی میں داخل ہو گئی۔ ہر گھر دیکھنے میں کھنڈر معلوم ہو رہا تھا۔ صباحت ایسے ہی کھنڈر نما گھر کے آگے کھڑی ہو گئی۔

”میرا خیال ہے یہی گھر ہے، پیر بہمان کا ایڈریس میں مکان نمبر یہی لکھا ہے۔“

دروازے کے باہر کوئی گھنٹی نہیں تھی۔ صباحت دروازے پر دستک دینے لگی تو دروازہ اچانک کھل گیا۔ سامنے ہی صحن میں زمین پر بچھی دریوں پر بہت سی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

صباحت اور حجاب تنگ سی گلی سے گزر کر صحن میں داخل ہو گئی، سامنے دیوان پر پیر بہمان براجمان تھے۔ پیر بہمان نے صباحت کی طرف دیکھا تو اسے آگے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

دونوں پیر بہمان کے قریب بیٹھ گئیں اور پیر صاحب کو سلام کیا۔ پیر بہمان نے گہری نظر سے صباحت کے پریشان چہرے کی طرف دیکھا۔

”کیا پریشانی ہے...؟“

صباحت نے اپنے ہاتھ آپس میں جوڑ لیے۔ ”سائیں ہم نادان لوگوں کو معاف کر دیں۔ اس دن قبرستان میں ہم آپ کی بات نہیں سمجھ پائے، آپ بہت پہنچے ہوئے ہیں، آپ ہمیں بتا رہے کہ اژدہا ایک آسیب ہے۔“

پیر بہمان نے تسبیح گھماتے ہوئے تحمل سے کہا۔ ”جب آپ کو اس کی طرف سے کوئی پریشانی نہیں تھی تو ہم نے بھی بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ مخلوق بھی ہماری طرح اپنے اپنے کاموں میں سرگرم رہتی ہے۔ جب تک ہمیں ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہ ہو ہم انہیں نہیں چھیڑتے... اب بتاؤ کیا مسئلہ ہے۔“

صباحت نے پیر بہمان کو سب کچھ تفصیل سے بتایا۔ حجاب خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

”اچھا تو یہ معاملہ ہے...“ پیر بہمان نے گہری نظر سے حجاب کی طرف دیکھا۔ ”اِدھر آؤ بیٹی میرے پاس“۔

حجاب پیر بہمان کے قریب بیٹھ گئی۔ پیر بہمان نے اس کی آنکھیں دیکھیں، اس کی زبان کی رنگت اور ناخنوں کی رنگت کا معائنہ کیا۔

”جاؤ اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ“ پیر نے حجاب سے کہا اور حجاب اٹھ کر صباحت کے پاس بیٹھ گئی۔

پیر بہمان گویا ہوئے ”صباحت! تمہاری بیٹی بالکل تندرست ہے۔ آسیب زدہ انسان تو ایسا ہوتا ہے جیسے کسی نے اس کا خون نچوڑ لیا ہو۔ تمہاری بیٹی آسیب زدہ نہیں ہے بلکہ وہ آسیب اس کے حسن کے قفس میں گرفتار ہے۔ اس نے اس کو ذرا سی بھی اذیت نہیں دی اور خود اس کے لیے اذیتیں لے رہا ہے۔“ بابا کی اس بات پر حجاب کی خاموشی ٹوٹ گئی۔

”بابا! آپ کو کیسے پتا کہ وہ اذیتیں اٹھا رہا ہے؟“

”اگر کوئی آسیب کسی آدم زادی کی زلف کا اسیر ہو جائے تو وہ اکثر اس کے جسم پر قابض ہو جاتا ہے اس سے آسیب کی طاقت تو بحال رہتی ہے لیکن وہ لڑکی دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے جبکہ اژدہا ایک عفریت ہونے کے باوجود ایک انسان کے روپ میں تمہارے آس پاس رہتا ہے۔ اس کا یہ مادی وجود ہماری آب و ہوا میں کسی بھی قسم کی تبدیلی سے زخمی ہو جاتا ہے جیسے اس روز جب وہ تمہارے ساتھ قبرستان آیا تو میرے چلے کی وجہ سے اس کا وجود جگہ جگہ سے جھلس گیا تھا۔“

حجاب کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ ”لیکن وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے؟“

پیر صاحب کی آنکھیں جیسے خلا میں ٹھہر گئیں

”میرا خیال ہے کہ وہ تمہاری اور تمہارے خاندان کی حفاظت کر رہا ہے۔“

صباحت نے روتے ہوئے پیر بہمان کی بات کاٹ دی۔ ”بابا جی! گستاخی معاف کریں، ہم کمزور انسان ہیں۔ آپ جیسا حوصلہ نہیں ہے ہمارے اندر...“

”تو کیا چاہتی ہے...؟“ پیر نے صباحت سے پوچھا۔

”میں چاہتی ہوں کہ آپ اسے حجاب کی زندگی سے دور کر دیں۔ آپ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں بس اسے ہماری زندگی سے دور کر دیں، ہم اس سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔“

پیر بہمان نے ٹھنڈی آہ بھری۔ ”ٹھیک ہے میں کل تمہارے گھر آؤں گا...“

گھر آنے کے بعد صباحت تو کچن میں مصروف ہو گئی مگر حجاب کھوئی کھوئی سی کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ پیر بہمان کے پاس سے آنے کے بعد اس کے دل کا بوجھ مزید بڑھ گیا۔ اسے پیر بہمان کا گھر آنا قطعی پسند نہیں تھا مگر وہ صباحت کی مرضی کے آگے کیا کہہ سکتی تھی۔

اگلے روز بھی اس کے من کو کھٹکا لگا رہا کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔

پیر بہمان رات کے وقت آئے۔ ان کے ساتھ ان کے دو مرید بھی تھے۔ مہمان خانے میں حجاب نے انہیں چائے پیش کی، اس کے بعد اماں نے تینوں بیٹیوں کو اپنے کمرے میں رہنے کی ہدایت کی۔ چائے پینے کے بعد پیر بہمان نے پورے گھر کا جائزہ لیا۔

آخر میں وہ اژدہا کے کمرے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ وہ دھیمی سی آواز میں صباحت سے گویا ہوئے۔ اس کمرے کا تالا کھولو، ہم آج رات اس کمرے میں گزاریں گے“۔

”جیسا آپ کا حکم“ صباحت نے کمرے کا تالا کھول دیا۔

”ایک بات آپ سے اور کہنی ہے“

پیر بہمان نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اپنے مریدوں سے اژدہا کے کمرے میں ٹھہرنے کیلئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ مہمان خانے میں جا کر بات کرتے ہیں“ پیر بہمان نے کہا۔

مہمان خانے میں جانے کے بعد صباحت نے تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ ”کیا بات ہے سائیں۔“

پیر بہمان نے بھاری سی آواز میں کہا۔

”رات کے کسی بھی پہر میں ہمیں اژدہا کی آمد کا علم ہوا تو ہمارا عمل ہمیں جس کمرے کی طرف اشارہ کرے گا ہمیں اس کمرے میں جانا ہوگا۔“

”جیسا آپ کہیں سائیں جی، میں بھی رات بھر جاگوں گی۔ آپ بس میرے کمرے کے دروازے پر دستک دے دیجئے، میں خود آپ کو اس کمرے تک لے جاؤں گی۔“

تینوں بہنیں ایک کمرے میں سو گئیں اور صباحت اپنے کمرے میں عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ پیر بہمان اژدہا کے کمرے میں اپنے مریدوں کے ساتھ کسی خاص عمل میں مصروف تھے۔ رات کے دو بجے صباحت کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

صباحت نے دروازہ کھولا۔

پیر بہمان کے مرید نے اسے سرگوشی کے انداز میں اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل دی۔ صحن میں پیر بہمان آنکھیں بند کئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ وہ صحن کے وسط میں کھڑے تھے ان کے ہاتھ میں لوہے کا چھوٹا سا چمٹا تھا۔ پیر بہمان نے صباحت کی طرف دیکھا ”اژدہا آ گیا ہے۔ یہ لوہے کی چمٹی ہمیں جس طرف اشارہ کرے گی ہمیں اس طرف ہی جانا ہوگا۔“

پھر وہ کچھ پڑھنے لگے جس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چمٹی دائیں طرف کو مڑ گئی۔

پیر بہمان اس چمٹی کے تعین کی ہوئی سمت کی طرف چلنے لگے۔ ساتھ ساتھ صباحت اور پیر کے مرید بھی چلنے لگے۔ ان کے قدموں میں خوف کی سرسراہٹیں تھیں۔ پیر کے علاوہ سب کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

چلتے چلتے پیر بہمان کے قدم حجاب کے کمرے میں رک گئے۔ انہیں آگے جانے کا اشارہ نہیں ملا۔ چمٹی کے اشارے کے مطابق اژدہا اسی کمرے میں تھا۔

پیر بہمان نے پورے کمرے کا جائزہ لیا تینوں بہنیں الگ الگ پلنگوں پر سوئی ہوئی تھیں۔

صباحت نے پیر بہمان کو اشارہ کیا ”حجاب کو دیکھیں“

حجاب بے چینی سے سر کو اِدھر اُدھر پٹخ رہی تھی۔ اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ وہ سخت نیند میں تھی لیکن شاید کوئی خواب اسے نہ جاگنے دے، نہ اطمینان سے سونے دے رہا تھا۔

پیر بہمان نے ایک بار پھر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس بار چمٹی کا رخ حجاب کی طرف تھا۔

پیر بہمان نے خفیف سے انداز میں سرگوشی کی ”اژدہا حجاب کے لاشعور پر قابض ہے۔ وہ اس وقت اژدہا کو خواب میں دیکھ رہی ہے۔ وہ کوئی تصور نہیں، اصلیت میں تمہاری بیٹی سے مل رہا ہے۔“

یہ کہہ کر پیر نے لوہے کی چمٹی حجاب کی پیشانی پر رکھ دی۔

حجاب کریہہ آمیز آواز میں چلائی پھر ایک جھٹکے کے ساتھ کروٹ بدلتے ہوئے پلنگ سے نیچے گر گئی۔

صباحت نے دھک سے اپنے سینے پر ہاتھ مارا ”سائیں جی! یہ حجاب کو کیا ہو گیا ہے؟“

سائیں نے اپنے ہونٹوں پر انگشت رکھتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ حجاب سائیں کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

سائیں بھی زمین پر حجاب کے قریب بیٹھ گیا۔

حجاب کے چہرے کا تاثر ایک دم بدل گیا تھا اس کی سانس کی آواز کافی بلند تھی جس میں وحشت کی آوازیں تھیں۔ پیر بہمان نے اس کے قریب جا کر پوچھا ”کون ہو تم؟“

حجاب پیر بہمان کو گھورے جا رہی تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پیر بہمان ایک بار پھر گرجدار آواز میں چلائے ”میں پوچھ رہا ہوں کہ کون ہو تم......؟“

حجاب مردانہ آواز میں بولی ”اژدہا“

”اژدہا! میں تمہیں کسی قسم کی اذیت دینا نہیں چاہتا......“

ابھی بات سائیں کے منہ میں ہی تھی کہ حجاب چلائی ”تم مجھے حجاب کے بدن میں کیوں لائے، کیسے عامل ہو، کیا نہیں جانتے کہ حجاب گھائل ہو جائے گی۔“

”گھائل ہوتی ہے تو ہو جائے تم تو میری گرفت میں ہو“ سائیں نے یہ کہہ کر کپڑے کی پوٹلی میں سے تھوڑی سی راکھ نکالی اور حجاب پر چھڑک دی۔ اژدہا کی خوفناک غراہٹوں میں کئی آوازیں فضا میں گونج اٹھیں۔ کمرے میں جیسے بھونچال سا آ گیا ہو۔ چیزیں اس طرح ہلنے لگیں جیسے خوفناک زلزلے میں پل بھر میں سب کچھ تہس نہس ہو جاتا ہے۔

حجاب لکڑی کے تختے کی طرح اکڑ کے بیٹھ گئی۔ وہ خوفناک غراہٹوں کے ساتھ اژدہا کی آواز میں چلائی ”میرے اور حجاب کے بیچ میں مت آؤ، تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔“ حجاب نے انگشت سے پیر بہمان کی طرف اشارہ کیا تو وہ روئی بھرے پتلے کی طرح ہوا میں اچھل کے چھت سے ٹکرائے اور جب واپس زمین پر گرے تو ان کی چیخیں نکل گئیں۔ جس کے ساتھ ہی بھونچال کی حالت بھی ختم ہو گئی اور حجاب بے ہوش ہو گئی۔ پیر بہمان کے مرید انہیں اٹھا کر ہسپتال لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد حجاب کو ہوش آیا تو وہ ٹھیک تھی۔

حجاب کے ٹھیک ہونے کے بعد صباحت بھی سمجھ گئی کہ اژدہا حجاب کی زندگی سے نکل چکا ہے۔

پیر بہمان کے زخمی ہونے پر وہ یہی سمجھی کہ اژدہا نے حجاب کو چھوڑتے ہوئے اپنے غصے کا اظہار کیا ہے۔

پیر بہمان کی ٹانگ کی ہڈی میں فریکچر ہوا تھا ان کی تیمارداری کے لئے صباحت چار روز تک ہسپتال جاتی رہی۔

پیر بہمان نے اژدہا کے بارے میں صباحت سے کوئی بات نہیں کی بس یہی کہا کہ نماز قرآن پاک باقاعدگی سے پڑھا کرو، کوئی شیطانی طاقت تمہیں تنگ نہیں کرے گی نیک انسان ہو یا نیک جن لوگوں کو تنگ نہیں کرتے ان سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔

☆☆☆☆

حجاب اپنا پیریڈ لینے کے بعد سکول کی کینٹین میں بیٹھ گئی اس نے اپنے لئے چائے منگوائی جو کچھ گزشتہ تین دن میں ہوا تھا وہ سب اس کے مزاج کے خلاف تھا، وہ سب حجاب نہیں چاہتی تھی وہ انہیں سوچوں میں گم تھی کہ اسے پیغام پہنچا کر پرنسپل صاحبہ اسے بلا رہی ہیں وہ آفس گئی۔ پرنسپل صاحبہ نے اسے خوشی کی خبر سنائی وہ ایک عام ٹیچر سے واپس پرنسپل بن گئی تھی۔ تنخواہ بھی اچھی بھلی بڑھ گئی تھی یہ خبر سنتے ہی حجاب اپنی ساری پریشانی بھول گئی۔

”تمہیں یہ ترقی مبارک ہو لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہم ایک اچھی ٹیچر سے محروم ہو گئے ہیں تمہاری ٹرانسفر بھلوال ہو گئی ہے۔ سکول کے ہاسٹل میں تمہاری رہائش کا بندوبست بھی ہے۔“ پرنسپل نے ٹرانسفر لیٹر حجاب کی طرف بڑھایا۔

حجاب نے وہ ٹرانسفر لیٹر لیا وہ ایک بار پھر گہری سوچوں میں ڈوب گئی۔

چہرے پر پھیلی ہوئی مسکان ایک ہی ساعت میں غائب ہو گئی۔

پرنسپل نے گہری نظر سے حجاب کی طرف دیکھا ”مس حجاب آپ کس سوچ میں پڑ گئیں آپ چاہیں تو وہاں کوئی کرائے کا گھر لے کر اپنی فیملی کے ساتھ رہ سکتی ہیں۔ اور اگر آپ ہاسٹل ہی میں رہیں تو اپنی تنخواہ سے آپ اپنی فیملی کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہیں۔“ لیکن حجاب کو اپنی فیملی سے دور جانے کا دکھ ترقی کی خوشی سے کہیں زیادہ تھا۔

وہ خاموشی سے آفس سے چلی گئی۔

دوپہر کھانے پر اپنے گھر والوں کو جب حجاب نے اپنی ترقی اور ٹرانسفر کے بارے میں بتایا تو ثانیہ اور تریم تو مارے خوشی کے جھوم اٹھیں۔ تریم نے یہ مشکل نوالہ اندر کیا ”جیو آپی اب تو چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے ترسنا نہیں پڑے گا۔“

ثانیہ بلا تامل بولی۔ ”میں تو آپی سے گولڈ کا سیٹ لوں گی۔“

صباحت کا تو دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی ”تم دونوں کیا پاگل ہو گئی ہو۔ یہ خیال نہیں آیا تم دونوں کو کہ حجاب ہم سب سے کتنی دور چلی جائے گی بس کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں ایسے پیسوں کی۔“

حجاب نے صباحت کا ہاتھ تھاما ”اماں میری خوشی کے لئے مان جائیں ایسا موقع بار بار نہیں ملتا۔ ثانیہ کی شادی بھی تو کرنی ہے۔“

”لیکن...“ صباحت کے منہ میں ہی بات رہ گئی۔ حجاب نے صباحت کے گلے میں بانہیں حمائل کر لیں۔

حجاب نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا اور وہ بھلوال کے گرلز ہاسٹل میں شفٹ ہو گئی۔

ان تین مہینوں میں جیسے بہت کچھ بدل گیا۔

حجاب کے مزاج کی سنجیدگی اس کی زندگی کے ہر پہلو پر چھا گئی۔ زندگی کی رعنائیوں اور خوشیوں سے اس کا واسطہ جیسے ٹوٹ سا گیا۔

وہ خاموشی سے کسی مشین کی طرح اپنے کام میں لگی رہتی۔ گھر والوں سے رابطے کے لئے اس نے ایک سستا سا موبائل بھی خرید لیا۔

گھر والوں سے دور جانے کے بعد اسے احساس ہوا کہ صرف صباحت ہی تھی جسے اس کی فکر تھی۔ ثانیہ اور تریم تو شاذ و نادر ہی اسے فون کرتیں۔

حجاب اپنی بے رونق اور مصروف زندگی سے نکل کر چھٹی میں جب گھر جاتی تو بھی ثانیہ اور تریم کو کسی نہ کسی بات پر ناراض ہی دیکھتیں۔

یہ سوچ کر کسی ناسور کی طرف اسے اندر ہی اندر کھا رہی تھی کہ دکان کی آمدن اور اس کی تنخواہ سے بھی گھر کا گزارہ نہیں ہو رہا۔ گھر والے مطمئن نہیں ہیں تو انہیں خوش کرنے کے لئے کیا کرے۔

صباحت نے ساتھ ساتھ ثانیہ کی شادی کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ وہ اپنے گھر سے قسطوں کا ڈھیر سارا بوجھ لیے واپس آ جاتی۔

رات کے دس بج رہے تھے۔ پورے ہاسٹل میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

حجاب اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر کے لان کا نظارہ کر رہی تھی۔ بہار کے مہینے کی دلفریب ہوائیں کے جھونکے اس کے چہرے کو چھوتے گزرتے تو وہ آنکھیں بند کر کے کھو جاتی۔

آخر اس سے رہا نہ گیا، اس نے اپنے ساتھ والے کمرے میں رہنے والی ٹیچر کو SMS کیا کہ واک کرتے ہیں۔ SMS پڑھ کر وہ ٹیچر باہر آ گئی۔

”بہت اچھا کیا میں تو خود سوچ رہی تھی کہ واک کروں۔ اتنے میں تمہارا میسج آ گیا“ روبینہ نے مسکراتے ہوئے کہا

حجاب نے ایک لمبا سانس کھینچا ”مجھے یہ موسم بہت پسند ہے۔“

دونوں سہیلیاں واک کرنے لگیں۔ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ روبینہ تھوڑی دور ہی چل پائی تھی کہ اس کا فون آ گیا۔ وہ فون سننے کے لیے رکی۔

حجاب روبینہ سے باتیں کرتی رہی مگر جواب نہ پا کر اس نے پلٹ کر دیکھا روبینہ اس سے چند قدم پیچھے تھی۔

حجاب نے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے آگے کی طرف کھینچا تو وہ دونوں ہم قدم ہو گئیں۔ دور دور تک ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ حشرات کی سیٹی نما آوازوں نے سناٹے کا احساس بڑھا دیا تھا۔ چنبیلی کے پھولوں کے پاس پہنچ کر حجاب کے قدم بے اختیار رک گئے۔

”لگتا ہے تمہیں چنبیلی کے پھول بہت پسند ہیں“ روبینہ نے پھولوں کو چھوا۔

حجاب کی کمان دار بھنویں ایک لمحہ کے لیے سکڑ گئیں، جیسے گہری آنکھیں کسی یاد کے جھروکوں میں جیسے کھونے لگیں۔ ”ہمارے پرانے گھر میں چنبیلی کے پھولوں کے بہت سے پودے تھے۔“

”اور ایسا کیا تھا تمہارے پرانے گھر میں، جو تم بھول نہیں سکی“ روبینہ نے پرانی یادوں کو پھر سے کریدا۔

”اس گھر میں ڈھیر سارا سکون اور بہت سی خوشیاں تھیں جو شاید اس گھر میں ہی رہ گئیں۔“ حجاب کا بے خیالی میں لوہے کی تار پر ہاتھ لگ گیا، اس کے منہ سے سی کی آواز نکلی۔

”حجاب اُدھر سامنے جاتے ہیں“ روبینہ نے سامنے وسیع و عریض کھلے میدان کی طرف اشارہ کیا۔ حجاب نے تعجب سے روبینہ کی طرف دیکھا۔

”وہاں تو خاردار جھاڑیاں ہیں، ایسی ویران جگہ پر مجھے خوف آتا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے جھرجھری لی۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بچھو کا دوزخ

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 10

روبینہ نے حجاب کی خاموش آنکھوں میں جھانکا "جس کے اندر سناٹے ہوں، اسے باہر کے سناٹوں کا کیا خوف.....۔"

"کیا مطلب....." حجاب کو روبینہ کا لہجہ قدرے بدلا بدلا لگا۔

اس نے حجاب کا ہاتھ پکڑا "آؤ چلتے ہیں۔" حجاب کو روبینہ کا ہاتھ کسی مرد کے ہاتھ جیسا لگا۔

وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی روبینہ کے ساتھ خاردار جھاڑیوں کی طرف چلی گئی۔ وہ دونوں خاردار جھاڑیوں پر پاؤں رکھ کے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے بڑھتی رہیں۔ حجاب چھوٹی چھوٹی چیخیں مارتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کا دوپٹہ کسی کانٹے سے اٹک گیا۔

"بس روبینہ یہیں ٹھہرتے ہیں" حجاب نے اپنا دوپٹہ کانٹے سے نکالتے ہوئے کہا۔

حجاب نے روبینہ کی طرف گہری نظر سے دیکھا اور یہ تمہیں خاردار جھاڑیاں، بیاباں راستے کیوں بھانے لگے تم تو بہت سلجھی ہوئی لڑکی ہو۔"

تیز تیز بولنے والی روبینہ انتہائی ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی "خاردار جھاڑیوں سے بھری اندھیروں میں ڈوبی ہوئی اس کھلی زمین کی طرف دیکھتے ہوئے ستاروں سے جگمگاتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھو، اپنی نظروں کی وسعتوں سے تم چند لمحوں میں زمین و آسمان کا فاصلہ ختم کر دو گی اور پھر تمہیں یہ محسوس ہوگا جیسے تمہارا جسم کسی ہیولے کی طرح آسمان میں پرواز کرنے لگا ہے۔ اپنی لاشعوری قوتوں کو تیز کرنے کی ایک مشق ہے کر دیکھو۔"

"ہاں....." یہ کہہ کر حجاب نے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ویران جگہ کی طرف دیکھتے ہوئے آسمان پر نظریں مرکوز کر دیں۔

چند لمحوں کے بعد اس کی آنکھوں کے پردہ بصارت سے زمین کا عکس ختم ہو گیا اور وہ آسمان کے اندھیروں میں کھو گئی۔ پھر جیسے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور وہ خود کو ہوا میں معلق محسوس کرنے لگی۔ ان لمحوں میں اس کے ذہن پر اپنا پورا کنٹرول تھا، وہ جب چاہے یہ معلق ختم کر سکتی تھی۔

مگر جب اس کا جسم کسی ہیولے کی طرح آسمان کی طرف پرواز کرنے لگا تو اس کا ذہن اس کے کنٹرول میں نہیں رہا۔

کوئی انجانی طاقت اسے اپنی طرف کھینچے لے جا رہی تھی، کسی نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما ہوا تھا، بظاہر کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے چیخنا چاہا مگر اس کی قوت گویائی سلب ہو چکی تھی۔

پھر اچانک اس کے پیروں تلے زمین آ گئی، وہ کسی درخت کے پاس کھڑی تھی۔ ابھی تک کسی نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اس کی چیخ نکل گئی جب اس ہوائی جسم نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ خوف سے چلائی "کون ہو تم" وہ ہوائی جسم اپنے مادی وجود میں آ گیا۔

"اذلاد"

حجاب کھل اٹھی۔ جیسے کوئی اپنے کسی پیارے کو دیکھ کے خوش ہو جاتا ہے۔

اذلاد نے خفیف سا اس کے چہرے کو چھوا "میں جانتا تھا کہ اس پیارے موسم میں تم باہر ضرور آؤ گی۔"

حجاب کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، اس نے شکوہ بھری نگاہوں سے اذلاد کی طرف دیکھا "مجھے چھوڑ کے کیوں چلے گئے..... تم نے تو مجھے دوست کہا تھا، دوست تو اس طرح نہیں چھوڑتے۔"

"میں نے تمہیں کب چھوڑا، تم نے مجھے محسوس کرنا چھوڑ دیا۔ میں تو ہمیشہ تمہارے آس پاس ہی تھا۔" اذلاد نے انگلی سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا "تم تو مجھ سے خوفزدہ تھیں تو پھر مجھ میں اپنائیت کیسی۔"

حجاب نے اپنی زبان کو دل کی ترجمانی کرنے سے نہیں روکا، وہ بے اختیار بول اٹھی "یہ نہیں اذلاد! تمہارے جانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ کوئی غمگسار عزیز دوست مجھ سے جدا ہو گیا ہے۔ تم یقین کرو میں یہ پہچان کو جان کر نہیں پہچان سکی تھی۔"

اذلاد نے حجاب کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا "میں سب جانتا ہوں۔ میری اصلیت ظاہر ہونے سے تمہیں کس قدر اذیت سے گزرنا پڑا۔ کوئی مجھے ختم کرنے کے لیے تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ مجھے بہت محتاط رہنا ہوگا۔ تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو بس دل میں یاد کرنا، میں آ جاؤں گا۔ جیسے آج تم نے اپنے پرانے گھر کے ساتھ مجھے بھی یاد کیا تھا نا....."

حجاب کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

اذلاد نے چند ساعتوں کے لیے اپنی آنکھیں بند کیں اور پھر کھول لیں "تمہیں اب واپس جانا چاہیے، تمہاری سہیلی روبینہ تمہیں ڈھونڈ رہی ہے۔ تمہیں ترقی مبارک ہو، تمہارے لیے تحفہ لایا ہوں" یہ کہہ کر اذلاد نے نگینوں سے جڑا ہوا سونے کا کڑا حجاب کے بازو پر پہنا دیا۔

حجاب پر ایکدم مدہوشی سی طاری ہوئی، وہ کب نیند کی آغوش میں چلی گئی اسے علم ہی نہ ہوا۔ روبینہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ بہ مشکل گہری نیند سے جاگی۔

حجاب نے مبہوت نظروں سے روبینہ کی طرف دیکھا اور پھر اپنے اردگرد نظر دوڑائی۔ وہ خاردار جھاڑیوں والی اسی ویران جگہ پر تھی جہاں سے اس نے زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی نظروں میں سمونے کی کوشش کی تھی۔

"میں تمہیں پورے ہاسٹل میں ڈھونڈتی رہی اور تم ادھر جنگلی جھاڑیوں میں سوئی پڑی ہو۔ تم ہاسٹل کے اس ویران حصے میں کیوں آئی۔ وہ بھی اس اندھیرے میں.....؟"

روبینہ سوال پہ سوال کیے جا رہی تھی اور حجاب حیرت سے پھٹی پھٹی آنکھوں سے روبینہ کی طرف دیکھ رہی تھی "روبینہ! تم خود تو مجھے یہاں لے کر آئی تھیں۔"

"میں..... میں تمہیں یہاں لائی تھی؟" روبینہ پریشان سی ہو گئی پھر اس نے سہارا دیتے ہوئے حجاب کو اٹھایا "تم اٹھو میں تمہیں تمہارے کمرے تک لے جاتی ہوں۔"

روبینہ حجاب کو اس کے کمرے میں لے آئی۔ اس نے اسے چائے بنا کے دی اور اپنا چائے کا کپ لے کر اس کے پاس بیٹھ گئی "تم یہ کیوں کہہ رہی تھیں کہ میں تمہیں اس جگہ لے گئی تھی۔ ہم دونوں تو تھوڑا ساتھ ساتھ چلے تھے کہ میرا فون آ گیا۔ میں موبائل لے کر بھاگتا ہل کے پاس کھڑی ہو گئی تم واک کرتے



ہوئے آگے چلی گئیں۔ امی کا فون تھا مجھے کافی دیر لگ گئی۔ فون سننے کے بعد میں تمہیں ڈھونڈتی رہی۔"

"اگر تم میرے ساتھ نہیں تھیں تو میرے ساتھ کون....." اس ادھورے سوال کے ساتھ ہی حجاب کے ذہن میں اذلاد کا خیال آیا "کیا اذلاد روبینہ کے روپ میں اس کے ساتھ تھا" وہ خود سے سوال کرنے لگی۔

"لگتا ہے تم نے کوئی خواب دیکھا ہے جسے تم سچ سمجھ رہی ہو" روبینہ نے کہا۔

"شاید میں نے کوئی خواب دیکھا تھا" حجاب نے یہ کہہ کر روبینہ کے ذہن میں اٹھنے والے سوالوں کو ختم کر دیا۔

اس نے چائے کے کپ اٹھاتے ہوئے روبینہ کی طرف دیکھا "تم اپنے کمرے میں جا کے آرام کرو، سوری! میں نے تمہیں بہت تکلیف دی۔"

روبینہ کی نظر حجاب کے بازو پر پڑی "اتنا پیارا کڑا، کیا تم نے کب لیا۔ حیرت کی بات ہے پہلے تو یہ کڑا تمہارے بازو پر نہیں تھا۔"

حجاب بوکھلا سی گئی "یہ تو میں نے پہلے سے ہی پہن رکھا ہے تمہاری نظر نہیں پڑی ہوگی۔"

روبینہ نے کڑا چھو کر دیکھا "اس میں تو قیمتی نگینے جڑے ہیں۔"

"روبینہ مجھے نیند آ رہی ہے۔" حجاب نے کہا۔

روبینہ کے جانے کے بعد حجاب بستر پر دراز ہو گئی۔ اس نے کلائی اپنے چہرے کے قریب رکھتے ہوئے، کنگن کو ہاتھ سے چھوا تو ایک انوکھا احساس اس کی سانسوں میں گھل گیا "یہ کنگن اذلاد کے مادی وجود کا ثبوت ہے کہ وہ کوئی خیالی وجود نہیں یا میرے تخیل کا کوئی پراسرار تصور نہیں۔"

دروازے کی دستک سے وہ اپنے خیال سے چونک گئی۔ اس نے دروازہ کھولا تو دروازے پر روبینہ تھی "وہ میرا موبائل یہاں رہ گیا"

حجاب بھی اس کے ساتھ موبائل ڈھونڈنے لگی۔

"مل گیا" کچن سے روبینہ کی آواز آئی۔

روبینہ کے جانے کے بعد حجاب نے چٹخنی لگائی پھر زیرو واٹ کی مدھم سی روشنی جلائی اور ٹیوب لائٹ بند کر دی۔ ابھی وہ نیند کی آغوش میں نہیں گئی تھی کہ اسے یوں محسوس ہوا کہ کنگن کے بجائے اس کی کلائی کسی کے ہاتھ کی گرفت میں ہے۔ اس کے پورے وجود میں تھرتھراہٹ دوڑ گئی، وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ اس کے دل کی دھڑکن بہت تیز تھی۔ خوف کے بھیانک سائے جیسے کمرے میں منڈلا رہے تھے۔ اس نے جلدی سے کنگن اتار کر الماری میں سنبھال دیا اور آیت الکرسی کا ورد کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

کبھی اذلاد کی موجودگی میں حجاب اپنا دوست ڈھونڈتی اور کبھی انتہائی خوفزدہ ہو جاتی، شاید یہ جن و انس کے وجود کا فرق تھا جس میں کوئی بھی جذبہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔

کلاس میں پیریڈ کے دوران حجاب کا موبائل سائلنٹ تھا۔ وائبریشن کی خفیف سی آواز پر اس نے موبائل چیک کیا، صباحت کا فون بار بار آ رہا تھا۔

پیریڈ ختم ہونے پر اس نے صباحت کو فون کیا۔

"جی اماں! کیا حال ہے آپ کا....."

"میں ٹھیک ہوں بیٹی تم اپنی سناؤ۔"

"خدا کا شکر ہے، میں ٹھیک ہوں۔ ثانیہ اور تحریم کیسی ہیں۔"

"تم سے ثانیہ کے متعلق بات کرنی تھی۔ ثانیہ کے سسرال والے شادی کی تاریخ مانگ رہے ہیں۔ اس اتوار کو تم گھر آ جاؤ تو....." صباحت نے کہا۔

"اماں! ابھی کے پیپرز ہو رہے ہیں۔ کام بہت زیادہ ہیں، اگر اگلے اتوار کو یہ پروگرام رکھ لیں۔" حجاب نے کہا۔

صباحت کشمکش و پیچ میں بولی "وہ اسی اتوار کو آنا چاہ رہے ہیں۔"

"آپ ایسا کریں کہ اسی اتوار کو اپنی مرضی سے تاریخ دے دیں، میری طرف سے معذرت کر لیجئے گا۔ میں فون پر ان سے بات کر لوں گی۔" حجاب نے کہا۔

صباحت نے حجاب کی مجبوری کو سمجھ لیا "تم نہیں آ سکتیں تو چلو میں جا کر انہیں سمجھا دوں گی۔ اسی اتوار کو ہی تاریخ دے دوں گی۔ تم اپنا دھیان رکھنا، دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہو، صحت کا دھیان نہیں کرتی۔"

اماں کی باتیں سن کے حجاب مسکرا دی لیکن ساتھ ہی اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں "اچھا اماں میں نے کلاس لینی ہے، میں فون رکھ رہی ہوں، خدا حافظ۔"

حجاب ٹہلتی ہوئی بالکونی میں لگی جالی کے قریب آ گئی۔ آج اس کی آنکھوں کی نمی سے پھولوں کا رنگ بھی مدھم سا ہو گیا۔

اس نے دھیرے سے اپنی پیشانی کو چھوا "میرے ماتھے پر کون سا بندیا چمکتی ہے جو کسی کی آنکھوں کے نور میں کھو جائے۔ ان کلائیوں پر کون سا چوڑیاں کھنکتی ہیں، جن کی کھنک میں کوئی اپنی خوشیاں ڈھونڈے۔ میری زندگی کے سناٹے شاید کبھی خوشیوں میں نہیں بدلیں گے۔" حجاب نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا، اس کے اگلے پیریڈ کا وقت ہو گیا تھا۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی کلاس روم میں چلی گئی۔

حجاب جس سکول میں پڑھاتی تھی وہاں ہاسٹل میں ٹیچرز کو چھوٹے چھوٹے کوارٹرز دیے گئے تھے جو ایک کمرے، ایک کچن اور ایک باتھ روم پر مشتمل تھا۔ اس لیے حجاب کو وہاں کوئی پریشانی نہیں تھی۔

رات کے دس بجے حجاب نے اپنے لیے چائے بنائی، وہ چائے لے کر باہر لان میں بیٹھ گئی۔ چار کرسیوں اور ایک میز کے علاوہ یہاں گارڈن لائٹ بھی لگی تھی۔

اسے اذلاد کی بات یاد آئی "مجھے جب بھی دل سے پکارو گی میں آ جاؤں گا۔" اس نے آنکھیں بند کیں اور اذلاد کو دل سے پکارا۔ دوسری ہی ساعت میں اذلاد اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

اس نے مبہوت نظروں سے اذلاد کی طرف دیکھا "تم واقعی آ گئے ہو یا میرا وہم ہے۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تم بلاؤ اور میں نہ آؤں۔"

حجاب اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے سرگوشی کے انداز میں بولی "آہستہ بولو، کوئی تمہاری آواز نہ سن لے۔"

اذلاد مسکرایا "تمہارے علاوہ نہ تو کوئی میری آواز سن سکتا ہے اور نہ ہی مجھے دیکھ سکتا ہے۔ ہاں البتہ تم آہستہ بولنا ورنہ لوگ سوچیں گے کہ حجاب پاگل ہو گئی ہے، اکیلے ہی بول رہی ہے۔"

"آج دل چاہ رہا ہے کہ تم سے ڈھیر ساری باتیں کروں۔" حجاب نے اپنائیت سے اذلاد کی طرف دیکھا۔

اذلاد نے اپنی کرسی حجاب کی کرسی کے قریب کر لی "اس اتوار کو ثانیہ کی شادی کی تاریخ طے ہو رہی ہے۔"

"تمہیں کیسے معلوم.....؟"

"مجھے کیسے معلوم ہوا یہ تم چھوڑو، یہ بتاؤ کہ تم جا کیوں نہیں رہیں۔" اذلاد نے پوچھا۔

اذلاد کے سوال پر حجاب کسی سوچ میں پڑ گئی، اس کے سپاٹ چہرے پر کسی چھپے ہوئے غم کے تاثرات عیاں ہونے لگے۔

"میرے جانے یا نہ جانے سے کیا فرق پڑتا ہے، بس میں فنکشن میں ہونے والے خرچے کا بندوبست کر دوں، مجھے تسکین مل جائے گی۔ میرے اندر کے سناٹے یہ خوشیوں بھری روایتیں سہہ نہیں سکتے۔"

"آپ بھی اپنے یہ سناٹے ختم کر دیں اور کوئی خوشیوں کی راہ ڈھونڈ لیں۔" اذلاد حجاب کے دکھ میں خود بھی کھو گیا۔

حجاب اذلاد کی اس بات پر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی "میرے لیے یہ ممکن نہیں۔ میں آج کل سوچ کے ایک عجیب کرب سے گزر رہی ہوں۔ مجھے یہ احساس ہونے لگا ہے کہ میری بہنوں کو صرف اپنی خوشیاں عزیز ہیں۔ اب وہ میرے بارے میں نہیں سوچتیں، وہ اب صرف اپنے بارے میں سوچنے لگی ہیں۔ بس اماں ہیں، جن کے لیے میری ذات اہم ہے ورنہ دونوں بہنوں کے لیے میری ذات سے جڑی ہر بات قصہ پارینہ بن چکی ہے۔ اذلاد میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ ان دونوں کی جہاں تک ہو سکے خواہش پوری کروں مگر جب بھی گھر جاتی ہوں وہ محرومیت کی تصویر بن کے میرے سامنے کھڑی ہو جاتی ہیں، ہمارے پاس یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے۔"

اذلاد حجاب کو اس طرح اداس نہیں دیکھ سکتا تھا، وہ خاصا پریشان ہو گیا۔ وہ حجاب کی کرسی کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس نے کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھ لیے "میں خود اس وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ کب تم یہ بات اپنے منہ سے کہتی ہو۔ میں نے تو انسانوں میں یہ چیز زیادہ دیکھی ہے کہ وہ لالچیوں کی ہوس میں خونی رشتوں کو پامال کرتے ہیں۔ خواہشات کی غلامی ان سے بڑے سے بڑے گناہ کراتی ہے۔ والدین جو اپنی اولاد کو کامیاب کرنے کے لیے بڑے بڑے مصائب کا سامنا کرتے ہیں وہی اولاد انہیں بڑھاپے میں لاوارث چھوڑ دیتی ہے۔"

"انسانوں کے بارے میں تمہارا اتنا مشاہدہ کیسے ہے؟" حجاب کے لہجے میں حیرت تھی۔

اذلاد ایک بار پھر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ "میں تین سو سالوں سے مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ رہ رہا ہوں۔"

"ک.....ک.....کیا! تین سو سال سے" الفاظ حجاب کے حلق میں اٹک گئے۔

حجاب نے دھیرے سے مسکرا دیا "ہم جنات کی عمر کئی سو سالوں پر محیط ہوتی ہے اور میں ابھی تو جوانی کے دور میں ہوں۔ آج سے 35 برس پہلے میں ایک گھر کے چوبارے پر رہتا تھا۔ ایک بوڑھی عورت اپنے بیٹے اور بہو کے ساتھ گھر کے نچلے حصے میں رہتی تھی۔ اوپر کا چوبارہ ویران تھا اس لیے میں نے وہاں بسیرا کر لیا۔ جب تک وہ بوڑھی عورت گھر کے کام کاج میں بہو کا ہاتھ بٹاتی رہی وہ ان کے ساتھ ہی رہی۔ جب وہ لاغر ہو گئی تو گھر کے پرانے سامان کی طرح ان لوگوں نے اسے چوبارے میں چھوڑ دیا۔

بہو ملازمہ کے ہاتھ کھانے پینے کی اشیا اوپر بھجوا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتی۔ بوڑھی عورت سیڑھی اترنے کے قابل نہیں تھی۔ بیٹے تو فرشتے ہوتے ہیں، دادی سے ملنے بھی آ جاتے تو ماں ڈانٹ کر بلا لیتی کہ دادی سے باتیں کرنے سے بچوں کا اب و لہجہ خراب ہو جاتا ہے۔

رفتہ رفتہ بوڑھی عورت کی بیماری بڑھتی گئی۔ ڈاکٹر بھی آتا، چیک اپ بھی ہو جاتا، دوا بھی دے دی جاتی مگر خونی رشتوں سے دوری اس کی بیماری کا موجب تھی۔ اسے دوا کی ضرورت نہیں ان پیار بھرے دلاسوں کی ضرورت تھی جس سے وہ میٹھی نیند سو جائے۔

دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہی اس کی آل اولاد تھی۔ بیٹیاں اپنے گھروں کے جھنجھٹ میں اُلجھی رہتیں اور بیٹا پندرہ یا سولہ دنوں کے بعد ماں سے ملنے آتا۔ جب بھی آتا اپنی مصروفیت کے قصے سناتا رہتا۔ پھر ایک روز میں اس کے سامنے آ گیا۔ پہلے تو وہ انتہائی خوفزدہ ہو گئی۔ پھر دھیرے دھیرے میں نے اس کی تنہائی بانٹ لی۔ مگر ہمارا ساتھ ایک ماہ بھی نہ رہ سکا اور وہ بوڑھی عورت فوت ہو گئی۔

پھر میرا دل اچاٹ ہو گیا اور میں نے وہ مسکن چھوڑ دیا۔ میں مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف جگہوں پر رہتا رہا۔

کہیں عورتوں پر ظلم، کہیں بچوں پر ظلم، کہیں جائیداد کے پیچھے خون خراب نہ جانے کیسے کیسے کرب ناک واقعات میں نے دیکھے ہیں اور پیار کرنے والا ہوتا ہے وہ تنہا رہ جاتا ہے۔

اس دنیا میں اچھے لوگ بھی ہوتے مگر کوئی کوئی ایسا خوش نصیب ہوتا ہے جسے ایسے لوگوں کا ساتھ ملے۔"

اذلاد کی باتیں سن کے حجاب سُن ہو کر رہ گئی۔ وہ خاموشی سے اسکی طرف دیکھتی رہی۔ اذلاد نے اس کی آنکھوں کے آگے اپنا ہاتھ لہرا دیا۔ "تم کن سوچوں میں پڑ گئی ہو۔"

حجاب نے گہری نظر سے اذلاد کی طرف دیکھا "یہ سوچ رہی ہوں کہ آسیب ہونے کے باوجود تمہارے اندر ایک حساس اور پیار کرنے والا دل ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم میری زندگی میں کس طرح آئے؟"

قدموں کی ٹک ٹک کی آواز باڑ کے عقب سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"لگتا ہے کوئی آ رہا ہے، مجھے اب جانا چاہیے۔" اذلاد نے کہا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"اگلی ملاقات میں بتاؤں گا۔"

"اچھا بس اتنا بتا دو، کہیں مجھے چھوڑ کر تو نہیں چلے جاؤ گے۔" حجاب نے پوچھا۔

"جب تک اس جسم میں سانس ہے میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔" یہ کہہ کر پلک جھپکتے ہی اذلاد غائب ہو گیا۔

☆☆☆

"حجاب تم اتنے رات گئے یہاں کیا کر رہی ہو؟" ہیڈ آف ہاسٹل کی کرخت دار آواز حجاب کے کانوں سے ٹکرائی۔

حجاب کھڑی ہو گئی۔ "وہ میڈم اندر گھٹن ہو رہی تھی۔"

"اپنی کسی سہیلی کو ساتھ بٹھا لیا کرو، اس طرح اکیلے مت بیٹھا کرو، حالات ٹھیک نہیں ہیں۔" ہیڈ آف ہاسٹل نے ایمرجنسی لائٹ کو گھماتے ہوئے کہا۔

حجاب اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

اتوار کے روز صباحت نے ثانیہ کی شادی کی تاریخ دے دی اور اگلے ماہ کی 26 تاریخ طے پائی۔ منگنی کے فوراً بعد ہی صباحت نے شادی کی تیاری شروع کر دی تھی، اس لیے اب شادی کی تیاری اتنا مسئلہ نہیں تھی۔

شام کے چار بجے ٹیوشن پڑھنے والے بچے آ گئے تو حجاب نے حسب معمول صحن میں اپنی کرسی رکھ لی۔ اس وقت اکثر روبینہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ جاتی اور بچوں کو پڑھانے میں اس کی خاصی مدد کرتی۔

دس بچے ٹیوشن پڑھتے تھے۔ وہ ہر بچے سے دو ہزار روپے لیتی تھی اور انہیں مختلف Subject پڑھاتی تھی۔ ٹیوشن کے پیسے وہ ماہانہ گھر بھیجتی تھی، اپنی تنخواہ سے بھی گھر کا کافی خرچ اٹھاتی تھی۔ جس وقت صباحت کا فون آیا روبینہ بھی حجاب کے قریب بیٹھی تھی۔

"مبارک ہو آپ کو اگلے ماہ کی چھبیس تاریخ یعنی 26 اپریل طے پائی ہے۔ بس اب آپ شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو جائیں۔ ثانیہ کو تو فون دیں۔" حجاب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ثانیہ کی اداس اداس آواز فون پر آئی "مجھے پرایا کر کے تم سب بہت خوش ہو رہے ہو۔"

"پگلی تجھے کیا معلوم سہاگن بننا کتنی بڑی خوش نصیبی ہے۔ قسمت والیاں ہوتی ہیں جن کے ہاتھوں میں مہندی لگتی ہے۔"

"ذرا اماں کو فون دو۔"

حجاب نے کہا۔

صباحت نے فون لیا تو حجاب بولی۔

"اماں آپ بتا رہی تھیں کہ آپ نے شادی کی تیاری تقریباً کر لی ہے، فرنیچر اور زیور کے پیسے بھی آپ نے رکھے ہوئے ہیں۔"

"ہاں میری بچی، جس ماں کی تیرے جیسی محنتی بیٹی ہو اسے کوئی پریشانی کیسے ہو سکتی ہے، تیرے بھیجے ہوئے پیسوں میں سے میں نے دو کمیٹیاں ڈالی تھیں، ان سے ان شاء اللہ زیور اور فرنیچر دونوں بن جائیں گے۔" صباحت کی خوشی سے بھرپور آواز فون سے باہر تک آ رہی تھی۔

"اچھا اماں خدا حافظ....." حجاب نے موبائل بند کر دیا۔

روبینہ نے مسکراتے ہوئے حجاب کی طرف دیکھا۔ "مبارک ہو..... بہن کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔"

"خیر مبارک" حجاب نے کہا۔

روبینہ نے ترچھی نظر سے حجاب کی طرف دیکھا۔ "ویسے عجیب لگتا ہے کہ بڑی بہن بیٹھی ہو اور چھوٹی کی شادی ہو جائے۔"

حجاب نے بے اعتنائی سے سر کو جھٹکا۔ "چھوڑو! زندگی کے فیصلے ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے۔ ویسے مجھے خوشی ہے کہ اماں نے ساری تیاری کر لی ہے، اب مجھے کوئی فکر نہیں۔"

روبینہ جو حجاب کی ساری باتیں بہت دلچسپی سے سن رہی تھی، مسکراتے ہوئے بولی "پھر تم ایسا کرو، کچھ پیسے بچا کے اپنے لیے چھوٹا سا سونے کا سیٹ بنوا لو۔"

"ہاں! میں نے ایک چھوٹی سی کمیٹی اسی لیے ڈالی تھی کہ اس کی شادی میں سونے کا چھوٹا سا سیٹ بنواؤں گی۔" حجاب اپنی دکھتی آنکھوں میں جیسے اپنا عکس دیکھنے لگی کہ وہ سونے میں کیسی لگے گی۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 11

مجھ کو وحشت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہوگیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی



ایک بچہ حجاب کے پاس اپنی نوٹ بک لے کر آیا تو روبینہ اس بچے کا کام چیک کرنے لگی۔ ساتھ ساتھ وہ حجاب سے باتیں بھی کرتی جارہی تھی۔ "اس قدر مصروفیت میں شادی کی تیاری میں امی کی مدد کیسے کروگی۔"

"ویک اینڈ پر چکر لگالیا کروں گی۔ تم بھی تیاری شروع کردو۔ میں پورے اسٹاف کو بلانا چاہتی ہوں۔"

حجاب کی اس بات سے روبینہ اچانک سنجیدہ ہوگئی۔ "آنے والے لوگوں کے سوالوں کا جواب کیسے دوگی۔ محلے والے باتیں بنائیں گے کہ چھوٹی بہن کی شادی پہلے کیوں ہورہی ہے۔"

حجاب نے اپنی ابرو میں سکیڑلیں۔ "اب مجھے لوگوں کے سوالوں سے ڈر نہیں لگتا۔ ایسی باتیں کرکے میرا موڈ خراب مت کرو۔ تم جاکے چائے بناؤ، میں مٹھائی منگواتی ہوں۔"

روبینہ چائے بنانے چلی گئی کہ ایک دم حجاب کے کان کے قریب کسی نے سرگوشی کی۔ "مجھے مٹھائی نہیں کھلاؤ گی......"

حجاب یک لخت کھڑی ہوگئی، اسکی نگاہیں خلاء میں گھورنے لگیں۔ اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔ "شہزاد......"

اسے اپنے اردگرد کوئی نہیں دکھائی دیا، وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ بچوں کو چھٹی دینے کے بعد حجاب اپنے کمرے میں آگئی، روبینہ مٹھائی کے ساتھ چائے بنا کے لے آئی۔

دونوں نے ڈبے سے مٹھائی لی تو اچانک کچن سے برتنوں کے کھڑکنے کی آواز آئی۔ "کچن میں کون ہے، کہیں بلی تو نہیں گھس گئی۔ میں دیکھ کر آتی ہوں۔" روبینہ یہ کہہ کر کچن میں چلی گئی۔

حجاب کے ہاتھ میں برفی تھی۔ اچانک کسی غیبی ہاتھ نے حجاب کا ہاتھ تھاما اور اس کے ہاتھ کو اپنے چہرے کے قریب لاتے ہوئے اس سے برفی کھائی اور کوئی خفیف سی آواز میں بولا "مبارک ہو۔"

حجاب نے مسکراتے ہوئے ایک لمبی سانس کھینچی۔ "شہزاد! تم میرے سامنے کیوں نہیں آتے۔"

اتنی دیر میں روبینہ کچھ بڑبڑاتی ہوئی آگئی "پتہ نہیں یہ آواز کیسی تھی...... کوئی بھی نہیں تھا۔ لگتا ہے تمہارے کمرے میں کوئی جن ہے۔"

حجاب نے ہنستے ہوئے روبینہ کو سرتاپا دیکھا "جن نہیں لیکن جنی ہے۔"

روبینہ نے کشن اٹھا کے حجاب کو دے مارا۔

☆☆

ثانیہ کی شادی کی تیاری زور و شور سے ہونے لگی۔ دن اس قدر تیزی سے گزر رہے تھے کہ مہینے بھر کا وقت ایک ہفتے کی طرح لگ رہا تھا۔ شادی میں چودہ روز رہ گئے تو حجاب تین روز کی چھٹی لے کر آگئی۔

اس نے صباحت کے ساتھ مل کر کچھ رکے ہوئے کام مکمل کروائے۔ وہ بہت خوش تھی۔ اسٹاف کے ساتھ مل کر ڈالی ہوئی کمیٹی بروقت نکل آئی تھی۔

وہ روپے ساتھ لے آئی تھی کہ اس سے اپنے لیے گولڈ کا چھوٹا سا سیٹ بنوائے گی۔

ثانیہ اور تحریم لونگ روم میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ صباحت اور حجاب بھی اُدھر ہی بیٹھ گئیں۔ تحریم صباحت کو دیکھتے ہی شروع ہوگئی۔

"اماں! آپی حجاب کو وہ کپڑے دکھاؤ نا، جو ہم نے ثانیہ کیلئے بنوائے ہیں۔"

"پہلے ابھی ہی چائے بنا کے لاؤ پھر میں کپڑے دکھاتی ہوں۔" صباحت کو کافی تھکاوٹ ہوگئی تھی وہ اپنا سر دبانے لگی۔

حجاب اٹھ کر ماں کا سر دبانے لگی۔ "جاؤ تحریم! پہلے چائے بنالاؤ۔"

تحریم چائے بنانے کیلئے چلی گئی۔ صباحت اندر سے کپڑوں کا اٹیچی کیس لے آئی۔

صباحت نے حجاب کو کپڑے دکھانے کیلئے سارے کپڑے بیڈ پر پھیلا دیے۔

تحریم بھی چائے لے آئی، اس نے حجاب کی طرف دیکھا "دیکھا ہے آپی! ہم نے ثانیہ کیلئے کس قدر خوبصورت کپڑے بنائے ہیں۔"

حجاب کی آنکھیں دنگ رہ گئیں۔ کپڑے اس قدر خوبصورت تھے کہ نہ تو حجاب نے ایسے کپڑے دیکھے اور نہ ہی کبھی پہنے۔ وہ ستائش بھری نظروں سے کپڑوں کی طرف دیکھتی رہی۔ کپڑوں پر اس قدر نفیس اور جاذب نظر کام بھی ہوسکتا ہے۔ ملازمت کی مصروفیات میں اس طرف اس کا دھیان ہی نہ گیا۔ اس نے کچھ کپڑوں کو چھوتے ہوئے کہا "اماں! یہ تو بہت قیمتی ہوگئے۔"

صباحت نے مسکراتے ہوئے حجاب کو دیکھا "میری بھولی بیٹی! شادی پر لڑکی کو ایسے ہی کپڑے دیے جاتے ہیں۔ ایک سوٹ بھی پانچ ہزار سے کم کا نہیں ہے۔ وہ جو لہنگا ہے اس سوٹ میں ہیں وہ تو سارے دس ہزار اور بارہ ہزار سے چودہ ہزار تک کے ہیں۔"

"اور شادی کا لہنگا...... وہ کتنے کا ہے؟" پوچھا ہی گئی۔

"وہ تو بہت مشکل سے 35 ہزار میں بنا ہے۔"

صباحت نے بتایا تو وہ کپڑے سمیٹنے لگی۔ اس نے حجاب کی طرف دیکھا "حجاب بیٹی! تمہیں ان میں سے جو سوٹ پسند ہے، لے لو۔ میں ثانیہ کیلئے اور لے آؤں گی۔"

اس سے پہلے کہ حجاب کچھ کہتی ثانیہ جھٹ سے بولی "اماں! آپی کو اب اس قدر شوخ کپڑے سوٹ نہیں کرتے۔"

حجاب نے کھلی سی مسکراہٹ کے ساتھ صباحت کی طرف دیکھا "اماں! یہ کپڑے جس کیلئے آئے ہیں، اسی کو نصیب ہوں۔" یہ کہہ کر حجاب اندر کمرے میں چلی گئی۔

صباحت نے غصیلی نظروں سے ثانیہ کی طرف دیکھا۔ "تمیز دار جو! تم نے حجاب کو اس کی بڑی عمر ہونے کا احساس دلایا۔ میں اپنی حجاب کیلئے اس قدر پیارا سوٹ لاؤں گی کہ میری حجاب شہزادی لگے گی۔"

"وہ تو ہے ہی اتنی پیاری...... بس خود پر توجہ نہیں دیتی۔ بس کریں اماں میں تو بات کرکے ہی پھنس گئی ہوں۔" ثانیہ بھی منہ بسور کے اندر چلی گئی۔

تحریم نے صباحت کے ساتھ مل کر کپڑے اٹیچی کیس میں سیٹ کیے۔ حجاب کھڑکی کے پاس کھڑی ہوگئی۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ یہ سب ٹھیک نہیں، اس کے گھر والے کیا سوچیں گے کہ بہن کی خوشیاں دیکھ کر یہ حسد کرنے لگی مگر کیا کرتی، وہ بھی ایک لڑکی تھی۔ اپنے چہرے پر ٹھہری چاندنی کی طرح اپنا دل چاند نہ کرسکی۔ اس کی بھی خواہش تھی زندگی کے وہ پل دیکھنے کی جن میں بہار کا موسم ٹھہر جائے۔

وہ بھی ان رنگ برنگے کپڑوں میں کسی مستوری خاوند کا پیار سمیٹتی رہے۔ اسی خودغرضی میں عمر کٹ جائے کہ ہم نے اپنے حصے کی خوشیاں مٹھی میں بند کرلی ہیں۔ بہت چاہ کر بھی حجاب اپنی سوچوں سے فرار حاصل نہیں کرسکی۔

اگلے روز حجاب نے تحریم سے کہا "تم میرے ساتھ بازار چلو، مجھے جیولرز کے پاس جانا ہے، کچھ کام ہے۔"

تحریم نے منہ بسورتے ہوئے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا "میرے کپڑے ٹھیک نہیں ہیں، بس دو منٹ میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔"

وہ کپڑے بدلنے چلی گئی۔ حجاب نے پرس سے روپے نکالے۔ پورے 25 ہزار تھے۔ ان پیسوں میں ایک سونے کا چھوٹا سا سیٹ آجائے گا۔ روپے گن کر اس نے واپس پرس میں ڈال دیے۔

صباحت تولیے سے ہاتھ پونچھتی ہوئی حجاب کے پاس آئی۔ "کہیں جارہی ہو؟ سنو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔"

حجاب چونک گئی۔ "جی اماں! کیا بات ہے؟"

صباحت گھبرائی ہوئی آواز میں بولی "میں نے تو ثانیہ کی ساری جیولری بنالی تھی۔ مگر احسن کی ماں نے پھر پریشان کردیا ہے۔ کہتی ہے کہ تحفہ اور نیگ لڑکی والوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں تحفہ اور نیگ سسرال والے پہناتے ہیں۔ میں نے تو ثانیہ کیلئے ایک سونے کا سیٹ اور چوڑیاں بنائی ہیں باقی ایک سیٹ جھومر اور کڑے لڑکے والے دے رہے ہیں۔" حجاب تذبذب کی کیفیت میں بولی۔ "آپ ان سے بات کریں کہ اگر تحفہ اور نیگ وہ بنالیں گے تو جیولری تو ان کے گھر ہی جانی ہے۔ ہم لوگوں کے لیے تو مشکل ہے۔"

صباحت نے تولیہ ایک طرف رکھتے ہوئے ہاتھوں سے اشارہ کیا "دو بار بات کرچکی ہوں، مگر وہ نہیں مانتی، جبھی تو تم سے بات کررہی ہوں۔ میں نے تو جو روپے رکھے ہیں، اس میں کھانے کا بندوبست ہوجائے گا۔"

حجاب نے پریشانی سے سر جھکالیا۔ "اماں میں کیا کروں؟"

صباحت اس کے قریب ہوکر بیٹھ گئی۔ "وہ تم بتا رہی تھی ناکہ تم نے اسٹاف کے ساتھ مل کر کمیٹی ڈالی ہے۔ وہ کمیٹی کب نکل رہی ہے۔ تم کہہ رہی تھی کہ یا اس مہینے یا اس سے اگلے مہینے تمہاری کمیٹی نکل جائے گی۔"

صباحت کی بات سن کر حجاب نے اپنے گلے میں پہنا ہوا ہینڈ بیگ بے دلی سے چارپائی پر پھینک دیا۔ "کمیٹی نکل گئی ہے، وہ روپے میں ساتھ ہی لائی ہوں۔"

تحریم ڈریس چینج کرکے آگئی۔ "چلو آپی میں تیار ہوں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بازار نہیں جارہی ہوں۔" حجاب نے نفی میں سر ہلایا۔ صباحت نے سوالیہ نظروں سے حجاب کی طرف دیکھا۔ "بازار جانے کا پروگرام کیوں بدل دیا۔"

حجاب نے روپے بیگ سے نکال کر صباحت کے پاس رکھ دیے۔ "مجھے کوئی اور کام یاد آگیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

حجاب نے صباحت کے ساتھ مل کر کچھ اور کام نمٹائے، جن میں اسے دو روز لگ گئے۔ پھر وہ واپسی کی تیاری کے لیے پیکنگ کرنے لگی۔

صباحت بھی حجاب کی مدد کرنے لگی۔ "گھر جیسا سکون تو تمہیں نہیں ہوگا ہاسٹل میں۔"

کپڑوں کی تہیں بٹھاتے ہوئے حجاب کے ہاتھ وہیں رک گئے۔ "سکون تو انسان کے اندر ہوتا ہے اگر اندر سکون نہ ہو تو گھر ہو یا ہاسٹل کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"پریشان ہو......" صباحت نے سوالیہ نظروں سے حجاب کی طرف دیکھا۔

"نہیں اماں! میں تو صرف آپ کی بات کا جواب دے رہی ہوں۔"

صباحت نے حجاب کے ہاتھ سے کپڑے لے لیے اور اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔ "جب تمہاری شادی ہوگی نا تو میں تمہارے بھی سارے چاؤ ایسے ہی پورے کروں گی جیسے ثانیہ کے کررہی ہوں۔"

وہ دوبارہ کپڑے تہہ کرنے لگ گئی۔ اٹیچی کیس بند کرتے ہوئے بس اس نے اتنا ہی کہا۔ "میں ثانیہ کی مہندی سے پہلے آجاؤں گی۔"

ٹیکسی باہر آچکی تھی۔ غروب آفتاب کا وقت تھا۔ ہر طرف سرخی مائل مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ حجاب کو یہ وقت بہت پسند تھا۔

حجاب گاڑی میں بیٹھی اس ڈوبتے سورج کو دیکھتی رہی۔ جو اس کی گاڑی کے ساتھ ساتھ محو سفر تھا۔

پھر اس نے گاڑی کی سیٹ کے ساتھ اپنا سر ٹکالیا۔ "جن رشتوں سے ہم اپنی ذات سے زیادہ پیار کرتے ہیں، وہی ہمیں تکلیف دیتے ہیں۔ شاید جب ہم خود کو نظرانداز کرنا شروع کردیں تو لوگ بھی ہمیں نظرانداز کرنے لگتے ہیں۔ اپنے وجود کی اہمیت اپنی نظر میں ہونی چاہیے ورنہ وہ لوگوں کی نظروں میں بے معنی ہوجاتا ہے جیسے میں اپنوں کے بیچ تنہا رہ گئی ہوں۔ سوائے اماں کے میرا درد کوئی نہیں سمجھتا اور وہ بھی نہ چاہتے ہوئے بھی میری ذات کی نفی کرتی ہیں۔"

انہی سوچوں میں گم بہت سا سفر کٹ گیا۔ ثانیہ کے سسرال میں احسن کے ساتھ اس کی بہن اور ماں رہتے تھے۔ بہن نے بی اے پاس کرلیا تھا۔ باپ کا انتقال ہوئے تین برس گزر چکے تھے۔ احسن کی والدہ تیز مزاج عورت تھی۔

احسن کی آمدن اچھی خاصی تھی۔ ثانیہ کے لیے یہ رشتہ ہر طرح سے موزوں تھا اسے بڑی فیملی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا تھا۔

صباحت بھی بہت مطمئن تھی۔

رسم کے مطابق شادی سے دس دن پہلے ثانیہ کو مایوں بٹھانے کی رسم کی گئی۔ اس کے بعد صباحت اس تیاری میں لگ گئی کہ تمام جہیز شادی سے چار روز پہلے ثانیہ کے سسرال پہنچانا ہے تاکہ وہ لوگ ثانیہ کے لیے کمرہ سیٹ کرسکیں۔ زیادہ فکر فرنیچر کی تھی۔ خدا کا کرم ہوا فرنیچر بھی بروقت تیار ہوگیا۔ ساری تیاری مکمل ہوگئی تو خاندان کی لڑکیوں نے ڈھولکی رکھ لی۔

لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پر شادی کے روایتی گانے بھی گاتی جاتی اور ساتھ ساتھ رقص بھی کرتی رہتیں۔ کچھ لڑکیاں صباحت کے ساتھ مل کر جوڑے ٹانکنے لگیں۔ مہندی کی رسم میں بس ایک روز باقی تھا۔ حجاب کی کزنز نے ثانیہ کے لیے کرسی بھی تیار کرلی تھی، جو کاغذ سے بنے پھولوں، کلیوں اور گوٹے کی تاروں سے سجی ہوئی تھی۔

ثانیہ کی خالائیں اور چچا دوسرے شہروں میں رہتے تھے اس لیے وہ مہندی سے دو روز پہلے ہی آگئے تھے۔ گھر میں مہمانوں کی گہما گہمی سے شادی کا ماحول پہلے ہی بن گیا تھا۔ روبینہ حجاب کے کمرے میں آئی تو وہ گھر جانے کیلئے پیکنگ کررہی تھی۔

"گھر جانے کی تیاری ہورہی ہے" روبینہ نے مدد کرنے کی غرض سے حجاب کے جوتے ڈبے میں رکھے۔

"یہ تم کیا کررہی ہو، میں خود کرلوں گی" حجاب کو روبینہ کا اس طرح جوتوں کو ہاتھ لگانا اچھا نہیں لگا۔

"تم نے اپنے لیے کس طرح کے جوڑے بنوائے ہیں، تم نے بتایا ہی نہیں۔"

"تمہیں کیوں بتاتی، تم میری نقل کرلیتیں" حجاب نے روبینہ کو چھیڑا اور ساتھ ہی دراز سے سوٹ نکال کر اٹیچی کیس میں رکھنے لگی۔ حجاب کی بات پر روبینہ نے بھنویں سکیڑلیں۔ "کیوں! تم کیا مجھے ایسا سمجھتی ہو۔"

حجاب ہنستے ہنستے روبینہ کے پاس بیٹھ گئی۔ "میری پیاری سہیلی میں نے کوئی ایسی خاص چیز خریدی ہی نہیں جو میں تمہیں دکھاؤں۔ مہندی کے لیے بھی میرے پاس سادہ سی ہے، رہی بات ولیمے کی تو اس کے لیے اماں نے کہا ہے کہ وہ اپنی پسند کا جوڑا بنوائیں گی۔" حجاب کی یہ بات روبینہ کو پچھلی والی بات سے بھی زیادہ کڑوی لگی۔ "حد ہوگئی، حجاب یہی تو موقع ہوتا ہے اپنی پسند کے کپڑے بنوانے کا، جیولری خریدنے کا، میچنگ جوتیاں اور نیکلس خریدنے کا تم نے تو کوئی تیاری بھی نہیں کی۔ تمہاری اچھی بھلی تنخواہ ہے، کچھ بھی تو اپنے لیے بنوالیا ہوتا، اچھا چھوڑو، یہ بتاؤ سونے کا سیٹ کیسا بنایا ہے۔"

حجاب نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "جو چیز جس کے نصیب میں ہوتی ہے، اسی کو ملتی ہے۔ ثانیہ کی جیولری میں تحفہ اور نیگ نہیں بنا تھا۔ اماں کو ان دو چیزوں کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی وہ پیسے جو میں سونے کا سیٹ خریدنے کے لیے لے کر گئی تھی، میں نے اماں کو دے دیے۔"

روبینہ حجاب کی بات سن کر چپ سی ہوگئی۔ وہ کیا کہہ سکتی تھی، بس اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے پڑی ہوئی کاسمیٹکس کی چیزیں سمیٹنے لگی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے حجاب کی طرف دیکھا۔ "خدا تمہیں تمہاری ان نیکیوں کا صلہ دے۔"

حجاب نے ایک بار پھر اس کو اپنی مدد کرنے سے روک دیا۔ "یہ بتاؤ کہ تم شادی پر پہنچ جاؤ گی نا۔"

"کل آخری ہے اور پرسوں مہندی، میں مہندی پر پہنچ جاؤں گی، شادی کے بعد ہم دونوں اکٹھے ہی واپس آجائیں گے۔" روبینہ نے کہا

"دیکھو مہندی پر پہنچ جانا۔"

"ہاں بھئی پہنچ جاؤں گی۔" یہ کہہ کر روبینہ چلی گئی۔

حجاب اپنے گھر پہنچی تو اپنے عزیز واقارب کو خاص کر اپنی کزنز کو گھر میں دیکھ کر اس کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔

وہ اپنا سامان پھینک کر خوشی سے دوڑتی ہوئی انکی طرف بڑھی۔ "آنٹی انکل کیسے ہیں آپ سب۔"

اپنی خیریت بتانے کے بجائے وہ معنی خیز لہجے میں بولے "شادی کا کارڈ ملا تو ہم تو خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ حجاب بیٹی کی شادی ہورہی ہے ہمیں کیا معلوم کہ صباحت کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو بڑی بیٹی بٹھی ہے اور چھوٹی کی شادی کررہی ہے۔"

پھوپھی تو کچھ زیر لب لہجے میں بولی "اب کون میری حجاب کی ڈولی لینے آئے گا۔"

صباحت کرخت انداز میں بولتی ہوئی حجاب کی طرف بڑھی۔ "بیٹی کو بیٹھنے تو دو آپ لوگ کیا اس کے آتے ہی الٹی سیدھی بولنے لگے، آؤ حجاب فریش ہوجاؤ۔"

صباحت نے حجاب کا اٹیچی کیس اٹھایا تو حجاب نے ماں سے اٹیچی کیس لے لیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ صباحت اس کے دو شاپر اٹھا کے اس کے کمرے میں لے آئی۔ "ان رشتہ داروں نے کبھی نہیں پوچھا کہ ہم کس حال میں جی رہے ہیں۔ اچھے وقت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے بھی ہم سے ہاتھ چھڑالیا اور اب طعنے دینے کے لیے آگئے ہیں۔ ثانیہ کے سسرال والوں کے سامنے بھرم رکھنے کے لیے میں نے ان سب کو بلوایا ہے ورنہ یہ رشتہ دار اس قابل نہیں ہے۔"

حجاب نے ماں کو پانی کا گلاس دیا۔ "کیا ہوگیا اماں، پلیز غصہ چھوڑ دیں۔ خوشی کا موقع ہے۔ اس وقت پچھلی باتیں یاد نہ کریں۔ مجھے تو اتنے سالوں بعد ان سب کو دیکھ کر بہت خوشی ہورہی ہے۔ ثانیہ کی شادی میں تو نہ جانے کتنے لوگ یہ بات کہیں گے۔ آپ کس کس کو غصہ کریں گی کسی کی بھی بات کی پرواہ نہ کریں۔" صباحت نے حجاب کو اپنے سینے سے لگالیا۔ "مجھے معاف کردے میری بیٹی، نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے تمہاری حق تلفی کرنی پڑ گئی۔"

"پلیز اماں ایسی باتیں نہ کریں، آپ جو بھی فیصلہ کرتی ہیں، ٹھیک کرتی ہیں۔ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میرے تو بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں بس آپ میرے لیے کھانا لگوادیں۔"

صباحت نے اس کے بالوں کو سہلایا "تم فریش ہوکے آجاؤ، میں کھانا لگوادیتی ہوں۔" کھانا کھانے کے بعد صباحت نے حجاب کو اس کا سوٹ دکھایا جو اس نے حجاب کے لیے ڈیزائن کروایا تھا۔

حجاب تو اپنا جوڑا دیکھتی ہی رہ گئی۔ شاکنگ پنک کلر کے کرتے پر موتی اور ستاروں کا نفیس کام تھا۔

"اماں یہ اتنا پیارا جوڑا میرے لیے ہے۔"

حجاب نے جوڑا خود سے لگاتے ہوئے کہا "میری بیٹی تو اس جوڑے میں شہزادی لگے گی۔ کل تحریم کے ساتھ جا کر اس جوڑے سے میچنگ جوتی اور جیولری لے آنا۔ ٹھہرو تمہیں ایک اور چیز دکھاتی ہوں۔"

صباحت نے اپنے پرس سے چھوٹی سی ڈبیا لی۔ "یہ لو یہ میں نے تمہارے لیے بنوایا ہے۔"

"یہ کیا ہے اماں!"

"کھول کے دیکھو۔"

حجاب نے ڈبی کھولی تو اس میں سونے کا لاکٹ تھا۔ حجاب کی آنکھیں بھر آئیں "اماں آپ نے اتنا کچھ میرے لیے لیا اور یہ لاکٹ تو بہت خوبصورت ہے۔"

"اچھا ذرا پہن کر تو دکھاؤ کیسا لگتا ہے" صباحت نے حجاب کو اپنے ہاتھوں سے لاکٹ پہنایا۔

"ماشاءاللہ بہت پیارا لگ رہا ہے تم پر"۔ حجاب نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ "واقعی یہ لاکٹ بہت پیارا ہے اور میرے لیے بہت قیمتی بھی کیونکہ یہ میری ماں کا تحفہ ہے۔" اس نے لاکٹ کو اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔ اس وقت صباحت کمرے سے جاچکی تھی۔ اسی دوران ثانیہ کمرے میں آگئی۔ "تم بھی آپی غیروں کی طرح آج شام کو آئی ہو۔"

حجاب نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ "تمہیں تو پتا ہے کہ میں اپنی مصروفیت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ شادی کے لیے بھی تو چھٹیاں چاہیے تھیں، پھر اضافی چھٹیاں کیسے لیتی۔"

"رہنے دو آپی آپ تو ویسے بھی خوشیوں سے بھاگتی پھرتی ہیں۔" ثانیہ نے حجاب کا بازو کھینچا تو اس کی نظر لاکٹ پر پڑی۔ "اتنا پیارا لاکٹ یہ تم نے اب لیا ہے" حجاب نے مسکراتے ہوئے اپنے لاکٹ کو چھوا۔ "تم نہیں جانتی، یہ لاکٹ اماں نے مجھے دیا ہے۔ یہ دیکھو، یہ جوڑا بھی اماں نے میرے لیے لیا ہے۔ یہ تو تم نے دیکھا ہی ہوگا۔"

ثانیہ نے اچٹتی نگاہ جوڑے پر ڈالی۔ "اماں نے تو تمہارے لیے بڑی قیمتی شاپنگ کی ہے۔ مجھے تو یہ سب انہوں نے دکھایا ہی نہیں۔ میں نے بھی ان سے ایک لاکٹ بنانے کے لیے کہا تھا انہوں نے صاف انکار کردیا۔"

حجاب نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت دی "ارے پگلی! تمہارا تو زیور بہت پیارا بنا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ اس میں ایک چھوٹا سیٹ بھی ہے۔"

"شادی کے بعد گھر میں ہر وقت تھوڑی سیٹ پہنا جاتا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آپ کا سوٹ بھی پیارا ہے۔ شادی میں یہ جوڑا پہننے سے پہلے چہرے کا فیشل ضرور کروالینا، آپ چہرے سے Aged لگنے لگی ہیں اور اماں نے بڑا شوخ جوڑا لے لیا ہے۔" ثانیہ جیسے لفظوں کا تھپڑ حجاب کے چہرے پر مار کے چلی گئی۔

اسے اکثر اپنی بہنوں سے ایسی جلی کٹی سننے کو ملتی تھیں۔ اس کے دل میں آیا کہ وہ شادی کا ہنگامہ چھوڑ کے سیدھی ہاسٹل واپس چلی جائے۔

مگر رشتے نبھانے کی یہ سزا اس کا مقدر تھی۔ ثانیہ ابھی سسرال نہیں گئی تھی لیکن شاید وہ پہلے ہی پرائی ہوگئی "جہیز میں یہ نہیں ہے وہ نہیں ہے۔" اس کے لب و لہجے میں سسرالیوں کا رنگ جھلکنے لگا تھا۔

"سوچا تھا گھر جاؤں گی تو خوشیوں میں اپنے غم بھول جاؤں گی مگر یہاں تو آتے ہی آنکھیں بھیگ گئیں۔" حجاب خود کلامی کرتے ہوئے اپنا جوڑا تہہ کررہی تھی۔

صباحت نے اسے پکارا "حجاب آجاؤ کھانا کھالو۔"

حجاب نے ماں کی آواز سن کر لاکٹ اتار کر سنبھالا اور باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھونے لگی۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

قسط نمبر 13

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی



حجاب نے اپنی خوبصورت آنکھوں سے بادلوں سے بھرے آسماں کی طرف دیکھا تو کوئی خوبصورت سا خیال اس کے دل کے تار چھیڑ گیا۔

روبینہ نے اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہرایا "کن سوچوں میں کھو گئی ہو۔۔۔ ویسے کبھی کبھی مجھے تم پر عجیب سا شک ہوتا ہے۔"

"کیسا شک" حجاب نے حیران نظروں سے روبینہ کی طرف دیکھا۔

"یہی کہ تم نے مجھ سے کچھ چھپایا ہے۔"

"نہیں میں بھلا تم سے کیا چھپاؤں گی۔ تم تو میری زندگی کے بارے میں سب کچھ جانتی ہو۔" حجاب نے روبینہ سے نظریں چرالیں۔ روبینہ نے حجاب کے چہرے کو اوپر اٹھایا "ادھر دیکھو میری طرف۔"

حجاب نے اپنی اداس آنکھوں سے روبینہ کی طرف دیکھا "تم بتاؤ تمھیں یہ خیال کیسے آیا۔"

روبینہ نے حجاب کی آنکھوں میں جھانکا "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی تمہاری زندگی میں ہے جو تمھیں بہت چاہتا ہے۔ کوئی شہزادہ تمہاری زندگی میں محبت کا رنگ بھر گیا اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

حجاب نے روبینہ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بس نگاہیں جھکا کر مسکرانے لگی۔ اس کے مسکرانے پر روبینہ اچھل پڑی۔ "دیکھا، میں نے چوری پکڑ لی اب جلدی سے مجھے اس کا نام بتاؤ۔"

حجاب کی نظریں ایک بار پھر بادلوں سے بھرے آسماں پر تک گئیں، وہ چند لمحوں کے لیے جیسے کہیں کھو گئی، بے خودی میں ہی اس کی زبان سے الفاظ نکلے۔

چاہے جانے کا مجھے زعم نہیں ہے لیکن
میں بکھر جاؤں تو پلکوں سے اٹھاتا ہے کوئی

انہی لمحوں میں خوشبو کا ایک جھونکا حجاب کی سانسوں میں سرایت کر گیا۔ پھر کسی نے اپنا نرم گداز ہاتھ اس کے شانے پر رکھا۔

حجاب نے خوشبو سے معطر لمبا سانس کھینچا اور آنکھیں بند کیے اپنے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور دھیرے سے بولی۔ "اذہاد!"

روبینہ کو حجاب کا لب ولہجہ غیر متوقع سا لگا۔ مضبوط شخصیت کی مالک حجاب آج کسی جذبے کے آگے ٹوٹ کر بکھر گئی تھی۔

"حجاب یقین نہیں آتا کہ تم کسی کے بارے میں اس قدر گہرائی سے بھی سوچ سکتی ہو۔ دوست کہتی ہو اور کبھی اذہاد کے بارے میں بتایا بھی نہیں۔"

روبینہ کے منہ سے اذہاد کا نام سن کر حجاب نے یک لخت آنکھیں کھول لیں۔ "ایسا کچھ نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہی ہو۔۔۔"

"تو پھر یہ اذہاد کون ہے۔" روبینہ کی سوئی اذہاد کے نام پر ہی اٹک گئی۔

حجاب چاروں طرف نظر دوڑانے لگی جیسے کسی کو ڈھونڈ رہی ہو۔

"تم کس کو ڈھونڈ رہی ہو۔" روبینہ نے ایک بار پھر حجاب کو کھوجتی نظروں سے دیکھا۔

حجاب نے روبینہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے اٹھایا۔ "چھٹی ہو جائے تو پھر تمھیں اذہاد کے بارے میں بتاؤں گی۔"

دونوں سٹاف روم کی طرف جانے لگیں تو حجاب نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا شاید اسکی آنکھیں کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں جواب وہ وہاں نہیں تھا۔

حجاب چھٹی کے بعد اپنے کمرے میں آئی تو اس نے مضطرب سی کیفیت میں کتابیں میز پر پھینکیں اور کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔

"یہ کیا کر دیا میں نے، مجھے کسی بھی صورت میں روبینہ کے سامنے اذہاد کا نام نہیں لینا چاہیے تھا۔ اب میں اسے اذہاد کے بارے میں کیا بتاؤں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں راز بھی واشگاف نہیں کروں گی کہ اذہاد ایک جن زادہ ہے۔ میں روبینہ کو آدھا سچ بتاؤں گی۔" حجاب خود کلامی میں بڑبڑا رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

حجاب نے دروازہ کھولا تو روبینہ دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں بھی فائلز تھی، وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے سیدھی ادھر ہی آگئی تھی۔

"تم فائلز میز پر رکھ دو، میں کھانا لاتی ہوں۔ مجھے تو بہت بھوک لگی ہے، ملکر کھانا کھائیں گے تو مزہ دوبالا ہو جائے گا۔" روبینہ دھڑام سے بیڈ پر بیٹھی اور اس نے حجاب کا ہاتھ کھینچ کر اسے بھی بیڈ پر گرالیا۔ "میں یہاں کھانا کھانے نہیں آئی۔ میں نے کھانا اپنے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ میں تو تم سے اذہاد کے بارے میں پوچھنے آئی ہوں۔"

حجاب نے بیزاری سے آنکھوں کو ادھر ادھر گھمایا "جس حوالے سے تم اذہاد کے بارے میں سوچ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف میرا اچھا دوست ہے۔"

"مگر جس طرح سے تم نے اس کے بارے میں بات کی ایسا لگ رہا تھا کہ تمہاری زندگی میں اس کی خاص اہمیت ہے۔" روبینہ نے سوالیہ نظروں سے حجاب کی طرف دیکھا۔

حجاب کی نگاہیں خلا میں ٹھہر گئیں۔ الفاظ اس کی زبان سے ادا ہوئے تو یوں لگا کہ جیسے اس کی آواز یہاں گونج رہی ہے مگر خود وہ یہاں نہیں ہے۔ وہ سوچوں کی کسی گہری کھائی میں جیسے اترتی جا رہی تھی۔ "اس کا اور میرا رشتہ تو کوئی انسان سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں خود بھی آج تک نہیں سمجھ پائی۔ بس اتنا جانتی ہوں کہ جب تنہائی میں رونے کیلئے مجھے کسی کا شانہ نہیں ملتا تو وہ میرے آنسو پونچھتا ہے۔ اس کی قربت میرے ہر دکھ کے آگے آڑ بن جاتی ہے۔ وہ ہوا ہے، خوشبو ہے، جس کا احساس اور مہک میری زندگی سے کوئی دور نہیں کر سکتا۔" روبینہ حجاب کی باتیں سن کر پریشان ہو گئی۔ حجاب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"روبینہ! میری اس غموں سے بھری زندگی میں چند ہی تو خوشیاں ہیں۔ خدا کے لیے تم وہ خوشیاں مجھ سے مت چھینو۔ اگر میں نے تمھیں اذہاد کے بارے میں بتا دیا تو میں اپنا دوست کھو دوں گی۔"

روبینہ خاموشی سے حجاب کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی۔ "اذہاد کے لیے حجاب کے محسوسات غیر معمولی ہیں۔ یہ کیسا دوست ہے جسے کبھی کسی نے بھی نہیں دیکھا اور حجاب کا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس طرح کھو جانا" روبینہ اپنی شرٹ کا بٹن گھماتے ہوئے جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھتی جا رہی تھی۔ اسے علم ہی نہ ہوا کب حجاب وہاں سے چلی گئی۔

اس بات کے بعد روبینہ حجاب سے اکھڑی اکھڑی رہنے لگی مگر حجاب کسی بھی طور پر اذہاد کے بارے میں اسے بتانے پر آمادہ نہیں تھی، اسے روبینہ کی ناراضگی تو منظور تھی مگر اذہاد کو ایک بار پھر مصیبت میں ڈالنا گوارہ نہ تھا۔

صباحت سبزی کاٹنے میں مصروف تھی کہ تحریم ہاتھ میں موبائل لیے اس کے قریب آ بیٹھی۔

"اماں! حجاب آپی کو مسز آفتاب زیدی کے بارے میں بتاتے ہیں۔"

صباحت نے موبائل فون اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ "ابھی نہیں، پہلے مجھے ان کے گھر جانے دو۔ وہ اس قدر امیر لوگ ہم جیسے متوسط گھرانے سے تعلق جوڑنا چاہتے ہیں۔ کیا خبر لڑکے میں کوئی عیب ہو۔"

"تو یہ اماں! آپ تو بہت وہمی ہیں۔"

صباحت سبزی کاٹتے ہوئے رک گئی، اس نے گہری نظر تحریم پر ڈالی۔ "بیٹی! عمر کے ان گنت سالوں میں ہم نے کون سا نرخ نہ ہو جوڑے ہیں۔ حالات اور واقعات کی ٹھوکریں، مطلب پرست لوگوں کے بدلتے روپ، ایک ہی انسان کے کئی چہرے، زندگی کے یہ تلخ تجربات ہی تو میری پونجی ہے۔"

تحریم نے ماں کے گرد باہیں حمائل کرلیں "اماں آپ تو سنجیدہ ہو گئیں، میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی لیکن لڑکے والوں کے گھر سے آنے کے بعد سب سے پہلے میں آپی کو بتاؤں گی۔" صباحت مسکرا دی۔ "اس سنڈے وہ خود آ رہی ہے تو پھر بتا دینا۔"

"کیا پھر تو بہت مزہ آئے گا۔ میں تو آپی کو بہت ستاؤں گی۔" تحریم اچھل پڑی۔

☆☆☆☆

اپنے جھمکے ڈھونڈنے کے لیے تحریم نے پوری الماری چھان ماری "نہ جانے میں نے کہاں رکھ دیے، میرے کپڑوں سے تو صرف وہی میچ کرتے تھے" صباحت اپنا برقعے کا دوپٹہ درست کرتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی "یہ کیا تحریم! تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی۔ احسن آتا ہی ہوگا۔"

"مسز آفتاب زیدی کو ہم نے سات بجے کا ٹائم دیا تھا اور اب ساڑھے سات بج رہے ہیں۔" تحریم نے لمبا سا سانس کھینچا اور کمر پر ہاتھ کس لیے "میں جھمکے رکھ کر بھول گئی ہوں۔۔۔"

"تو کیا ہوا وہ جھمکے کونسا سونے کے تھے۔ ویسے ہی جھمکے اور لے لینا۔" صباحت نے اسے تسلی دی۔ تحریم نے ذرا سا منہ بنا کے کپڑے الماری میں واپس رکھنے لگی۔ "میرے اس جوڑے سے وہی جھمکے میچ کرتے تھے۔"

"بس اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ کوئی سے جھمکے پہن لو۔" صباحت نے حکم صادر کرنے کے انداز میں کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں احسن گاڑی لیکر پہنچ گیا۔

وہ بجلی کے جھٹکے کی طرح گھر میں داخل ہوا "جلدی کریں بہت ٹائم ہو گیا ہے۔"

"ثانیہ کہاں ہے۔۔۔" صباحت نے کمرے کو لاک لگاتے ہوئے ایک نظر احسن پر ڈالی۔ "ثانیہ کو میں مسز آفتاب زیدی کے گھر چھوڑ آیا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے تحریم کی طرف دیکھا جو ہاتھ میں ہینڈ بیگ لیے تیار کھڑی تھی۔ "تحریم! تم گاڑی میں بیٹھو میں آنٹی کے ساتھ لاک لگاتا ہوں۔" تقریباً آٹھ بجے وہ سب مسز آفتاب زیدی کے گھر پہنچ گئے۔

گاڑی مسز آفتاب زیدی کے پورچ میں رکی تو تحریم کی سانس تو اس کے حلق میں ہی اٹک گئی۔ ماں بیٹی نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی پوری کوٹھی کا جائزہ لیا۔ "یہ کوٹھی باہر سے کسی شیش محل سے کم نہیں، وہ اندر سے کس قدر خوبصورت ہوگی۔"

احسن نے گاڑی کا دروازہ کھولا "آجائیں آنٹی"۔ صباحت نروس سی بلاوجہ ہی اپنے آنچل کو بار بار درست کرتی ہوئی گاڑی سے اتری مگر جس طرح کا استقبال کیا، ایک پل کے لیے صباحت امیری غریبی کے اس احتراج کو بھول گئی جوان دونوں خاندانوں میں تھا۔

کوٹھی میں داخل ہوئی تو کوٹھی کی زیبائش و آرائش سے اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ڈیکوریشن پیس سے لیکر فرنیچر تک، گھر کی ہر چیز شاہانہ تھی۔

دیواروں پر لگے شیشوں میں اپنا عکس دیکھ کر صباحت نے لجاجت سے آنکھیں جھکالیں، جیسے اس کا اپنا ہی عکس اس کا مذاق اڑا رہا ہو کہ بیٹی کا رشتہ کرنے یہ تم کہاں چلی آئی ہو۔

دونوں ماں بیٹی ڈرائنگ روم میں جانے کے بجائے لیونگ روم میں ہی بیٹھ گئیں۔

مسز آفتاب زیدی کی دونوں بیٹیاں زرقا اور منال بھی وہیں بیٹھ گئیں۔

"آپ کو اپنے گھر دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ میں نے اپنی دونوں بیٹیوں کو بھی بلا لیا تھا تاکہ ان کی بھی ملاقات آپ سے ہو جائے۔"

"ماشاء اللہ بہت پیاری بیٹیاں ہیں آپ کی، آپکے داماد نہیں آئے۔" صباحت نے پوچھا۔

مسز آفتاب زیدی نے ایک نظر اپنی بیٹیوں پر ڈالی پھر صباحت سے گویا ہوئی۔ "انہیں ضروری کام تھا، انہیں میرے پاس چھوڑ کر وہ دونوں اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ میرا تو دل تھا کہ آفتاب صاحب کی بھی ملاقات آپ سے ہو جاتی لیکن وہ کام کے سلسلے میں بیرون ملک ہیں، ایک ماہ کے بعد ان کی واپسی ہوگی۔ زریاب اور فیضان ابھی تھوڑی دیر تک آجائیں گے۔"

زرقا اٹھ کر کچن کی طرف گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازمہ کولڈ ڈرنک لے کر آ گئی۔ زرقا نے آگے بڑھ کر کولڈ ڈرنک سرو کی۔ مسز آفتاب زیدی نے مسکراتے ہوئے زرقا کی طرف دیکھا۔ "اپنا دو سال کا بیٹا دادی کے حوالے کر کے آئی ہے۔ بہت شریر اور پیارا ہے۔ منال کے لیے دعا مانگتی ہوں، خدا اس کی بھی گود بھر دے۔"

"کیوں نہیں! اس پروردگار کی ذات بہت بے نیاز ہے۔ وہ سب کی مرادیں پوری کرتا ہے۔ ویسے زرقا اپنا بیٹا لے آتی تو اچھا تھا، میں بھی دیکھ لیتی۔"

صباحت کی بات کے جواب میں زرقا فوراً بولی "آنٹی اب تو آنا جانا لگا رہے گا، ممانے حجاب کی اس قدر تعریف کی کہ اس سے ملنے کا اشتیاق بڑھ گیا۔"

اسی دوران عقبی دروازے سے مردانہ آواز ابھری۔ "السلام علیکم"۔

صباحت نے پلٹ کر دیکھا تو ایک وجیہہ دراز قامت نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

"آؤ زریاب بیٹا۔۔۔" مسز آفتاب زیدی بیٹے کو دیکھتے ہی جیسے کھل اٹھی۔ زریاب نے سلیٹی رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ نہایت سلیقے سے صباحت اور تحریم سے ملا اس کے ملنے کے انداز سے لگ رہا تھا کہ انہیں ٹائم پر آنے کیلئے خاص تاکید کی گئی تھی۔

"فیضان کہاں ہے۔" مسز آفتاب زیدی نے زریاب سے پوچھا۔

"فیضان بھائی بس آتے ہی ہوں گے، وہ گاڑی سے کچھ سامان نکلوا رہے ہیں۔"

صباحت کی نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ فیضان کو دیکھنے کی بے چینی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ملازمہ کولڈ ڈرنک کیساتھ پیزا اور برگر بھی لے آئے۔

"آپ نے تو خواہ مخواہ اتنا تکلف کیا" صباحت نے مسز آفتاب زیدی کی طرف دیکھا۔ "آپ کچھ لیں تو" اور "تحریم بیٹی! آپ بھی کچھ لیں" مسز آفتاب زیدی نے ٹرے صباحت کے نزدیک رکھی۔

"فیضان بھائی بھی آگئے"، زرقا نے دروازے کی طرف دیکھا۔

سفید قمیض شلوار میں ملبوس ادھیڑ عمر شخص دروازے پر کھڑا تھا۔ اس کا بھی قد لمبا تھا مگر صحت کے حساب سے بوڑھا دکھائی دے رہا تھا۔ چہرے کی جلد جھریوں میں بٹ گئی تھی۔

ایک پل کے لیے صباحت کو لگا کہ جیسے وہ شخص مسز آفتاب زیدی کا خاوند ہے۔ اس نے اپنی تسلی کے لئے پوچھا۔ "یہ فیضان ہے۔۔۔؟"

مسز آفتاب زیدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہی میرا بیٹا فیضان ہے۔"

فیضان مسکراتا ہوا صوفے پر براجمان ہو گیا۔ صباحت کے تو جیسے چہرے کا رنگ ہی اڑ گیا۔ وہ لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ تک نہ لا پائی اس کے دل کی کیفیت اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

تحریم کی کیفیت صباحت سے الگ نہیں تھی۔ کمرے کی خاموشی کا سکوت ثانیہ کی آواز نے توڑا "کمرے میں اتنے لوگ اور اس قدر خاموشی"۔

صباحت نے شکوہ بھری نظروں سے ثانیہ کی طرف دیکھا "تم کہاں غائب ہو تمھیں ہماری آنے کی خبر تک نہ آئی۔" صباحت بیٹی سے گلے ملی۔ ثانیہ تحریم سے بھی ملی "آنٹی کا فون آ گیا تھا"۔

"ممی کیا کہہ رہی تھیں" احسن نے ثانیہ سے پوچھا۔

"کہہ رہی تھیں کہ گھر پر مہمان آئے ہیں۔ ہم گھر جلدی پہنچ جائیں۔ آپ کا فون بزی تھا، اسی لیے انہوں نے میرے نمبر پر فون کیا۔" پھر ثانیہ صباحت سے مخاطب ہوئی "آپ کو کیسے لگے فیضان بھائی"۔

صباحت نے مسکراتے ہوئے فیضان کی طرف دیکھا "آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے۔"

"خدا کا کرم ہے، میرا بزنس بہت اچھا چل رہا ہے۔"

مسز آفتاب زیدی نے فیضان کے ہاتھ پر شفقت سے اپنا ہاتھ رکھا "بہت محنتی ہے میرا بیٹا۔ بس کام میں لگا رہتا ہے۔ اپنی صحت کی طرف دھیان نہیں دیتا۔"

کچھ دیر تک فیضان ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہا پھر اس کا فون آ گیا جس کے بعد وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ ثانیہ اور احسن کو بھی جلدی تھی لیکن انہوں نے صباحت اور تحریم کو ساتھ لے کر جانا تھا اس لئے وہ تھوڑی دیر مزید رک گئے۔ فیضان کے جانے کے بعد مسز آفتاب زیدی صباحت کے قریب بیٹھ گئیں۔ "آپ بلا جھجک پوچھیں، کیا پوچھنا چاہتی ہیں۔ آپ کی بیٹی کا معاملہ ہے، آپ ہر طرح سے اپنی تسلی کریں۔"

صباحت نے اپنائیت سے مسز آفتاب زیدی کی طرف دیکھا "آپ کا خلوص ہی ہے جو مجھے یہاں کھینچ لایا ہے ورنہ جوڑیاں تو عرش پر بنتی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہ رہی تھی کہ فیضان کی آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی۔ فیضان کی عمر تو کافی زیادہ ہے۔"

مسز آفتاب زیدی کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی "میں نے بڑے چاؤ سے فیضان کی شادی کی تھی۔ یہ دس سال پہلے کی بات ہے۔ شادی کے دو مہینے بعد ہی میری بہو کا انتقال ہو گیا۔ اسکی موت برین ہیمرج سے ہوئی۔ اس کی موت کے بعد فیضان کی شخصیت میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں اس نے فیضان کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ ایک بیٹی کی ماں ہیں اس لیے میں آپ سے کچھ چھپانا نہیں چاہتی۔ فیضان کا مزاج انتہائی جھگڑالو ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بکھر جاتا ہے۔ خوشی کے موقع پر شامل نہیں ہوتا، زیادہ تنہا رہنا پسند کرتا ہے۔ سائیکاٹرسٹ کا کہنا ہے کہ اگر فیضان کی زندگی میں پھر سے کوئی لڑکی محبت لے کر آئے تو فیضان بدل سکتا ہے۔ میں نے حجاب میں جو سمجھداری اور خلوص دیکھا ہے، میرے دل نے کہا کہ وہی میرے فیضان کو بدل سکتی ہے۔ باقی آگے آپ کی مرضی" مسز آفتاب ٹشو سے اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔

صباحت نے شفقت سے مسز آفتاب کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ "آپ اپنی جگہ ٹھیک سوچ رہی ہیں لیکن میں بھی ایک ماں ہوں اس لیے مجھے سوچنے کے لیے وقت چاہیے۔"

"ٹھیک ہے مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ ویسے فیضان کے لیے لڑکی مل جائے تو مجھے زریاب کے لیے بھی لڑکی ڈھونڈنی ہے۔ میں اپنے دونوں بیٹوں کی شادی ایک ساتھ کرنا چاہتی ہوں۔" مسز آفتاب نے زیدی نے ترچھی نظر سے تحریم کی طرف دیکھا۔

احسن اور ثانیہ صباحت اور تحریم کو ان کے گھر ڈراپ کرنے کیلئے جا رہے تھے۔ راستے بھر میں صباحت بہت خاموش تھی گویا وہ ثانیہ سے خفا تھی۔

ثانیہ نے پچھلی نشست کی طرف دیکھا "اماں آپ اس قدر خاموش کیوں ہیں۔ کیا آپ کو وہ لوگ پسند نہیں آئے۔"

"میں اس موضوع پر ابھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی، احسن سے کہو کہ تمھیں بھی ہمارے گھر ڈراپ کردیں۔"

صباحت کی اس بات پر ثانیہ پریشان ہو گئی "گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں، میں کیسے۔۔۔"

احسن نے ثانیہ کی طرف دیکھا "آنٹی تم سے بات کرنا چاہتی ہیں تو تم ان کے ساتھ چلی جاؤ۔ میں مہمانوں کو سنبھال لوں گا۔"

"مگر۔۔۔"

"کہا نا، میں سنبھال لوں گا۔" احسن نے انتہائی اطمینان سے کہا۔ ثانیہ بھی صباحت اور تحریم کے ساتھ ان کے گھر چلی گئی۔

"تحریم! بیٹی مجھے پانی لادو۔" صباحت نے صوفے پر بیٹھتے ہی کہا۔ ثانیہ ماں کے قریب بیٹھ گئی۔ "اماں! کیوں اس طرح خفا ہو۔"

"تم نے ایسا رشتہ دیکھا اپنی حجاب کے لیے، لڑکے کی عمر 42 سال ہے اور جو اس کی والدہ اس کی عادات کے بارے میں بتا رہی تھیں، وہ سب سنا تم نے۔ میری بیٹی ابھی اتنی عمر کی نہیں ہوئی جو میں اس کے لیے ایسے رشتے دیکھوں۔" صباحت انتہائی غصے میں تھی۔ تحریم پانی لے کر آئی، صباحت نے پانی پیا۔

ثانیہ انتہائی تحمل سے بولی "اماں! آپ کہہ رہی ہیں کہ میں نے لڑکے کی عمر نہیں دیکھی۔ آپ اس گھر کے عیش و آرام نہیں دیکھ رہیں جو میں نے حجاب آپی کے لیے دیکھے۔"

"ثانیہ! یہ عیش و آرام، پیسے کی چمک دمک تم دونوں کو متاثر کر سکتی ہے لیکن میری حجاب میں یہ کمزوریاں نہیں ہے۔ وہ سادہ طرز کی زندگی پسند کرے گی مگر اس کا جیون ساتھی ایسا ہو جو اس کا دکھ سکھ کا ساتھی ہو اس کو سکون دے۔"

ماں کی باتوں سے ثانیہ کا موڈ خراب ہو گیا۔ "اگر لڑکے کی عمر تیس برس ہو تو لوگ اس کے لیے بائیس یا تئیس سال کی لڑکی ڈھونڈتے ہیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ آپی حجاب بتیس برس کی ہو گئی ہیں تو ان کے لیے ان کی عمر کا لڑکا مل جائے گا۔ اب تو انہیں ایسے ہی رشتے ملیں گے۔"

صباحت نے سر پکڑ لیا "اب مجھ سے اس موضوع پر مزید بات مت کرو، میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

دونوں بہنیں دوسرے کمرے میں جانے لگیں تو تحریم نے کہا "اماں آپ کے سر میں درد اس لیے ہو رہا ہے کہ آپ سچائی سے نظریں چرا رہی ہیں۔ آپ ثانیہ کی باتوں پر ٹھنڈے دماغ سے غور کریں۔" صباحت نے تڑپ کر اسکی طرف دیکھا اب چھوٹی کے منہ میں بھی زبان آگئی تھی۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com



[illegible] کا ورثہ

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 14

حجاب کے آنے تک صباحت نے مسز آفتاب زیدی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ صباحت گھر کے کام کاج میں بہت کھوئی کھوئی سی تھی کیونکہ حجاب نے آنا تھا۔

وہ پریشان تھی کہ حجاب سے کیا بات کرے گی۔ اسی دوران ثانیہ کا فون آیا۔ "اماں پھر کیا فیصلہ کیا آپ نے حجاب کے رشتے کے بارے میں۔"

"میں پہلے حجاب سے بات کرلوں پھر بتاؤں گی۔" صباحت کے لہجے میں جھجک نہیں تھی۔

"پہلے آپ خود کسی فیصلے تک پہنچیں گی تو جب ہی حجاب سے بات کریں گی۔"

صباحت نے اپنے ڈھیلے سے وجود کو جیسے صوفے پر پھینک دیا۔ "میرا تو دل نہیں مان رہا۔"

"اماں میں ابھی آرہی ہوں، کل رات مسز آفتاب زیدی ہمارے گھر آئی تھیں۔ انہوں نے کچھ ایسی باتیں کی ہیں کہ میرا آپ سے ملنا ضروری ہے۔" ثانیہ کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ ضرور کوئی بڑی بات ہے۔ فون بند کرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں ثانیہ صباحت کے پاس پہنچ گئی۔

ثانیہ صباحت کے قریب بیٹھی۔ "اماں بات صرف حجاب کے رشتے کی نہیں ہے۔ آنٹی عائشہ چاہتی ہیں کہ ادھر ہم حجاب کے لیے رشتے کی ہاں کریں اور ادھر وہ زریاب کے لیے تحریم کا ہاتھ مانگ لیں۔ انہیں تحریم بھی بہت پسند ہے۔"

"کیا زریاب کے لیے تحریم کا رشتہ...... زریاب تو لاکھوں میں ایک ہے۔ اس کا رشتہ تو کسی بھی رئیس فیملی میں ہو سکتا ہے تو پھر ہماری تحریم کا رشتہ کیوں مانگیں گے۔" صباحت عائشہ بیگم کی سوچ پر حیران تھی۔

ثانیہ نے کہا۔ "آنٹی عائشہ نے صاف صاف کہا ہے کہ اپنے دونوں بیٹوں کا رشتہ ایک ہی گھر میں کریں گی۔ ان کا اشارہ تحریم کی طرف ہے۔"

صباحت جلدی سے بولی "اگر انہیں تحریم بھی پسند ہے تو ایسا کرتے ہیں کہ زریاب کے لیے تحریم کا رشتہ دے دیتے ہیں۔ حجاب کی شادی کہیں اور کردیں گے۔"

"نہیں ایسا ناممکن ہے......" ثانیہ نے فوری جواب دیا۔

صباحت نے گہری نظر ثانیہ کے چہرے پر ڈالی "ثانیہ تمہارے لب و لہجے سے تو یوں لگ رہا ہے جیسے تم حجاب کی بہن کی حیثیت سے نہیں بلکہ لڑکے والوں کی طرف سے بات کررہی ہو۔ مجھے صاف صاف بتاؤ آخر تمہاری عائشہ بیگم سے کیا بات ہوئی ہے۔ جو تم دونوں بیٹیوں کے رشتے کے لیے میرا ذہن ہموار کر رہی ہو۔"

ثانیہ تذبذب کے کیفیت میں اپنی انگلی کا چھلا گھمانے لگی۔ کچھ بولنے کی کوشش کرتی مگر اپنے ہونٹوں کو بھینچ کر رہ جاتی۔

"چپ کیوں ہو، بتاؤ۔" صباحت تلخ سا ہو کر بولی۔

ثانیہ نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ کہہ رہی تھیں کہ اگر آپ حجاب کے رشتے کے لیے ہاں کہہ دیں تو وہ زریاب کے لیے تحریم کا ہاتھ مانگ لیں گی۔"

"بہت خوب! ایک بیٹی کے دکھ کی قیمت میں دوسری بیٹی کا سکھ خرید لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔ فیضان کی شخصیت کے بارے میں پوری طرح چھان بین کروں گی۔ حجاب سے بھی پوچھوں گی اگر میری تسلی نہ ہوئی تو صاف انکار کردوں گی۔"

ثانیہ صباحت کی اس بات پر پریشان سی ہوگئی۔ "آپ کہتی ہیں کہ مکان بیچ کر حجاب کی شادی کروں گی پھر کرائے کے گھر میں تحریم کے لیے ایسا اچھا رشتہ نہیں آئے گا۔ آگے آپ کی مرضی ہے۔" ثانیہ جاتے جاتے بھی ماں کی مجبوریاں یاد دلا گئی۔

ثانیہ کے جانے کے بعد صباحت گھر کے کام کاج میں پھر مصروف ہوگئی۔

بے حد سوچوں کی زنجیروں نے اس کا ذہن جکڑ لیا تھا۔ ثانیہ اس کے ذہن کو مزید الجھا گئی تھی۔ تحریم کالج گئی ہوئی تھی۔ وہ تھرڈ ایئر میں تھی۔ آج کل اس کے امتحان ہو رہے تھے۔ وہ خوب دل لگا کر امتحانات کی تیاری کررہی تھی۔

کالج سے آتے ہی اس نے حجاب کے بارے میں پوچھا "آپی کب آئے گی۔"

"تم کھانا کھاؤ۔" حجاب شام تک پہنچ جائے گی۔ لیکن تم نے اس سے فیضان کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی میں خود اس سے بات کروں گی۔"

"ٹھیک ہے آپ خود بات کرلیجئے۔" تحریم کھانے میں مشغول ہوگئی۔

صباحت تحریم کی طرف دیکھتے ہوئے من ہی من میں سوچنے لگی کہ زریاب اور تحریم کا جوڑا کیسا لگے گا مگر جونہی اس کے ذہن میں فیضان کا چہرہ آیا اس نے اپنے خیال کو جھٹک دیا۔

شام کو حجاب اپنے گھر پہنچ گئی۔

صباحت اور تحریم سے ملنے کے بعد حجاب اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے اپنے بیگ سے سامان نکالا اور اپنی وارڈ روب میں رکھنے لگی۔

اس نے اپنے بیگ سے ضروری فیروزی رنگ کا جوڑا نکالا جو وہ ثانیہ کے لیے لائی تھی۔ اس نے جوڑے کو چھوتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری۔ "آج ثانیہ کے بغیر سب کچھ کتنا عجیب لگ رہا ہے۔ خدا اسے خوش رکھے" حجاب نے سوٹ الماری میں رکھا۔

شام کا وقت تھا۔ آسمان پر سرمئی رنگ کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ حجاب باہر لان میں بیٹھ گئی۔ تحریم چائے کے تین کپ لے کر لان میں آگئی "تم پہلے سے یہاں بیٹھی ہو اور میں سوچ رہی تھی کہ تم سے کہتی ہوں کہ لان میں بیٹھ کر چائے پیتے ہیں۔"

تحریم نے چائے کی ٹرے اور بسکٹ میز پر رکھے

"میں اماں کو بلا کر لاتی ہوں۔"

حجاب نے تحریم کو پیچھے سے آواز دی "ثانیہ کی شادی کی تصاویر بھی لے آنا۔" کچھ دیر بعد صباحت اور تحریم بھی حجاب کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

تحریم کے ہاتھوں میں البم تھی۔ "البم مجھے دو۔"

حجاب نے تحریم کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

تحریم نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا "آرام سے پہلے چائے پی لیجئے کھاؤ پھر تسلی سے تصاویر دیکھتی رہنا۔"

"تحریم کیوں ستا رہی ہو بہن کو، البم دے دو" صباحت نے تحریم کو گھورا۔

تحریم نے البم حجاب کو تھمادی "دیکھ لو، کیا کمال کی تصاویر آئی ہیں تمہاری۔"

حجاب کی تصاویر دیکھنا شروع کی تو جیسے پورا فنکشن ایک بار نظروں کے سامنے آگیا۔ "احسن اور ثانیہ کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ ثانیہ تو موی گڑیا لگ رہی ہے۔"

"یہ تو کچھ نہیں اگر مووی دیکھو گی تو تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔" تحریم مسکراتے ہوئے حجاب کے ساتھ البم دیکھنے لگی۔

ابھی زریاب کے رشتے کی بات تحریم کے کانوں تک نہیں پہنچی تھی۔

تصاویر دیکھنے کے بعد دونوں بہنیں شادی کی ویڈیو دیکھتی رہیں۔ حجاب بہت لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہاسٹل کی بورنگ اور تھکا دینے والی ڈیوٹی کے بعد گھر آکر اس طرح سب کے ساتھ ہنسنا کھیلنا حجاب کو بہت اچھا لگتا تھا۔

حجاب کے موبائل کی رنگ ہوئی۔ موبائل کے اسکرین پر ثانیہ کا نام تھا۔

حجاب نے موبائل کان سے لگایا "ہیلو ثانیہ کیا حال ہے میری بہن کا۔"

"حجاب! بہت خوش ہوں۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی میں اتنی خوشیاں مجھے ملیں گی۔"

"خدا کا شکر ہے۔ تمہاری یہ بات سن کر میرے دل کو تسلی ہوگئی ہے۔"

"تم بتاؤ کیسی ہو۔ جاب کیسی چل رہی ہے۔"

"میں ٹھیک ہوں۔ جاب بھی اچھی چل رہی ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے ملنے آؤ گی یا میں آؤں۔"

"حجاب ایسا کرو کہ کل تم سب میرے گھر آؤ۔ ہم اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ ادھر آؤ گی تو تم سب سے مل بھی لوں گی۔" ثانیہ نے کہا۔

حجاب بھی مسکرا دی "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ میں اماں اور تحریم سے پوچھ کر تمہیں فون کردوں گی کہ کل ہم کس وقت آئیں گے۔"

"تمہاری تصاویر بہت اچھی ہیں اور مووی بھی کمال کی ہے۔ تم دلہن کے روپ میں تم نے کیا ماڈلنگ کی ہے۔"

"حجاب! تم میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ وہ تو فوٹو سیشن والے کہہ رہے تھے کہ ایسے پوز بناؤ" ثانیہ نے وضاحت کی۔

"ارے پگلی ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں تمہارا مذاق نہیں اڑا رہی واقعی تمہاری تصاویر بہت شاندار ہیں۔" حجاب اور ثانیہ کافی دیر تک باتیں کرتی رہیں۔

فون بند ہونے کے بعد حجاب نے صباحت سے کہا۔

"ثانیہ کل دوپہر کے کھانے پر ہم تینوں کو مدعو کررہی ہے۔"

صباحت نے بے دلی سے کہا "تم دونوں بہنیں چلی جانا، میں گھر پر ہی رہوں گی۔"

"اماں آپ کیوں ایسا کہہ رہی ہیں۔"

حجاب نے ماں سے انکار کی وجہ پوچھی۔

صباحت نے اپنے سر کو خفیف سا دبایا "پتہ نہیں آج کل طبیعت ٹھیک نہیں رہی۔"

حجاب پریشان ہو کر ماں کا سر دبانے لگی "آپ ابھی چلیں میرے ساتھ میں ڈاکٹر سے آپ کا معائنہ کرواتی ہوں۔"

صباحت نے پیار سے حجاب کا ہاتھ تھاما "نہیں میری بیٹی! ایسا کوئی مرض نہیں ہے۔ بس بلڈ پریشر اوپر نیچے ہو جاتا ہے۔ میرے پاس بلڈ پریشر کی دوا پڑی ہے، میں لے لوں گی۔" رات ہو گئی مگر صباحت حجاب سے فیضان کے بارے میں بات نہ کرسکی۔

رات کے دس بجے ہی حجاب صباحت اور تحریم کو شب بخیر کہہ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

آسمان کے سرمئی بادلوں نے اب کالی گھٹاؤں کا روپ لے لیا تھا۔

تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آسمانی بجلی دھرتی کو روشن کر دیتی اور پھر کڑک دار آواز کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھتی تو دھرتی کا سینہ ہلا کے رکھ دیتی۔ اس طرح کے موسم سے حجاب بہت خوفزدہ ہوتی تھی۔

اس نے کھڑکی کے پردے کھینچ دیے۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ نے لان کے اندھیرے کو خوفزدہ بنا دیا تھا۔

سروں کے پودے بھی یوں محسوس ہو رہے تھے جیسے دیو سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ ابھی بارش نہیں ہوئی تھی لیکن موسم کا حال بتا رہا تھا کہ بہت تیز بارش ہونے والی ہے۔ صباحت نماز پڑھ رہی تھی اور تحریم کپڑے پریس کرتے ہوئے گنگنا رہی تھی۔

صباحت نماز سے فارغ ہوئی تو تحریم نے کہا "آپ نے آپی سے بات کیوں نہیں کی۔"

"سفر سے تھکی ہوئی آئی تھی۔ مجھے مناسب نہیں لگا کل بات کروں گی۔" صباحت نے جائے نماز کی تہیں بناتے ہوئے کہا۔

بجلی کی کڑک دار آواز پر تحریم نے کندھے سکیڑ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ "موسم بہت خوفناک ہوتا جا رہا ہے، آپی ڈر تو نہیں رہی ہوگی۔"

صباحت بستر پر دراز ہوگئی "وہ تو اکیلے رہ رہ کر کافی بہادر ہو گئی ہوگی۔ تم آیت الکرسی پڑھ کر سو جاؤ۔"

تھوڑی ہی دیر کے بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ تحریم آیت الکرسی پڑھ کر ماں کے ساتھ لیٹ گئی۔ اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ اس لیے جب اس نے آنکھیں بند کیں تو باہر سے آنے والی آوازیں زیادہ نمایاں ہو گئیں۔ لان کے جھولے کی چڑ چڑ کی آوازوں سے اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ بستر سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف بڑھی۔ اس نے کھڑکی کھولی تو لان میں لگا پینگ والا جھولا اس طرح زور زور سے جھلنے لگا جیسے تیز بارش میں کوئی اونچی اونچی پینگیں چڑھا رہا ہو۔

تحریم نے اطراف پر نظر دوڑائی تو درختوں کے پتے ساکت تھے۔ ہوا نہیں چل رہی تھی، بادلوں کی خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ تیز بارش ہو رہی تھی۔

"ہوا نہیں چل رہی تو یہ جھولا......" تحریم کے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔

اس نے کھڑکی بند کی اور صباحت کے قریب جا کر اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ تحریم نے ماں کا بازو ہلایا "ہونہہ......" صباحت نیند میں بڑبڑائی۔

"اماں! باہر ہوا کا نام و نشان تک نہیں ہے اور جھولا زور زور سے ہل رہا ہے۔"

صباحت چڑ کر بولی "اس قدر تیز طوفان ہے اور تمہیں جھولے کے ہلنے پر تعجب ہو رہا ہے ادھر آکے سو جاؤ۔"

تحریم نے ماں کے ساتھ لیٹ کر آنکھیں موند لی۔

حجاب عشاء کی نماز پڑھ کر بستر میں گھس گئی تھی۔ اس کا بھی دھیان بار بار جھولے کی آواز کی طرف جا رہا تھا۔

اس نے کھڑکی کا پردہ کھینچ دیا۔ اندھیرے میں کچھ ٹھیک طرح سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ پھر ایک دم سے آسمانی بجلی چمکی تو حجاب کی سانس اٹک کے رہ گئی۔

اس طوفانی بارش میں کوئی جھولے میں بیٹھا پینگیں چڑھا رہا تھا۔

آسمانی بجلی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اندھیرے میں ڈوبے ہوئے لان کو روشن کر دیتی، حجاب اپنے کمرے سے باہر نکل کر باغیچے میں آگئی اب وہ جھولا اسے سامنے سے دکھائی دے رہا تھا۔

"اذہاد!" جھولے میں بیٹھے ہوئے شخص کا چہرہ نظر آیا تو حجاب نے اسے بے اختیار پکارا اور وہ تیز بارش میں جھولے کی طرف بھاگنے لگی۔

وہ جھولے کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی۔ وہ تیز بارش میں بھیگ رہی تھی، اس نے کا سانس پھولا ہوا تھا۔

اذہاد نے جھولا روک دیا اور جھولے سے اتر کر وہ حجاب کے قریب کھڑا ہوگیا۔

حجاب کے بال کھلے ہوئے تھے اور بارش کا پانی اس کے بالوں سے دھاریوں کی صورت میں اس کے کپڑوں پر گر رہا تھا۔

پانی کے قطرے اس کے چہرے پر اس طرح چمک رہے تھے جیسے گلاب کے پھولوں پر شبنم۔

بارش میں بھیگی ہوئی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی لبوں پر مسکراہٹ تھی مگر جب اس نے اذہاد کا سپاٹ چہرہ غور سے دیکھا تو اس کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

بارش نے بہت کوشش کی کہ اذہاد کے آنسو اس میں گم ہو جائیں مگر اس کی دہکتی ہوئی سرخ آنکھوں نے حجاب کو بتادیا کہ وہ رو رہا ہے۔

حجاب کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ کر رکھ دیا۔ وہ تڑپ کر رہ گئی۔ وہ اس کے آنسو پونچھنے لگی

"اذہاد! تمہاری آنکھوں میں اس طرح آنسو...... کیا ہوا ہے۔"

اذہاد گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اس نے اپنے ہاتھ کشکول کی طرح حجاب کے سامنے پھیلا لیے اس نے بھیگی آنکھوں سے حجاب کی طرف دیکھا تو اس خواب کی یاد سے خواب تھرتھرا کر رہ گئی۔ جس میں وہ اذہاد کو اکثر اسی طرح دیکھتی تھی، جیسے فقیر کے بھیس میں شہزادہ جو اس کے آگے کشکول پھیلائے بیٹھا رہتا۔ حجاب اس کی حسرت بھری آنکھوں میں یہ ڈھونڈتی رہتی کہ وہ اس سے کیا چاہتا ہے۔ آج بھی اذہاد کی آنکھوں میں وہی سحر تھا جس میں کوئی کھو جائے تو دنیا تیاگ دے۔

حجاب اذہاد سے آنکھیں چراتی ہوئی چند قدم پیچھے ہٹ گئی "اذہاد تم مجھے اس طرح مت دیکھا کرو، تمہاری یہ سحر زدہ آنکھیں کسی دن تمہارا اور میرا جن و انس کا فرق مٹا دیں گی۔ تمہاری آنکھوں کے جذبات بہت گہرے اور سچے ہیں۔"

اذہاد ایک فقیر کی طرح اس کیفیت میں گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔

"میں نہ جانے کب سے تمہارے لیے انسانوں میں بھٹک رہا ہوں۔ میری توانائی دھیرے دھیرے ختم ہو رہی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ انسان بن کر تمہاری ماں سے تمہارا ہاتھ مانگ لوں اور زندگی بھر تمہیں خود سے دور نہ ہونے دوں۔"

حجاب نے اذہاد کے شانوں پر ہاتھ رکھ کے اسے کھڑا کیا۔ "جو تعلق تم بنانا چاہتے ہو وہ ایک فریب ہے اور اس فریب سے ہماری یہ دوستی زیادہ بہتر ہے۔ یقین کرو، جتنا سکون، جتنی خوشی مجھے تمہاری دوستی سے ملی ہے اور کہیں نہیں ملی۔ میری بے رنگ زندگی میں تمہاری قربت ہی تو ہے، جس میں میں اس قدر خوش ہو جاتی ہوں۔ تم تو غموں کی تپتی دھوپ میں میرے لیے گھنے سائے کی طرح ہو۔ میں لفظوں میں نہیں بتا سکتی کہ تم میرے لیے کیا ہو بس اتنا جانتی ہوں کہ جب تم میرے قریب ہوتے ہو تو غم و پریشانی کا احساس مجھے نہیں چھو سکتا۔

اگر تم جن نہ ہوتے تو تم کیا پہلے میں تمہاری محبت میں گرفتار ہو جاتی۔" احساس کی رو میں بہتے ہوئے جذبات میں حجاب کو خیال ہی نہ رہا کہ وہ اس قدر بھیگ گئی ہے۔

حجاب کی باتیں اذہاد کا غم کم نہ کرسکیں، اس کی آنکھوں سے آنسو یونہی بہتے رہے۔

کافی دیر کی خاموشی کے بعد وہ دھیرے سے بولا "تم بہت بھیگ چکی ہو بیمار پڑ جاؤ گی۔"

اگلی ہی ساعت میں حجاب اپنے کمرے میں تھی۔ وہ دوڑتی ہوئی کھڑکی کی طرف لپکی۔

اذہاد بھی جھولے کے پاس سے غائب ہو چکا تھا۔ حجاب جس جگہ کھڑی تھی، ادھر سے قالین گیلا ہو گیا۔ "خود مجھے تو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ میں اتنی گیلی ہوگئی ہوں" وہ جلدی سے واش روم میں چلی گئی۔

دوسرے کپڑے پہننے کے بعد وہ بستر پر لیٹ گئی۔

اس کی نیند بھی کسی بدلی کی طرح ہوا ہو چکی تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھے چھت کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ اذہاد کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جن لوگوں کے لیے ہم اپنی خوشیاں داؤ پر لگا دیتے ہیں، جن کی راحت کے لیے اپنا سکھ چین کھو دیتے ہیں۔ ان سے ہمیں وفا نہیں ملتی اور کبھی کوئی یوں اذہاد کی طرح وفا کا سرچشمہ بن کر ہماری زندگی میں دبے پاؤں داخل ہو جاتا ہے۔

آگے یہ ہمارا نصیب کہ ہم وفا کے ساگر کے قریب کھڑے پیاسے رہ جائیں۔

مگر اذہاد، وہ اس طرح کیوں رو رہا تھا۔ اچانک ایسی کیا بات ہوگئی تھی کہ وہ اس طرح رنجیدہ ہوگیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ انسانوں میں اس طرح بھٹکنے سے اس کی توانائی ختم ہو رہی ہے۔ میں صبح ہی اس سے بات کروں گی کہ وہ اس طرح ہر وقت میرے ساتھ رہ کر خود کو ختم نہ کرے۔ وہ جہاں جانا چاہتا ہے، چلا جائے۔ جب اس کا دل چاہے وہ مجھ سے ملنے آجایا کرے۔

اسی سوچ میں گم اس کا حلق خشک ہوگیا، وہ پانی کے لیے اٹھی تو کمرے میں پانی نہیں تھا۔

وہ کچن میں پانی لینے گئی تو صحن میں بکھرے سوکھے پتوں پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

حجاب کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی شاید کوئی چور ہے۔

قدموں کی چاپ مسلسل آتی رہی۔ حجاب نے ڈرتے ڈرتے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ حجاب کو کوئی نظر نہیں آیا بس اس نے یہ دیکھا کہ کوئی انار کے درخت کے پاس سے اس طرح گزرا ہے کہ درخت جھول کے رہ گیا۔

وہ درخت اس کمرے کے قریب تھا جہاں پہلے اذہاد رہتا تھا۔

پھر ایک دم اس کمرے کی لائٹ جلی جیسے کمرے کے باہر بلب لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد انار کے درخت کے پاس سے اذہاد نمودار ہوا۔ حجاب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اذہاد کا ہوائی جسم قفل چڑھے دروازے سے آر پار ہو کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

حجاب لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے اردگرد دیکھنے لگی۔ اذہاد پھر اس کمرے میں کیسے آگیا پچھلی بار اسے کتنی اذیتوں سے گزرنا پڑا تھا۔ اس بار بھی اگر اماں کو شک ہوگیا تو وہ کچھ بھی کرسکتی ہیں۔

سوچ کی ان الجھنوں میں حجاب دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اذہاد کے کمرے تک آگئی۔ اس نے کھڑکی سے دیکھا تو اذہاد گہری نیند سو رہا تھا۔

حجاب کافی دیر تک کھڑی اسے دیکھتی رہی مگر اس میں ہمت نہ ہوئی، اسے جگانے کی۔ وہ بھی اپنے کمرے میں جا کر سوگئی۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجبوری کا ورثہ

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہوگیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 15

فجر کے وقت اذہاد کی قرآن پاک کی تلاوت کی دل سوز آواز سے حجاب کی آنکھ کھل گئی۔

اذہاد کی تلاوت میں رب کریم کی عقیدت کا سوز تھا جو سننے والے پر وجد کی کیفیت طاری کر دیتا تھا۔

حجاب اٹھ کے بیٹھ گئی اور سر پر دوپٹہ اوڑھ کر اذہاد کی سحور کن آواز میں کھو گئی۔

پھر ایک خیال سے اس کا دل دھک کر رہ گیا۔ اگر تحریم اور اماں نے اذہاد کی آواز سن لی تو کیا ہوگا۔ اسی دوران اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

حجاب کو گھبراہٹ کے مارے پسینہ آگیا۔ اس نے دروازہ کھولا تو صباحت اس کے سامنے کھڑی تھی "بیٹی نماز کا وقت ہوگیا نماز پڑھ لو"۔

"جی اماں میں نماز پڑھ لیتی ہوں" حجاب نے جواب دیا۔

صباحت کے رویے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے اذہاد کی تلاوت کی آواز نہیں آرہی۔ اس نے مسکرا کر حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا اور چلی گئی۔

حجاب نے اطمینان کا لمبا سانس کھینچا اور وضو کرنے لگی۔ اس نے نماز پڑھی اور پھر دوڑتی ہوئی اذہاد کے کمرے کے قریب گئی۔

وہ انار کے درخت کے پیچھے چھپ کر اذہاد کو دیکھنے لگی۔

وہ قرآن پاک کی تلاوت میں محو تھا۔ اس نے اپنی تلاوت مکمل کی اور قرآن پاک الماری میں سنبھال دیا۔

اک پل میں وہ حجاب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ "کہاں غائب ہوگیا، ابھی تو الماری کے قریب کھڑا تھا" وہ پیچھے پلٹی تو اذہاد سے جا ٹکرائی۔ اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے اذہاد کی طرف دیکھا "میں تمہیں کمرے میں دیکھ رہی ہوں اور تم میرے پیچھے کھڑے ہو۔" اس نے اذہاد کا ہاتھ تھاما اور اسے کھینچتی ہوئی بالکونی میں لے آئی۔

"یہ تم..." وہ بات ہی کرنے لگی تھی کہ تحریم کی آواز آئی۔

حجاب اذہاد کو دروازے کے پیچھے دھکیلتے ہوئے اس کے ساتھ دروازے کی اوٹ میں چھپ گئی۔

تحریم بالکونی تک آئی اور پھر پلٹ گئی۔ اذہاد حجاب کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا۔

حجاب کو اپنے اس قدر قریب پاکے سکون و طمانیت کا دلفریب احساس اس کی رگوں میں سرایت کر گیا تھا۔ اچانک اس کی مسکراہٹ قہقہوں میں بدل گئی۔ وہ زور زور سے ہنسنے لگا۔ حجاب نے اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔ "تم اس طرح کیوں ہنس رہے ہو۔"

"تم مجھے دوسروں کی نظروں سے چھپا رہی ہو جبکہ اس وقت سوائے تمہارے مجھے کوئی اور نہیں دیکھ سکتا۔"

حجاب نے خفگی سے اس کے بازو کو جھٹک دیا۔

"تم اتنی دیر سے مجھے بیوقوف بنا رہے ہو، بتا نہیں سکتے تھے۔ میں جانتی ہوں کہ اگر تم اس حالت میں ہوتے ہو جب تمہیں میرے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھ سکتا لیکن میں کسی بھی حالت میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔ تمہارا مادی وجود ہمیشہ تو لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا اور میں تم سے یہی کہنا چاہتی ہوں کہ تم دوبارہ اس کمرے میں مت رہو۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اگر میری ماں کو شک ہوگیا تو تمہاری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ اور میں تمہارے لیے کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی۔"

اذہاد مسکراتا ہوا کسی چھلاوے کی طرح دیوار پر جا بیٹھا۔

"حجاب صاحبہ، آپ کو معلوم ہو یا نہ ہو، میں تو ہمیشہ اس گھر میں تمہارے ساتھ آتا ہوں۔ رات تم نے میری چوری پکڑ لی ورنہ میں تو ہمیشہ اسی کمرے میں ہی سوتا ہوں۔ اور رہی بات میری جان کی تو یہ جان تمہاری ہے، میرا اس پر کوئی حق نہیں۔" یہ کہہ کر اذہاد سفید غبار میں تبدیل ہوگیا اور وہ غبار لان میں لگے پام کے درختوں میں غائب ہوگیا۔ عین اسی وقت صباحت کی آواز حجاب کی قوت سماعت سے ٹکرائی۔ تو وہ وہیں سے چلائی "آرہی ہوں اماں" صباحت کی آواز کچن سے آرہی تھی۔

حجاب کچن میں داخل ہوئی تو صباحت نے اسے دیگچی پکڑا دی "بیٹی باہر گوالا آیا ہے، دودھ لے لو۔ اور دودھ لینے کے بعد اپنے کمرے میں جا کر سو جانا۔ ہاسٹل میں تو تمہاری نیند ہی پوری نہیں ہوتی ہوگی۔"

حجاب نے ایسا ہی کیا۔ دودھ ماں کو پکڑا کر وہ سو گئی۔

حجاب سو کر اٹھی تو سب نے مل کر ناشتہ کیا۔ تحریم تو ناشتہ کر کے کالج چلی گئی۔ حجاب نے اپنے سکول سے دو دن کی چھٹی لی تھی۔

صباحت اور حجاب گھر کی سیٹنگ کرنے لگیں۔ اتنی دیر میں ملازمہ آگئی۔ صباحت نے ملازمہ کو کام سمجھایا اور دونوں ماں بیٹی کمرے میں بیٹھ گئیں۔

صباحت حجاب سے فیضان کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی مگر اسے سوجھائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ بات کس طرح شروع کرے۔ حجاب محسوس کر رہی تھی کہ صباحت اس سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔

"کیا بات ہے اماں، کوئی الجھن ہے..."

حجاب نے ماں کی بے چینی کو بھانپتے ہوئے کہا۔ اس نے حجاب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "تم سے بات کرتی ہے مگر ڈرتی ہوں کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں تمہیں کسی چیز کے لیے مجبور کر رہی ہوں۔ میں نے بہت سوچا کہ تم سے پوچھے بغیر انکار کر دوں مگر میرے دل و دماغ نے بار بار یہی کہا کہ ایک بار تم سے پوچھ لوں"۔

"میں کچھ نہیں، آپ وضاحت سے بتائیں کہ کیا بات ہے"۔ حجاب نے صباحت کو بات کرنے کا حوصلہ دیا۔

صباحت نے حجاب کو ساری بات تفصیل سے بتائی لیکن صاحب نے تحریم کے رشتے کے متعلق حجاب کو کچھ نہیں بتایا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ حجاب ہمیشہ اپنی خوشیوں کے آگے اپنی بہنوں کی خوشیوں کو اہمیت دیتی ہے۔

حجاب نے خاموشی سے آنکھیں جھکا لیں۔ صباحت اس کی طرف دیکھتی رہی مگر وہ جیسے ماں سے آنکھیں چرانے لگی۔

وہ کافی دیر کے بعد ماں سے گویا ہوئی "مجھے یاد آگیا، میں بچوں کے پیپرز لائی ہوں، ابھی فراغت ہے چیک کر لیتی ہوں۔"

حجاب اٹھ کے جانے لگی تو صباحت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ادھر بیٹھو میرے پاس، اپنی ماں سے اس طرح نظریں مت چراؤ۔"

حجاب اپنا آنچل سنبھالتی ہوئی ماں کے پاس دوبارہ بیٹھ گئی۔

صباحت نے حجاب کا چہرہ اوپر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

صباحت پریشان ہوگئی "میں جانتی تھی کہ یہ سب سن کر تمہیں دکھ ہوگا۔ لیکن بیٹی اپنا فیصلہ سنا کر مجھے فیصلے کے اس بوجھ سے آزاد کر دو"۔

حجاب نے پیار سے ماں کی طرف دیکھا "اماں میرے آنسو دیکھ کر پریشان نہ ہوا کریں۔ ان آنکھوں میں تو جیسے آنسوؤں کا موسم ٹھہر گیا ہے۔ کسی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ جب انسان مجبور ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے سودے کرنے والے بہت آجاتے ہیں۔ ایسے رشتوں سے بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے پاس ہی رہنے دیں۔ مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی۔ میں اپنی اس زندگی میں بہت خوش ہوں۔ مجھے کسی سے بھی کوئی شکایت نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر حجاب وہاں سے چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد صباحت کافی دیر تک کسی گہری سوچ میں گم رہی۔ جونہی تحریم کالج سے آئی صباحت تحریم اور حجاب ثانیہ کے گھر کے لیے روانہ ہوگئے۔

ثانیہ نے کھانے میں مزے مزے کی ڈشز تیار کی تھیں۔ تحریم تو چٹخارے لے لے کر کھانا کھاتی رہی اور تعریفیں کرتی رہی۔ احسن نے کھانا بہت جلدی میں کھایا اور معذرت کر کے اپنے کام کے لیے روانہ ہوگیا۔

کھانے کے بعد ملازمہ برتن سمیٹنے لگی تو ثانیہ آئس کریم لے کر حجاب کی طرف بڑھی۔ "آؤ حجاب ہم سب آئس کریم اندر بیڈ روم میں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

حجاب تحریم اور صباحت ثانیہ کے کمرے میں چلی گئیں۔ ثانیہ نے سب کو آئس کریم ڈال کر دی۔ جونہی وہ اپنا کپ لے کر سب کے ساتھ بیٹھی بڑے شوخ انداز میں بولی "آپی حجاب اماں نے آپ سے فیضان بھائی کے بارے میں بتایا" حجاب نے اثبات میں سر ہلایا۔

ثانیہ کے لہجے کی شوخی مزید بڑھ گئی "کچھ نہ پوچھو آپی! وہ لوگ اس قدر امیر ہیں کہ اگر آپ کی شادی وہاں ہوگئی تو آپ کسی ریاست کی شہزادی سے کم نہ ہوں گی۔ ہم جیسوں کو تو آپ پوچھیں گی بھی نہیں۔"

"بس کرو ثانیہ! میں نے کبھی بھی دولت کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ اصل بڑائی تو انسان کا اعلیٰ ظرف ہوتا ہے۔ جہاں زیادہ دولت ہوتی ہے وہاں سچے جذبوں کا فقدان ہوتا ہے۔ میں ظاہری شان و شوکت والے کھوکھلے لوگوں کو پسند نہیں کرتی۔"

"تمہاری یہ کتابی باتیں میری سمجھ سے تو باہر ہے۔" ثانیہ نے منہ بسورتے ہوئے تحریم کی طرف دیکھا۔ تحریم نے بھی ہونٹ چباتے ہوئے سر کو جھٹک دیا۔

حجاب نے اپنی بہنوں کے رویے کو صاف محسوس کر لیا۔ صباحت نے حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا "جو حجاب کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔ ہم میں سے کوئی بھی حجاب پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرے گا۔"

ثانیہ برتن اٹھا کے کچن میں رکھنے گئی تو حجاب بھی اس کے پیچھے پیچھے برتن لے کر کچن میں چلی گئی۔

حجاب نے برتن سینک میں رکھے تو ثانیہ انتہائی خلوص میں بولی "اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو معذرت چاہتی ہوں مگر..."

"مگر کیا..." حجاب نے کہا۔

ثانیہ کچھ دیر خاموش رہی پھر دبی ہوئی آواز میں بولی۔ "تمہارے فیصلے کا اثر تحریم کی زندگی پر بھی پڑے گا۔"

"تحریم کی زندگی پر... میں کچھ نہیں۔" حجاب الجھ گئی۔

"تم سے اماں نے ذکر نہیں کیا، فیضان کے بھائی زریاب کے بارے میں" ثانیہ نے کہا۔

"نہیں تم بتاؤ کیا بات ہے۔" حجاب بے چین ہو گئی۔ اپنی بہنوں کی خوشیاں اس کی کمزوری جو تھیں۔

ثانیہ نے موقع جانچتے ہوئے بات شروع کی۔ "مسز آفتاب زیدی نے احسن سے اور مجھ سے یہ بات کی ہے کہ اگر وہ اس فیضان بھائی کے لیے تمہارا ہاتھ دے دیتی ہیں تو وہ لوگ زریاب کے لیے تحریم کا ہاتھ مانگ لیں گے۔

اور زریاب جو ایک فرم میں نہ صرف انجینئر ہے بلکہ کئی مربعوں کا بھی مالک ہے۔ 25 سال کا ہینڈسم نوجوان ہے۔ اس کے رشتے کے لیے تو بڑی بڑی امیر فیملیز تیار ہے۔ مگر یہ تو اپنی تحریم کے نصیب ہیں کہ اسے ایسا رشتہ مل رہا ہے۔ حجاب تھوڑا سا پریکٹیکل سوچو، تمہاری عمر کی لڑکیوں کو اسی عمر کے لڑکے ملتے ہیں جتنی عمر فیضان بھائی کی ہے۔

تم بھی خوش رہو گی اور تحریم بھی خوش رہے گی۔" دروازے پر کھڑی تحریم نے دونوں بہنوں کی ساری باتیں سن لیں۔

اچانک ایسی خبر تحریم کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ وہ تو سن ہو کر رہ گئی۔ اس سے پہلے کہ حجاب اور ثانیہ اسے دیکھتی وہ جلدی سے صباحت کے پاس جا بیٹھی۔

برتن سمیٹنے کے بعد حجاب اور ثانیہ بھی صباحت کے پاس آگئیں۔

حجاب نے صباحت کو بالکل بھی ظاہر نہ کیا کہ ثانیہ نے اس سے کیا بات کی ہے۔ بس اس نے تھوڑی دیر بعد ہی جانے کا اصرار کیا۔

ثانیہ نے انہیں چائے کے لیے رکنے کو کہا لیکن صباحت نے بھی گھر جانے کے لیے کہا۔

ثانیہ نے حجاب کو عجیب الجھن میں ڈال دیا تھا گھر آنے کے بعد حجاب سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ثانیہ کی شادی کی تصاویر اور ویڈیوز میں قید خوشگوار لمحات میں وہ اپنے غموں کو بھولنے کے لیے آئی تھی مگر ایک نئی الجھن نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اسے ہر مسکراہٹ کی قیمت چکانا پڑتی ہے۔ اس نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

موسم خوشگوار تھا مگر اس کا دم گھٹ رہا تھا۔ جیسے کسی نے اس کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا تھا۔ یہ غموں کا بوجھ تھا، احساس ذمہ داری کا بوجھ تھا یا اس کی بڑھتی عمر کے سالوں کا بوجھ، جس نے ایک پل میں ہی حجاب کی ہمت توڑ دی تھی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہوگئی، وہ خود سے باتیں کرنے لگی۔

"کیوں ہر وقت مجھیں بدل بدل کر مجھ سے قربانیاں مانگتا ہے۔ کبھی میرے لیے بھی تو یہ وقت مہربان ہو کر آئے اور کہے کہ خوشیاں تمہاری منتظر ہے۔ مجھے دولت مند گھرانے سے کوئی غرض نہیں۔ نہ ہی میں خواہشات کی غلام ہوں اور نہ ہی دولت میری کمزوری۔ میں تو ایسا جیون ساتھی چاہتی ہوں جو عمر میں مجھ سے چند سال بڑا ہو یا میرا ہم عمر ہو۔ وہ اعلیٰ ظرف ہو، اچھا اور سچا انسان ہو۔ دنیاوی دولت بس اتنی ہو کہ ہم اپنے چھوٹے سے گھر میں اچھی گزر بسر کر سکیں، ہم کسی کے محتاج نہ ہوں۔"

ابھی لمحوں میں اس کے ذہن میں ثانیہ کی آواز گونجی "تمہاری عمر کی لڑکیوں کو فیضان کی عمر کے لڑکے ہی ملتے ہیں۔"

حجاب آئینے کے قریب ہوگئی اور اپنے چہرے کو چھونے لگی "میرے چہرے پر ابھی جھریاں تو نہیں پڑیں" پھر وہ اپنا ہاتھ اپنے بالوں تک لے گئی۔

اس کے سیاہ بالوں میں کہیں کہیں چاندی کی سفید تاریں چمک رہی تھیں۔ مصروفیت میں حجاب کا ان کی طرف کبھی دھیان ہی نہ گیا۔

ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ حجاب کی عمر کے سال بھی زینہ چڑھتے رہے۔ اتنا وقت چپکے دبے پاؤں ہی گزر گیا۔ حجاب کی آنسوؤں سے بھری دھندلی آنکھوں میں اذہاد کا دھندلا سا عکس ابھرا۔ وہ شیشے میں اس طرح دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ حجاب کے ساتھ کھڑا ہے جبکہ حجاب کو اپنے آس پاس کوئی نظر نہیں آیا۔ حجاب نے بے یقینی کی کیفیت میں آئینے کو چھوا "تم کہیں میرا خیال تو نہیں ہو۔"

اذہاد مسکرا دیا "میں ہی ہوں، تمہارا دوست تمہارے آنسو مجھے یہاں تک لے آئے۔ جب میری آنکھوں میں آنسو تھے تو تم مجھ سے میرے رونے کی وجہ پوچھتی رہی۔ میرے آنسوؤں کی وجہ بھی وہی بات تھی جس نے آج تمہیں رلا دیا۔ میں نے بھی تمہاری ماں کی باتیں سن لی تھیں۔ ثانیہ اور تمہاری امی فیضان سے تمہارے رشتے کی بات کر رہے تھے۔

فیضان کی ماں نے جس طرح تمہاری خوشیوں کا سودا طے کیا، میں ساری صورتحال سے واقف ہوں۔ میں خود فیضان کے گھر گیا تھا۔ بس تم سے ذکر نہیں کیا، چاہتا تھا کہ تمہاری ماں ہی تم سے اس رشتے کے بارے میں بات کرے۔ حجاب تم اپنوں سے ایک اور دھوکہ کھانے جا رہی ہو۔ تم اس رشتے کے لیے ہاں مت کہنا۔ فیضان دماغی مریض ہے۔ تحریم کے اچھے مستقبل کے لیے تم اپنی زندگی داؤ پر مت لگانا"۔

"اذہاد! مسلسل سمجھوتوں کے بعد یہ لگتا ہے جیسے میرے خواب دیکھنے کی عمر گزر گئی ہے۔" حجاب شکستہ لہجے میں بولی۔

اذہاد نے اپنا ہاتھ کھڑا کیا "نہیں حجاب! ایسا مت کہو خواب دیکھنے کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ یہ خواب ہی تو ہمارے جسم میں روح کا احساس ہیں۔ ہماری زندہ دلی ہماری کوششیں سب ان خوابوں کی بدولت ہی تو ہیں۔ جب آنکھیں بے خواب ہو جائیں تو اندھیروں میں ڈوب جاتی ہیں۔"

حجاب جیسے تڑپ اٹھی "تو میں بھی تو یہی چاہتی ہوں کہ میری آنکھیں اندھیروں میں ڈوب جائیں۔ میں اپنوں کے چہروں میں چھپے مطلب پرست لوگوں کے چہرے نہ دیکھ سکوں۔ میرا دل اپنوں سے محبت کرنے پر مجبور ہے اور میرا نصیب ٹھوکریں کھانے پر میں کیا کروں" حجاب دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کر رونے لگی۔

اذہاد اپنے عکس سے مادی وجود میں آگیا۔ اس نے حجاب کے ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹاتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں لے لیے "سب کچھ جان کر بھی خود کو فریب مت دو۔ فیصلہ تم نے کرنا ہے۔ آج بھی اگر تم نے دوسروں کے لیے اپنی ذات کو نظر انداز کر دیا تو تم دوسروں کی نظروں میں غیر اہم ہی رہو گی۔ یہ اذیتیں یہ غم تمہیں کسی نے نہیں دیے تم خود اپنے لیے چنتی ہیں۔

کہہ دو سب سے کہ تمہیں اپنی خوشیوں کی سودے بازی نہیں کرنی۔ اس رشتے سے انکار دو۔ میں تمہارا سچا دوست ہوں، اگر فیضان کی جگہ کوئی ایسا شخص ہوتا جو تمہیں خوش رکھ سکتا تو میں اپنی خوشی بھول کے تمہاری خوشی میں شامل ہو جاتا۔ مگر فیضان ذہنی مریض ہے۔ وہ تمہیں کبھی خوش نہیں رکھ سکتا۔"

حجاب نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے اذہاد کی آنکھوں میں جھانکا، جن میں خلوص اور وفا کے جذبات امڈ آئے تھے "میں تو اپنی زندگی اپنے پیارے دوست کے ساتھ ایسے ہی گزارنا چاہتی ہوں، کوئی نیا رشتہ بنانے میں میرا دل نہیں ہے مگر تحریم کو ایسا رشتہ دوبارہ نہیں ملے گا۔"

اذہاد نے حجاب کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ اذہاد پہلے کچھ کہتا، صباحت کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کرسی پر براجمان ہوگئی۔ حجاب ماں سے نظریں چراتے ہوئے الماری کی سیٹنگ میں مصروف ہوگئی۔

صباحت نے ایک نظر حجاب کو دیکھا "ثانیہ بیوقوف ہے سوچ کر نہیں بولتی، تم اسکی باتوں کی طرف دھیان مت دینا۔ بس میں اس معاملے کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتی۔ میں آج ہی عائشہ بیگم کو فون کر کے اس رشتے سے منع کر دوں گی۔"

حجاب کپڑے چھوڑ کر صباحت کے پاس بیٹھ گئی۔ "اتنی جلد بازی مت کریں، ایک دو روز ٹھہر جائیں۔"

صباحت نے حجاب کی آنکھیں دیکھیں "تم رو رہی تھی، کیا بات ہے، تم سے کسی نے کوئی بات کی ہے۔"

حجاب نے آنکھیں جھکا لیں۔ "اماں جو بدنصیب ہوا سے رونے کے لیے کسی بات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں تو جب بھی تنہا ہوتی ہوں، ذہن میں ان گنت غموں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا ہے۔"

صباحت نے حجاب کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس کے بال سہلانے لگی "اگر تم اس رشتے کی وجہ سے پریشان ہو تو بیٹی جس گھر میں جوان بیٹیاں ہوں وہاں رشتے آتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ رشتے اچھے ہوں، والدین کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ رشتہ منظور کریں یا نہ کریں۔"

حجاب نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "اچھے رشتے بھی اس دہلیز پر آتے ہیں جہاں صاحب حیثیت لوگ رہتے ہیں۔ ہم غریب لوگوں کی دہلیز پر اچھے رشتے کب آتے ہیں۔ اگر میری شادی ہو بھی جائے تو آپ کی تنگ دستی بڑھ جائے گی پھر تحریم کا ہاتھ مانگنے کون آئے گا۔"

صباحت نے حجاب کے سر سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ "یہ تم مجھ سے ثانیہ کی زبان میں بات کیوں کر رہی ہو۔"

حجاب اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "اماں آپ میری..." صباحت تپ کر بولی۔ "تم سے ثانیہ نے تحریم کے رشتے کے بارے میں کوئی بات کی ہے؟"

"وہ..."

"مجھے بس جواب چاہیے، ثانیہ نے تم سے زریاب اور تحریم کے رشتے کی بات کی ہے۔؟"

صباحت انتہائی غصے میں تھی۔

حجاب نے اثبات میں سر ہلایا "جی"۔

صباحت برق سرعت سے ٹیلی فون کی طرف لپکی۔ حجاب فون کے آگے کھڑی ہوگئی۔ "پلیز اماں اس سے کچھ نہ کہیے۔"

صباحت سر پکڑ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ حجاب صباحت کے لیے پانی لے کر آئی۔

"یہ پانی پی لیں۔ ہم اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔"

صباحت نے پانی کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے حجاب پر گہری نظر ڈالی "تم تو انسان کے معیار کو دولت کے ترازو میں نہیں پرکھتی تھی تو آج ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو۔"

"میں ایسا نہیں سوچتی مگر میری بہنیں ایسا سوچتی ہیں۔ ان کی نظر میں انسان کی سب سے بڑی خوش قسمتی امیر ہونا ہے اور ہم کسی کی سوچ پر پہرے نہیں بٹھا سکتے۔"

آپ مجھے صرف یہ بتائیں کہ جو کچھ ثانیہ نے ان لوگوں کے بارے میں اور زریاب کے بارے میں بتایا ہے، وہ سب سچ ہے؟"

حجاب کے اس سوال پر صباحت جھوٹ نہ بول سکی۔ "ہاں وہ سب سچ ہے۔ زریاب واقعی بہت اچھا اور کامیاب لڑکا ہے۔ لیکن مجھے فیضان پسند نہیں آیا۔ وہ زریاب کے لیے تحریم کا ہاتھ مانگ لیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن عائشہ بیگم تمہارے رشتے کے بدلے میں تحریم اور زریاب کا رشتہ کرنا چاہتی ہیں۔ بس تم مجھے ان باتوں میں مت الجھاؤ، تحریم کے نصیب اچھے ہوں گے تو اسے کوئی اور رشتہ مل جائے گا۔ مجھے فی الحال تمہارے بارے میں سوچنا ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں کل ہی عائشہ بیگم کو انکار کر دوں گی، تم ایسا کرو، چائے بناؤ۔ کبھی اس سر درد سے چھٹکارا ملے گا۔"

حجاب کچن میں چائے بنانے گئی تو وہ گہری سوچ میں ہی ڈوبی رہی۔

(جاری ہے)



www.iqbalkalmati.blogspot.com

مجبور کا ورثہ

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 16

چائے تیار ہو گئی تو وہ کپ اٹھانے سلینڈ کی طرف بڑھی تو کپ پہلے سے ہی کسی نے چولہے کے پاس رکھے ہوئے تھے۔ "یہ کپ یہاں کس نے رکھے۔" وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ چینی کا ڈبہ ہوا میں تیرتا ہوا سنک پر آ کر رک گیا۔

حجاب نے کمر پر ہاتھ رکھ کے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ "اذہاد چپ چاپ سامنے آ جاؤ۔"

"بالکل نہیں، آج تو میں تمہارے ساتھ کچن کے کام میں مدد کروں گا۔ آج سامنے نہیں آؤں گا۔ اچھا چلو اندازہ لگاؤ میں کس طرف ہوں، اگر تم نے مجھے چھولیا تو میں سامنے آ جاؤں گا۔"

"اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔" حجاب نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔

اذہاد نے ایک وقت میں کتنے ہی برتنوں کو ہوا میں معلق کر دیا۔ حجاب کبھی کسی برتن کے قریب جاتی اور کبھی کسی۔ اذہاد کچن کے مختلف حصوں سے مختلف آوازیں پیدا کرتا، جس سے حجاب کبھی کسی جگہ جاتی اور کبھی کسی جگہ۔ بالآخر کچن کے ایک کیبنٹ پر سر رکھ کے کھڑی۔

"تم آخر جیت گئیں" کسی نے حجاب کے کان میں سرگوشی کی۔

ایک ہی ساعت میں حجاب کا سر اذہاد کے کندھے پر تھا۔ خود کو اذہاد کے اتنا قریب پا کر وہ خود میں سمٹ کر رہ گئی۔ اذہاد نے مسکراتے ہوئے حجاب کی طرف دیکھا "تم نے مجھے ڈھونڈ ہی لیا۔"

حجاب نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا "وہ اماں چائے کا انتظار کر رہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے پھر ملیں گے" اذہاد غائب ہو گیا۔

حجاب چائے لیکر صباحت کے پاس گئی تو تحریم بھی صباحت کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ "اچھا ہوا تم خود ہی آ گئی، میں تمہاری چائے بھی لے آئی ہوں۔" حجاب نے ٹرے میز پر رکھی۔

تحریم نے خاموشی سے چائے کا کپ اٹھایا ورنہ وہ عادتاً کوئی نہ کوئی جوک ضرور کہتی تھی۔ ایک وہی تو تھی جو سب کو کسی نہ کسی بات پر ہنساتی تھی۔ مگر آج اس کے چہرے پر عجیب اداسی تھی۔

چائے کا کپ حجاب نے ہونٹوں سے لگایا تو ایک سپ لیتے ہوئے بولی "چائے تو مزیدار ہے تو پینے والوں کے چہرے ایسے کیوں اترے ہوئے ہیں۔" حجاب نے ترچھی نظر سے تحریم کی طرف دیکھا۔

تحریم نے بُرا سا منہ بنایا۔ "آپ نے چائے مجھ سے پوچھے بغیر بنا دی، میں تو ابھی سونا چاہتی تھی۔"

حجاب اس کے قریب بیٹھ گئی۔ "کوئی بات نہیں میں دو کپ پی لوں گی تم آرام کرلو۔"

"Thanks" یہ کہہ کر تحریم خاموشی سے چائے چھوڑ کر چلی گئی۔

صباحت تحریم کا نارواں رویہ محسوس کر کے سوچ میں پڑ گئی۔ حجاب نے ماں کا دھیان بدلنے کے لیے ٹی وی آن کر لیا۔ صباحت بظاہر تو مسکراتی ٹی وی دیکھنے لگی مگر اسے من ہی من میں تحریم کی بات کھٹکتی رہی پھر وہ حجاب سے پوچھے بغیر رہ نہ سکی۔

"تم نے یا حنا نے تحریم کو زریاب کے رشتے کے بارے میں بتا تو نہیں دیا۔"

"نہیں اماں! ہم نے تو تحریم سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا۔ آپ کو تو پتا ہے کہ وہ ایسی ہی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض۔" حجاب نے ماں کی تسلی کی مگر پھر بھی صباحت نے کہا "تم باتوں ہی باتوں میں پوچھنا شاید اس نے تمہاری اور حنا کی باتیں سن لی ہوں۔ ویسے اس کو اگر اس بات کا علم ہو گیا ہو تو اسے بتا دینا کہ میں اس رشتے سے انکار کر رہی ہوں، وہ بھی حنا کی طرح گاڑیوں اور بنگلوں کے خواب نہ دیکھے۔ اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دے۔"

حجاب دھیرے سے بولی "گریجویشن تو اس کی اس سال مکمل ہو جائے گی۔ اگر کوئی اچھا رشتہ مل جائے تو ہم اس کی منگنی کر سکتے ہیں۔" صباحت کرخت لہجے میں بولی۔ "یہ بات مجھے بار بار کیوں دہرانی پڑ رہی ہے کہ ابھی مجھے صرف تمہارے بارے میں سوچنا ہے۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، اب میں مزید دیر کر کے اور گناہگار نہیں ہو سکتی۔"

صباحت کی باتوں سے حجاب خاموش تو ہو گئی مگر اپنے دل و دماغ میں اٹھنے والے بھونچال کو روک نہ سکی۔ جس قدر خاموش رہتی، ذہن میں اٹھنے والے سوالات کا تلاطم بڑھتا جاتا۔

تحریم سے کوئی بات کیے بغیر وہ مغرب کی نماز کے بعد چھت پر چلی گئی۔ تحریم سے پہلے وہ خود سے کچھ سوال کرنا چاہتی تھی کہ بہن کی خوشیوں کے لیے وہ اس قربانی کے لیے تیار ہے یا نہیں۔

درحقیقت تو فیصلہ حجاب کو کرنا تھا۔ وہ چھت پر بچھی چارپائی پر لیٹ گئی۔ اسے اکثر بغیر بستر اور تکیے کے اس طرح لیٹنا بہت اچھا لگتا تھا۔

آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا۔ حجاب آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے خود سے باتیں کر رہی تھی۔ "میری مٹھی سے تو وقت ریت کی طرح پھسل گیا ہے تو میں اپنی بہن کی خوشی کے آڑے کیوں آؤں۔ حنا ٹھیک کہتی ہے کہ مجھے اب فیضان جیسے لوگوں کے رشتے ہی آئیں گے۔ مجھے اپنی مرضی کے رشتے کی خواہش کرنے کا حق نہیں ہے۔ ویسے بھی میں نے ابا جی سے وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ اپنی چھوٹی بہنوں کا خیال رکھوں گی اور اب تحریم کی خوشیاں میرے فیصلے کی منتظر ہیں۔ مگر میرا وہ دوست جو ہر مشکل فیصلے میں میرے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ فیضان ذہنی مریض ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اذہاد کوئی بات ایسے ہی بے وجہ نہیں کہتا۔ شاید وہ فیضان کے گھر گیا ہوگا، اس نے اپنا کچھ دیکھا ہوگا مگر یہ تو مجھے حنا نے بھی بتایا ہے کہ بیوی کے مرنے کے بعد فیضان میں چڑچڑا پن آ گیا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں کہ فیضان شادی کے بعد ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر وہ ذہنی مریض ہوتا تو اتنا بڑا بزنس کیسے سنبھالتا۔"

حجاب ان سوالوں میں ابھی الجھی ہوئی تھی کہ سیڑھیوں سے قدموں کی آواز آئی۔

حجاب اٹھ کے بیٹھ گئی۔

"تحریم! آ جاؤ! چھت پر بیٹھنا اچھا لگ رہا ہے۔" حجاب نے تحریم کو سامنے دیکھ کر کہا۔ تحریم ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلتی ہوئی حجاب کے پاس آ گئی۔

تحریم نے انتہائی سنجیدگی سے حجاب کی طرف دیکھا "سوری! آپ میرے لیے چائے لائی تھیں اور میں نے ایسے ہی——"

"کوئی بات نہیں—— اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان مت ہوا کرو۔" حجاب نے تحریم کا ہاتھ دھیرے سے دبایا۔

تحریم کی آنکھوں میں ابھی بھی اضطراب تھا کوئی الجھن تھی جس نے اس کے لبوں سے مسکراہٹ چھین لی تھی۔

حجاب نے اس کے چہرے پر گہری نظر ڈالی۔ "کوئی تو بات ضرور ہے۔ تم تو اس طرح سنجیدہ نہیں ہوتی۔ مجھے بھی نہیں بتاؤ گی۔" تحریم نے حجاب کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"کوئی فائدہ نہیں، آج کل ہر کوئی اپنے بارے میں ہی سوچتا ہے۔ کسی دوسرے کے بارے میں سوچنے کی کسے فرصت ہے۔"

حجاب نے تعجب سے تحریم کی طرف دیکھا۔ "یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو، اگر تمہارا اشارہ میری طرف ہے تو میں نے ہمیشہ پہلے تمہارے بارے میں سوچا ہے پھر اپنے بارے میں—— مجھ سے کہاں کوئی غلطی ہوئی ہے جو تم ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

تحریم کے دل کی کڑواہٹ اس کی زبان تک آ گئی وہ کھڑی ہو گئی۔ اس کی زبان سے جیسے انگارے برسنے لگے۔

"یہ گھر جہاں میں کھڑی ہوں، گھر نہیں ہے۔ حسرتوں کی قبر ہے۔ یہاں زندگی کی رعنائیاں نہیں۔ سوگ کی سرسراہٹیں ہیں۔ دل میں اٹھنے والے ارمان کو ہونٹوں تک آنے سے پہلے ختم کردینے کا حکم صادر ہو جاتا ہے۔"

حجاب کے جسم میں سرتاپا جیسے کپکپی دوڑ گئی۔ اس نے تحریم کو شانوں سے پکڑا "اپنی زبان کو لگام دو، کیا انٹ شنٹ بول رہی ہو۔" تحریم کے من میں یہ جوالا مکھی نہ جانے کب سے سلگ رہی تھی آج وہ ان لفظوں کے انگاروں سے برسا رہی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ حجاب کے آگے باندھ لیے۔ "ہمیں اب نہیں جینا تمہارے رحم و کرم پر۔ اماں کے ہر وقت کے طعنوں سے کہ تمہاری 25000 روپے کی تنخواہ سے یہ گھر چل رہا ہے۔ ہماری عزت نفس ختم ہو گئی ہے۔ تم شادی کر کے اپنا گھر بساؤ۔ ہم خود کو سنبھال سکتے ہیں۔"

تحریم کے جملوں کے طمانچے نے ایک لمحے میں ہی حجاب کی وفاؤں اور قربانیوں کا مان ریزہ ریزہ کر دیا۔ حجاب نے آنسو بھری آنکھوں سے تحریم کی طرف دیکھا، وہ کانپتے لبوں سے بمشکل بولی "تمہارے دل آخر ہے کیا——"

پہلے تحریم کوئی جواب دیے بغیر جانے لگی پھر سیڑھیوں کے پاس اس کے قدم رک گئے۔ اس نے پلٹ کر حجاب کی طرف دیکھا۔ "اس غریب خانے سے جان چھڑانے کی کوئی صورت نظر آتی ہے تو تمہارے نخرے آڑے آ گئے۔ حجاب صاحبہ یہ عمر تمہارے نخرے کرنے کی نہیں، فوری فیصلہ لینے کی ہے۔" یہ کہہ کر تحریم تیز تیز سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی نیچے اتر گئی۔

تحریم کے رونے نے جیسے حجاب کو نڈھال کر دیا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور بلک بلک کر رونے لگی۔ "تحریم! یہ تم کیا کہہ گئی۔ اے میرے رب! اگر کسی کو میری ضرورت نہیں تو مجھے موت دے دے۔"

حجاب کے لب خشک ہونے لگے۔ کوئی ہاتھوں میں مٹی کا پیالہ لے کر اس کی طرف بڑھا۔ حجاب نے پانی سے بھرے مٹی کے پیالے کو تھامتے ہوئے نظر اوپر اٹھائی تو اس کے سامنے وہی غمگسار دوست تھا جو ہمیشہ اس کے آنسو پونچھتا تھا۔

حجاب نے پانی منہ کو لگا کر لب تر کیے۔ "تم کیوں نہیں مجھے دوسروں کی طرح اپنے حال پر چھوڑ دیتے تم کیوں میرے آنسو پونچھتے ہو۔"

اذہاد مٹی کا پیالہ زمین پر رکھ کے حجاب کے قریب زمین پر بیٹھ گیا۔ "کیونکہ میں انسان نہیں ہوں جو خونی رشتوں کو چھوڑ کر بے جان چیزوں سے دل لگاتا۔ میں خواہشات کا غلام نہیں، میں تو آزاد پنچھی ہوں۔ جہاں محبت ملی وہیں بسیرا کر لیا۔"

حجاب نے پھر وہی سوال اذہاد سے کیا جو اس کی زبان میں کئی بار آتا تھا۔ "سب انسان تو ایسے نہیں ہوتے۔ تو پھر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے۔"

اذہاد نے اس کے چہرے پر بکھری ہوئی لٹوں کو پیچھے کیا۔ "حجاب! جس انسان کو خدا نے بنایا وہ تو وفا کا پیکر تھا۔ رشتے صرف نام کے لیے نہیں نبھائے جاتے تھے۔ وہ لوگ ایک دوسرے کا دم بھرتے تھے مگر اب معاشرے میں ان اچھائیوں کا فقدان ہے۔ اکثر دوسروں کے لیے جینے والے لوگ تنہا رہ جاتے ہیں۔ تم نے اپنوں کے لیے بہت کچھ کیا مگر تمہیں بدلے میں کیا ملا، یہ خرافات جو تحریم کہہ گئی ہے۔ اپنی زندگی کا تم پر بھی کچھ حق ہے۔ تم ہر دفعہ اپنی ذات کی نفی نہیں کر سکتیں۔"

حجاب کے آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتے تھے۔ وہ سر جھکائے گلو گیر لہجے میں بولی "اذہاد! آج کی رات مجھے تنہا چھوڑ دو۔ مجھے اپنے من سے لڑنا ہے، جس کی محبت میرے اپنوں کو زنجیروں کی طرح جکڑ چکی ہے۔ اس حجاب سے سوال کرنے ہیں جو اپنی بہنوں کی کامیابی کے خواب دیکھتے دیکھتے زندگی کی حقیقتوں سے دور ہو گئی۔ میں نہیں جانتی کہ رات کی اس جنگ میں کامیابی کس کی ہوگی۔ مگر تم مجھے کمزور کر دیتے ہو، آج کی رات مجھے تنہا چھوڑ دو۔" اذہاد نے حجاب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دھیرے سے بولا۔ "فیصلہ کرتے ہوئے یاد رکھنا کہ تمہارا یہ دوست چاہتا ہے کہ تم فیضان کے رشتے سے انکار کردو۔"

حجاب سر جھکائے خاموش رہی۔ اس نے اذہاد کی بات کا جواب نہیں دیا۔ جب اس نے سر اوپر اٹھایا تو اذہاد غائب ہو چکا تھا۔ حجاب نیچے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

رات کے کھانے تک حجاب اپنے کمرے میں بند رہی۔ صباحت نے جب کھانے کے لیے بلایا تو اس نے کھانے کے لیے منع کر دیا۔

صباحت نے تحریم کی طرف دیکھا جو بے اعتنائی میں کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ "حجاب کو کیا ہوا ہے کھانا کیوں نہیں کھا رہی۔"

"پتہ نہیں آپ خود پوچھ لیں۔" تحریم نے کہا۔

صباحت حجاب کے پاس گئی تو حجاب بے ترتیبی سے بستر پر براجمان تھی۔ تکیہ سر کے نیچے کے بجائے سر کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

صباحت نے تکیہ اس کے سر پر سے اٹھایا۔ "حجاب! یہ کون سا ڈھنگ ہے لیٹنے کا، کمفرٹر بھی بستر پر ہے، کتابیں بھی گری پڑی ہیں، چادر کہیں ہے اور تم کہیں، کیا بات ہے——"

حجاب نیم کھلی آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ "پتہ نہیں اچانک سے پیٹ میں درد شروع ہو گیا، میرا کچھ کھانے کو بھی من نہیں ہے، اس لیے ایسے لیٹ گئی تھی۔ پلیز آپ مجھے ایسے ہی سونے دیں، بڑی غنودگی سی ہے طبیعت میں۔"

صباحت اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو سنوارنے لگی۔ "ایسے خالی پیٹ کیسے سو جاؤ گی، میں تمہارے لیے سلائس اور دودھ لاتی ہوں۔"

حجاب کے منع کرنے کے باوجود صباحت اس کے کمرے میں سلائس اور دودھ رکھ کے چلی گئی۔ حجاب نے بے دلی سے سلائس اور دودھ لیا اور دوبارہ بستر پر لیٹ گئی۔

صباحت کے سامنے اس نے نیند کا بس بہانہ بنایا تھا، اس کی آنکھیں تو سوچوں کے سراب میں کہیں کھو گئیں تھیں۔

چند ساعتوں میں وہ راستہ بھٹک گئی تھی اس کی منزلیں بے راہ ہو گئیں تھیں۔ ایک ہی پل میں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ اس کے پیروں تلے کی زمین بھی اس کی اپنی نہیں ہے۔

آج کی رات اسے اپنی زندگی کا بہت بڑا فیصلہ کرنا تھا۔ وہ اٹھ کر کمرے میں چہل قدمی کرنے لگی۔ کسی ایک فیصلے تک پہنچنے کے لیے کئی وسوسوں نے اسے کمزور کر دیا۔

اس کے ذہن نے اسے بار بار یہی مشورہ دیا کہ اسے ایک بار اس فیملی سے ملنا چاہیے، اس کے بعد وہ کوئی فیصلہ لے کیونکہ یہ فیصلہ دو زندگیوں کا تھا۔



بالآخر حجاب نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ مسز آفتاب زیدی کی پوری فیملی سے ایک بار ملنے کے بعد ہی کوئی حتمی فیصلہ کرے گی۔ وہ بستر پر دراز ہو گئی۔ فیصلہ کرنے کے بعد بھی سوچوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔

اس کا دل و دماغ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے لگا "اماں اور دونوں بہنیں اس بات پر متفق ہیں کہ زریاب کا رشتہ تحریم کے لیے ہر طرح سے Perfect ہے اور فیضان کا رشتہ اماں کے خیال میں میرے لیے موزوں نہیں کیونکہ وہ مجھ سے عمر میں بڑا ہے اور نفسیاتی مریض بھی ہے۔ میرے فیضان کے گھر جانے سے یہ صورتحال بدل نہیں جائے گی۔ بلکہ وہاں جانے کے بعد رشتے کے لیے ہاں کرنے سے اماں سمجھیں گی کہ ان کی کوٹھی کی شان و شوکت دیکھ کر میرے بھی قدم ڈگمگا گئے ہیں۔"

حجاب کے دماغ کی رگیں جیسے پھٹنے لگیں، وہ اپنے سر کو پکڑ کے اٹھ بیٹھی "جب ہر حال میں سمجھوتہ مجھے ہی کرنا ہے تو اتنا سوچنا کیا، ویسے بھی ابھی بھی تو آزمائشوں سے گزر رہی ہوں، میں کب تک اپنے نصیب سے لڑوں گی۔" سوچوں میں الجھی ہوئی حجاب تکیے میں سر چھپا کے لیٹ گئی۔

یہ درد بھری رات اس نے جیسے انگاروں پر گزاری۔

اگلی صبح سب کچھ حسب معمول تھا مگر حجاب کے لیے ایک رات میں جیسے بہت کچھ بدل گیا تھا۔ خود کو ایک نئے سفر کے لیے تیار کرنے سے اس کا برتاؤ یکسر بدل گیا تھا۔ وہ پہلے سے خاموش، سنجیدہ اور کھوئی کھوئی سی تھی۔ کون کیا بات کر رہا ہے، اس کا دھیان نہیں تھا۔

صباحت گھر کی چیزیں سمیٹنے لگی تو اس نے تحریم سے حجاب کے بارے میں پوچھا "حجاب کہاں ہے"

"اپنے کمرے میں ہوگی۔" تحریم نے کشن پر کپڑا چڑھاتے ہوئے کہا۔

"حجاب کو کیا ہوا ہے، اس قدر خاموش تو وہ بھی ہوتی ہے جب کوئی بڑی بات ہو۔ تم سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔"

تحریم نے چور نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بات ٹال دی "میں کچن کے برتن سمیٹ آؤں۔"

"اچھا! حجاب کو بلا کر لاؤ پھر اپنے کام کرتی رہنا۔" صباحت نے تحریم کو جاتے ہوئے روکا۔

"میں بلاتی ہوں آپی کو——" یہ کہہ کر تحریم حجاب کے کمرے میں گئی اور اسے صباحت کا پیغام دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حجاب صباحت کے پاس آئی تو صباحت ہاتھ میں تیل کی بوتل لیکر بیٹھی تھی۔ "ادھر آؤ میرے پاس، میں تمہارے سر کی مالش کردوں۔" صباحت کے کہنے پر حجاب خاموشی سے آلتی پالتی مار کے زمین پر بیٹھ گئی۔ صباحت نے اس کے سر پر تیل ڈالا اور انگلیوں کی مدد سے مالش کرنے لگی۔ "آج تو تم بہت آرام سے بیٹھ گئی مالش کرانے ورنہ تم تو کئی بہانے لگاتی ہو۔ کوئی الجھن ہے، اس طرح پریشان کیوں نظر آ رہی ہو۔"

حجاب اسی سوچ میں تھی کہ وہ ماں سے فیضان کے رشتے کے بارے میں کیسے بات کرے لیکن صباحت کے بات چھیڑنے پر حجاب نے بات کرنے کی ہمت کی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی "اماں میں اپنی زندگی کی اس یکسانیت سے تھک گئی ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ ملازمت چھوڑ کے میں بھی دوسری لڑکیوں کی طرح گھر سنبھالوں۔"

صباحت نے شرارت بھرے انداز میں حجاب کے سر پر چپکی دی۔ "یہ گھر سے مراد کون سا گھر——" حجاب بالوں کو اکٹھا کرتے ہوئے کھڑی ہو گئی پھر وہ صباحت کے پاس صوفے پر بیٹھ گئی۔ "اماں میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں لیکن آپ نے میری پوری بات سننی ہے۔"

صباحت نے ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کیے "ایسی کون سی بات ہے۔ جس نے تمہیں اتنا پریشان کر رکھا ہے۔"

ماں کے اس طرح پوچھنے پر حجاب کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے اپنی نم دار آنکھوں سے ماں کی آنکھوں میں جھانکا، جن میں بے شمار سوال تھے آج حجاب کا دل چاہ رہا تھا کہ ماں بغیر کہے ہی اس کے دل کی بات سمجھ لے مگر صباحت جیسے اس کے غم سے انجان تھی۔

اس نے پیار سے حجاب کے چہرے کو چھوا "کیا بات ہے حجاب——"

"ماں آپ فیضان کے رشتے کے لیے ہاں کہہ دیں۔"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو، میں نے بتایا تھا نہ کہ وہ لڑکا بڑی عمر کا ہے۔ مجھے وہ تمہارے لیے موضوع نہیں لگا۔" صباحت نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

حجاب نے ماں کا ہاتھ تھاما۔ "آپ میری ماں ہیں اس لیے یکطرفہ سوچ رہی ہیں۔ آپ کو میرے بالوں میں چمکتے چاندی کے تار نظر نہیں آ رہے۔ اب میرے لیے فیضان کی عمر کے اشخاص کے رشتے ہی آئیں گے اور اگر یہ رشتہ ٹھکرا کر میں کسی اور جگہ شادی کر بھی لیتی ہوں تو یہ غم میرے لیے سوہان روح ہوگا کہ میں اپنی بے سہارا ماں پر ایک بیٹی کا بوجھ چھوڑ کر اپنی نئی دنیا بسانے چلی ہوں۔"

"بس بیٹی تم نے بہت ذمہ داری اٹھالی ہماری اب تم اپنا گھر بساؤ۔ تمہارا رشتہ ابھی طے کرنے کے بعد میں تحریم کے لیے رشتہ ڈھونڈوں گی تم تحریم کی فکر نہ کرو۔ اپنی زندگی کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کرو۔" صباحت نے حجاب کو سمجھایا۔

"اماں! مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ فیضان کی عمر زیادہ ہے اور رہی بات چڑچڑے پن کی تو مجھے خود پر بھروسہ ہے کہ میں بقول ان کی امی کے، ان کا ادھورا پن ختم کرنے کی کوشش کروں گی۔ ان کی امی کے کہنے کے مطابق جس طرح کے حالات سے وہ گزرے ہیں، انسان ایسا ہو جاتا ہے۔ مگر جب ایسے انسان کو خوشیاں اور پیار ملے تو وہ بدل جاتا ہے۔ مسز آفتاب زیدی چاہتی تو سچائی چھپا بھی سکتی تھی مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ بھی جانتی ہیں کہ کوئی لڑکی اکلوتے بیٹے کو پھر سے خوشیاں دے۔ اگر ہم دونوں بہنوں کا رشتہ ایک گھر میں ہو جاتا ہے تو آپ دونوں بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گی اور میں بھی اس فکر سے آزاد ہو جاؤں گی کہ میرے بعد تحریم کا کیا ہوگا۔ ماں مجھے ایک پُرسکون گھر اور تحفظ دینے والا خاوند چاہیے۔ بس اس سے زیادہ اور کوئی حسرت نہیں۔ میں اپنی اس زندگی سے اب تنگ آ گئی ہوں۔ مجھے بھی اپنا گھر چاہیے، ہر لڑکی کی طرح میں بھی گھر بسانا چاہتی ہوں۔"

یہ سب کہتے ہوئے حجاب ندامت کی دلدل میں دھنستی چلی جا رہی تھی اس کے لیے یہ سب کہنا آسان نہیں تھا مگر آج کوئی فیصلہ لینے کے لیے یہ سب ضروری تھا۔

(جاری ہے)

وجیہہ سحر

قسط نمبر 17

کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پراسرار لمحوں کی کہانی

صباحت کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا اس کے لیے حجاب کی گفتگو خلاف توقع تھی اس کے لیے تو حجاب صبر و تحمل کی مثال تھی اور وہ ہر فیصلے کے لیے حجاب پر خود سے زیادہ بھروسہ کرتی تھی اور آج حجاب اس کے فیصلے کے خلاف جارہی تھی۔ صباحت نے حجاب کے شانوں پر ہاتھ رکھے "تم نے جو کچھ کہا میں ٹھنڈے دماغ سے ان سب باتوں پر غور کروں گی۔ بس اتنا بتا دو کہ یہ سب تم نے کسی دباؤ میں تو نہیں کیا، تم سے کسی نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی کہ تم یہ سب سوچنے پر مجبور ہوگئی۔ مجھے بس یہ تسلی چاہیے کہ یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہے یا نہیں۔"

حجاب نے بھیگی آنکھوں سے ماں کی عمر رسیدہ آنکھوں میں جھانکا جن میں نور دھندلا پڑ رہا تھا۔

"اماں! یہ میرا اپنا فیصلہ ہے۔ کسی نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ یہ سب باتیں میں نے بہ مشکل کی ہیں لیکن یہ میرے دل کی سچائی ہے کہ اب میں تھک گئی ہوں۔ میں یہی چاہتی ہوں کہ آپ مسز آفتاب زیدی سے ہاں کہہ دیں۔" یہ سب کہہ کر حجاب اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ اپنے ڈھیلے وجود کے ساتھ دھڑام سے بیڈ پر گر گئیں۔ وہ سسک رہی تھی، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے تھے۔ "اماں مجھے معاف کر دو میں خود بھی نہیں جانتی کہ میرے اس فیصلے کا انجام کیا ہوگا۔"

کسی پرندے کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے جھرجھری لی وہ آنسو پونچھتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر وہی سفید کبوتر بیٹھا تھا جسے اکثر حجاب دانہ ڈالتی تھی، اور جس کے پنجے میں حجاب کا پہنایا ہوا چھلا بھی تھا۔

ایک ساعت کے لیے تو حجاب اپنا غم بھول گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ کبوتر کی طرف بڑھائے۔

"تم یہاں کمرے میں کیسے آئے۔"

کبوتر اس کے ہاتھوں سے نکل کر کمرے سے باہر اڑ گیا۔

حجاب اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی باہر صحن میں آگئی۔

کبوتر صحن کی منڈیر پر بیٹھ گیا۔ حجاب دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھی تو وہ چھت کی دیوار پر جا بیٹھا۔

حجاب اس کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے چھت پر چڑھ گئی۔

کبوتر دیوار سے اڑ کر حجاب کے قدموں کے قریب پھرنے لگا۔

حجاب نے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ اس کبوتر کی طرف بڑھائے "کیسی بیوقوف ہوں، تمہارے پیچھے پیچھے بھاگ رہی ہوں اور دانہ تو لیا نہیں۔"

حجاب نے کبوتر کو چھوا تو جیسے اس نے اپنا ہاتھ انگار میں ڈال لیا، اس کا ہاتھ جھلس گیا۔ اس نے چیختے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا تو کبوتر نے اذہاد کا روپ لے لیا۔ اذہاد پتھر کی مورتی کی طرح سیدھا کھڑا تھا۔ اس کے جسم کے اردگرد جیسے نہ دکھائی دینے والی آگ بھڑک رہی تھی۔ جسم کو جھلسا دینے والی حرارت نے حجاب کو اذہاد سے بہت دور کر دیا۔

وہ الٹے قدموں سے پیچھے ہٹتی ہوئی سہمی نظروں سے اذہاد کو دیکھتی رہی۔ اذہاد آج وہ اذہاد نہیں تھا اس کی آنکھوں سے انگارے برس رہے تھے۔

حجاب خود پر قابو نہ رکھ سکی تو چلائی "اذہاد! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" اذہاد گرج دار آواز میں چلایا "میں نے کہا تھا نہ حجاب کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور اس بار بھی اپنی زندگی کو داؤ پر لگایا تو تم اپنا یہ دوست کھو دو گی۔ مجھے اپنی دوستی پر مان تھا کہ تم میری بات کا یقین کرو گی مگر فیضان کے رشتے کے لیے ہاں کر کے تم نے میرا یہ مان توڑ دیا۔ آج میں تمہیں منانے کا موقع بھی نہیں دوں گا۔ تمہارا دیا ہوا بہت سا غم لے کر میں جارہا ہوں۔"

حجاب پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "ایسا نہ کہو اذہاد! تمہارے بغیر میں تنہا رہ جاؤں گی۔ تم ہی تو میرے سچے دوست ہو۔ مجھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ جو چاہے سزا دے دو مگر مجھے تنہا مت چھوڑو۔" حجاب اذہاد کے قریب جانے لگی مگر انگاروں کے لپٹے ہالے سے اس کا جسم جھلسنے لگا اور وہ بے بس زمین پر گر کے رونے لگی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے چند ہی ساعتوں میں اذہاد کا جسم روشنی کی شعاع میں تبدیل ہو کر آسمان میں غائب ہو گیا۔

حجاب اونچی اونچی آواز میں رونے لگی۔ صباحت صحن میں آئی تو حجاب کے رونے کی آواز سن کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔ حجاب کو اس طرح بے حال زمین پر گرے دیکھ کر صباحت کا سینہ دھک سے رہ گیا۔

"حجاب میری بچی! یہ کیا حال بنا رکھا ہے کیا ہو گیا ہے تمہیں---"۔

صباحت حجاب کو چھت سے نیچے لے آئی۔

"تحریم! ایک گلاس گرم دودھ لے کر آؤ۔" صباحت نے حجاب کے ٹھنڈے ہاتھوں کو ملتے ہوئے تحریم کو آواز دی۔

تحریم گرم دودھ کا گلاس لے آئی۔

حجاب نے اپنے آنسو روکے تو چھوٹے بچوں کی طرح اس کی ہچکی بندھ گئی۔

تحریم نے حجاب کے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا اور اسے صوفے پر اس طرح نڈھال دیکھ کر صباحت سے کہنے لگی "میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں مجھے تو آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

حجاب نے ہاتھ ہلایا۔

"نہیں کسی ڈاکٹر کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں۔"

"اس کی نہ سنو تم ڈاکٹر کا نمبر ملاؤ۔" صباحت کے کہنے پر تحریم نے ڈاکٹر کا نمبر ملایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر صاحب آ گئے انہوں نے حجاب کا معائنہ کیا۔ انہوں نے میڈیسن لکھ کر صباحت کو پرچی دی "پریشانی کی کوئی بات نہیں، بلڈ پریشر Low ہو گیا تھا، میں نے انجکشن دے دیا ہے انشاءاللہ افاقہ ہوگا۔"

ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد صباحت نے حجاب کو میڈیسن منگوا کے دی۔ انجکشن میں کوئی نشہ تھا کہ حجاب گہری نیند سوگئی۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو صباحت وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔ اس نے خداوند کریم سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو وہ منظر اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ کس طرح حجاب چھت پر رو رہی تھی۔

صباحت کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ "اے میرے رب! میں تو حجاب سے پوچھ بھی نہ سکی کہ وہ اس طرح کیوں رو رہی ہے، کیا ہے اس کے من میں، میرے رب میری بیٹی کے غم دور کر دے۔ اس کی زندگی میں خوشیاں دے اور مجھے درست فیصلہ کرنے کی ہمت دے۔ حجاب فیضان کے رشتے کے لیے تیار ہو گئی ہے تو پھر وہ کس بات کے لیے رو رہی تھی۔ میرے رب میری بیٹی پر اپنا رحم کر۔"

صباحت جائے نماز سے اٹھی تو تحریم کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپی جاگ گئی ہے آپ کو بلا رہی ہے۔"

صباحت حجاب کے پاس گئی تو وہ بیڈ سے پشت لگائے بیٹھی تھی۔

صباحت اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے حجاب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ "میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔ تم اس طرح چھت پر کیوں رو رہی تھی۔ ایسی کونسی بات تھی۔"

حجاب سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی رہی۔ وہ صباحت کو کوئی جواب نہ دے سکی۔ جواب دیتی بھی تو کیا دیتی۔

صباحت نے اس کی اداس آنکھوں میں جھانکا "مجھے صرف ایک بار بتا دو کہ تمہاری خوشی کس میں ہے، میں ویسا ہی کروں گی۔"

حجاب نے انتہائی ملائمت سے ماں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ "جیسا آپ سمجھ رہی ہیں، ویسی بات نہیں ہے۔ میری بہت پیاری دوست مجھے چھوڑ کر بہت دور چلی گئی ہے اور اس کے جانے کی خبر مجھے اچانک ملی، بس میں خود پر قابو نہیں پا سکی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ اس کا پتہ معلوم کر کے اس کے گھر چلے جائیں گے۔"

"وہ اپنا ایڈریس دیئے بغیر چلی گئی ہے۔ آپ یہ ہی سمجھیں کہ وہ مجھ سے خفا ہو گئی ہے۔" حجاب خلا میں نظریں گھما رہی تھی۔

"اتنی سی بات پر تم نے اپنا یہ حال کرلیا۔ اپنا موڈ اچھا کرو۔ وہ دوست تمہیں اس قدر عزیز ہے تو میں خود اسے ڈھونڈوں گی۔ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا لاؤں---"

"ابھی کچھ کھانے میں من نہیں ہے۔ جب دل چاہے گا تو بتا دوں گی۔" حجاب ماں کی خوشی کے لیے مسکرا دی۔

"اگر خاص بھوک نہیں ہے تو کوئی ہلکی غذا لے لو۔ مگر کچھ نہ کچھ کھالو۔ میں تمہارے لیے کھچڑی بنا کر لاتی ہوں۔" صباحت یہ کہہ کر کچن میں جانے لگی تو فون کی رنگ ہوئی۔

صباحت نے فون اٹھایا تو مسز آفتاب زیدی آن لائن تھیں۔

"خدا کا شکر ہے، گھر میں سب خیریت ہے۔ آپ کیسی ہیں، بچے کیسے ہیں؟" صباحت نے مسز آفتاب زیدی کی بات کے جواب میں کہا۔

"میں نے سوچا کہ حجاب بیٹی آج کل آئی ہوئی ہے، اس سے تھوڑی گپ شپ ہو جائے۔" مسز آفتاب زیدی کی اس بات پر صباحت کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ "حجاب کی طبیعت اچانک ہی خراب ہو گئی تھی مگر اب قدرے بہتر ہے۔"

مسز آفتاب زیدی یہ بات سنتے ہی پریشان ہو گئیں۔ "حجاب بیٹی کی طبیعت خراب ہے--- میں آرہی ہوں اس سے ملنے۔"

"آپ زحمت نہ کریں، اب تو وہ ٹھیک ہے۔"

"بھئی! جب تک میں اپنی بیٹی کو دیکھ نہیں لوں گی میری تسلی نہیں ہوگی۔" یہ کہہ کر مسز آفتاب زیدی نے فون بند کر دیا۔

"مسز آفتاب زیدی آرہی ہیں، تمہاری طبیعت پوچھنے۔" یہ سنتے ہی حجاب بستر سے اٹھ گئی۔

"تم کہاں چلیں، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"



صباحت نے حجاب سے کہا۔

حجاب نے اپنے بالوں کو سمیٹتے ہوئے کہا "اس حالت میں ملوں گی ان سے۔" اس نے الماری سے اچھا سا ڈریس نکالا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ تیار ہو گئی۔

صباحت نے چائے کے ساتھ بازار سے کچھ اشیاء منگوالیں۔

"میں کچن میں تحریم کی مدد کرتی ہوں۔" حجاب صوفے سے اٹھی تو صباحت نے اسے دوبارہ بٹھا دیا۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے، تم آرام کرو۔ تحریم خود کر لے گی۔ میں تمہارے لیے کھچڑی لاتی ہوں، ٹھنڈی ہوگئی ہوگی۔"

صباحت نے حجاب کو کھچڑی لا کر دی۔

حجاب کھچڑی کھانے لگی تو اس نے کھچڑی میں ماں کی شفقت کی مٹھاس محسوس کرتے ہوئے ترچھی نظر سے ماں کی طرف دیکھا تو وہ پلیٹ سیٹ کر رہی تھی۔

"میری بھی عقل ماری گئی تھی جو میں نے مسز آفتاب زیدی کو تمہاری بیماری کا بتا دیا۔" صباحت پلیٹ سیٹ کرتے ہوئے بڑبڑا رہی تھی ماں کے اس انداز پر حجاب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ "بس ہنس لو! تمہیں تو میری باتوں پر ہنسی ہی آئے گی۔ بوڑھی جو ہوگئی ہوں۔ تم لوگوں کو اب میری کیا ضرورت ہے، تم لوگ اب اتنے بڑے ہوگئے ہو کہ اپنے فیصلے خود کرنے لگے ہو۔" صباحت بات کا رخ کسی اور طرف لے گئی۔

حجاب یک دم سنجیدہ ہو گئی "اماں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔"

اسی دوران تحریم کمرے میں داخل ہوئی۔ صباحت تحریم سے مخاطب ہوئی "ڈرائنگ روم کی سیٹنگ ٹھیک طرح سے دیکھو۔ فریج میں کباب پڑے ہیں، وہ بھی فرائی کرلو۔"

صباحت حجاب کے پاس سے اٹھ کر گئی تو حجاب نے محسوس کیا کہ ماں اس سے ناراض ہے۔ وہ جانتی تھی کہ ماں کی ناراضگی اپنی جگہ بجا ہے مگر اپنے فیصلے سے وہ مطمئن تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں مسز آفتاب زیدی بھی آگئیں۔ وہ اپنے ساتھ بہت سا فروٹ اور کولڈ ڈرنکس کے کیبن لے کر آئی۔

ڈرائیور کے ساتھ وہ اکیلی ہی آئی تھی۔

وہ انتہائی اپنائیت سے حجاب کے پاس بیٹھی رہیں۔ ان کی شخصیت میں عجب مقناطیسیت تھی۔ وہ دل موہ لینے والی باتیں کرتیں اور لوگوں کو خود پر اندھا اعتماد کرنے پر مجبور کر دیتیں۔ صباحت نے بھی اچھی طرح سے ان کی خاطر داری کی۔

حجاب کی بات کی وجہ سے صباحت مسز آفتاب زیدی کو ایسا کوئی تاثر نہ دے سکی جس سے یہ ظاہر ہو کہ صباحت کی اس رشتے میں رضامندی نہیں ہے۔ مسز آفتاب زیدی کے جانے کے بعد صباحت کچن کے کام میں مصروف ہو گئی۔

وہ کسی گہری سوچ میں گم کام میں مصروف تھی۔ حجاب کو صباحت نے بہت سمجھایا کہ وہ اپنے فیصلے پر نظرثانی کرے مگر اس کا فیصلہ اٹل تھا۔ بالآخر صباحت نے بیٹی کا فیصلہ تسلیم کرلیا۔

حجاب نے مسز آفتاب زیدی سے بات کرلی کہ اگر انہیں زریاب کے لیے تحریم کا رشتہ چاہیے تو دونوں بہنوں کی شادی ایک ہی تاریخ پر ہوگی۔

مسز آفتاب زیدی نے حجاب کی بات مان لی اور دونوں بہنوں کا رشتہ ان کے گھر طے ہو گیا۔ کوئی مناسب دن دیکھ کر صباحت نے دونوں بیٹیوں کی شادی کی تاریخ بھی طے کردی۔ صباحت نے اپنی سوچ کے مطابق گھر بیچ کر دونوں بیٹیوں کے لیے عالیشان جہیز تیار کیا۔ مالک مکان سے شادی تک اس گھر میں رہنے کی مہلت مانگ لی۔

شادی کی تیاریوں کی گہما گہمی میں حجاب کی آنکھیں ہر سو اذہاد کو ہی ڈھونڈ رہی تھیں۔ مگر اسے اذہاد کی موجودگی کی کہیں کوئی نشانی نہیں ملی۔

ایک سچے اور مخلص دوست کے کھونے کا غم حجاب کے من کو دھیرے دھیرے کھوکھلا کر رہا تھا۔ اس کے چہرے سے رونق ختم ہو گئی تھی، وہ چند ہی دنوں میں مرجھا سی گئی تھی۔

رات کے بارہ بج رہے تھے۔ صباحت اور تحریم گہری نیند سو رہی تھیں۔ مگر حجاب کی متلاشی نگاہیں گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ جڑی تھیں کہ کب نصف رات ہو اور وہ اس کمرے سے باہر جائے۔

جونہی رات کے ایک بجے، حجاب دھیرے دھیرے چلتے ہوئے اپنے کمرے سے باہر آگئی۔ گھپ اندھیرے میں موبائل کی مدھم سی روشنی میں وہ صحن کراس کر کے اس کمرے کی طرف بڑھی جہاں پہلے اذہاد رہتا تھا۔

اس آسیب زدہ کمرے کے باہر صباحت نے قفل کے ساتھ تعویذ باندھے ہوئے تھے۔ وہ کسی بھی حالت میں کسی کو بھی کمرہ کھولنے کی اجازت نہیں دیتی تھی مگر آج حجاب کے ہاتھ میں اس قفل کی چابی تھی۔

حجاب نے کھڑکی سے اندر کمرے میں جھانکا۔

"اذہاد" جواب میں کمرے سے کوئی آواز نہیں آئی۔

حجاب نے قفل کھولنے کی کوشش کی تو اسے قفل کے آگے سے تعویذ اتارنے پڑے۔ جونہی اس نے تعویذوں کو ہاتھ لگایا کسی نے اسے جھٹک کے درخت سے دے مارا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی تو اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

اچانک انار کے درخت کے پاس گھمبیر تاریکی میں دو خوفناک آنکھیں ابھریں۔ حجاب سرتاپا کانپ کے رہ گئی۔ وہ آنکھیں جسامت میں اس قدر بڑی تھیں کہ حجاب کا وجود اس ایک آنکھ میں سما سکتا تھا۔

اس مافوق الفطرت مخلوق کی آنکھوں کے علاوہ اور کوئی حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ حجاب کے ہونٹ گنگ ہو گئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ساکت ان آنکھوں کی طرف دیکھتی رہی۔

آنکھوں کے اندر سے گرج دار آواز ابھری۔ "کیوں ایک آسیب کی زندگی میں دخل دے رہی ہے۔ مت ڈھونڈ اسے ورنہ اپنا وجود کھودے گی۔ اذہاد روپ بدل چکا ہے۔ اب وہ تیرے سامنے نوجوان لڑکے کے روپ میں کبھی نہیں آئے گا۔ اپنے کمرے میں واپس چلی جا۔ اور اب اذہاد کو ڈھونڈنے کی کوشش مت کرنا۔"

خوف سے حجاب کی گھگی بندھ گئی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف دوڑی اور کمرے کا دروازہ بند کر کے لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

اس کا چہرہ پسینے سے شرابور تھا، ہاتھ کانپ رہے تھے، دل کی دھڑکن اس قدر تیز تھی کہ وہ سانس میں گھٹن محسوس کرنے لگی۔ اسے کچھ سجھائی نہ دیا تو اس نے سورہ یٰسین نکالی اور پڑھنے لگی۔ اور پھر اس یٰسین کو سینے سے لگا کر بستر میں گھس گئی۔

ساری رات بمشکل گزری۔

اگلے روز بھی حجاب ان ڈراؤنی آنکھوں کے تصور سے خوفزدہ ہوتی رہی۔

اس خوفناک مخلوق کی کہی ہوئی باتیں بار بار غم اس کے لیے سوہان روح بن گیا کہ اس نے اپنا دوست کھو دیا ہے۔ اس کمرے سے ایک آخری امید تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔

مسز آفتاب زیدی (عائشہ بیگم) کے گھر پر بھی شادی کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ ابھی شادی میں پانچ روز باقی تھے۔ زرتاج اور ساحل ماں کی مدد کے لیے پہلے ہی آ گئی تھیں۔ عائشہ بیگم ہاتھ میں موبائل لیے بے چینی سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھیں۔

"ایک تو میں اس لڑکے سے بہت تنگ ہوں۔ میں نے اسے کہا تھا کہ میرے ساتھ اس وقت جیولرز کے پاس جانا ہے اور یہ لڑکا ہے کہ موبائل بھی اٹینڈ نہیں کر رہا۔"

عائشہ بیگم نے منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اس کے دوست کا نمبر ملایا۔

"بیٹا! یہ زریاب کدھر ہے، تمہیں کچھ معلوم ہے۔"

"جی وہ فارم ہاؤس میں بیٹھا ہے۔"

زریاب کے دوست نے بتایا۔

"میں اسے فون کر رہی ہوں وہ موبائل اٹینڈ نہیں کر رہا---"

"آنٹی آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی فارم ہاؤس سے آیا ہوں۔ دراصل وہ کسی کا بھی فون اٹینڈ نہیں کر رہا۔"

"کیوں---؟"

"وہ دراصل سٹیلی ہار گیا ہے---"

"کیا مطلب"

"زریاب کا ڈاگ جرمن شیفرڈ۔ بڑی محنت سے اسے ریس کے لیے تیار کیا تھا اس کے ہارنے پر زریاب بہت پریشان ہے" یہ باتیں سن کر عائشہ بیگم کا پارہ اور اوپر چڑھ گیا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ زریاب کی شادی میں صرف پانچ روز رہ گئے ہیں۔ میں نے اس کے ساتھ اس وقت جیولرز کے پاس جانا تھا۔ تم ابھی اس کے پاس جاؤ اور اسے یاد دلاؤ کہ میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"ایک منٹ ٹھہریے پہلے میں موبائل پر ٹرائی کرتا ہوں، شاید اٹھالے۔"

"ٹھیک ہے---" یہ کہہ کر عائشہ بیگم نے فون بند کر دیا۔

کافی دیر تک زریاب کا کوئی فون نہیں آیا۔ عائشہ بیگم نے فارم ہاؤس کے ملازم کو فون کیا۔

"زریاب کہاں ہے---؟"

"بیگم صاحبہ! صاحب نے کچھ نئے کتے منگوائے تھے وہ کتے لے کر گھر آ رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے---" عائشہ بیگم نے فون بند کر دیا۔

کچھ دیر بعد زریاب کی جیپ پورچ میں آ کر رکی۔ عائشہ بیگم غصے میں بھری پورچ میں جا کر کھڑی ہو گئی۔

دو ملازمین نے کتوں کو جیپ سے اتارا اور ان کی زنجیریں کھینچتے ہوئے گھر کے ساتھ والے فارم ہاؤس میں لے جانے لگے۔

زریاب نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا "ٹھہرو!" یہ کہہ کر وہ عائشہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر کتوں کے قریب لے گیا۔

"یہ دیکھیں ماما! ان کی ٹریننگ میں اب کوئی کمی نہیں رکھوں گا۔"

پھر اس نے ملازمین سے کہا "جاؤ انہیں فارم ہاؤس میں لے جاؤ اور گھوڑوں کو بھی کچھ کھلا دینا۔"

ملازمین کے جانے کے بعد عائشہ بیگم زریاب کے کان کھینچتی ہوئی اسے اندر لے گئی۔

"مما! کیا ہوا---" زریاب ماں کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا بولا۔

اندر کمرے میں جانے کے بعد عائشہ بیگم نے زریاب کا کان چھوڑا۔

"میرا قصور تو بتائیں---" زریاب نے سی سی کی آوازیں نکالتے ہوئے پوچھا۔

عائشہ بیگم نے غصیلی نظروں سے بیٹے کو سرتاپا دیکھا۔ "صبح باہر جاتے ہوئے میں نے تم سے کہا تھا نہ کہ وقت پر پہنچ جانا، جیولرز کے پاس جانا ہے مگر تمہیں---"

"آئی ایم سوری مما! میرے ذہن سے نہ جانے کیسے نکل گئی یہ بات، چلیں آپ تیار ہیں تو ابھی چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر زریاب نے پورچ سے گاڑی باہر نکالی۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کٹھور کا ورثہ

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 18

عائشہ بیگم گاڑی میں بیٹھیں تو زریاب نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ "سیاہ گھنے بادل چھائے ہوئے ہیں، لگتا ہے رستے میں بارش شروع ہو جائے گی۔ ابھی صرف شام کے پانچ بجے ہیں اور یوں لگ رہا ہے جیسے غروب آفتاب کا وقت ہے۔" زریاب گاڑی ہوا میں اڑانے لگا۔

"آہستہ چلاؤ، اتنی تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

زریاب نے شوخی سے ماں کی طرف دیکھا۔ "یہ شادیاں سونے اور قیمتی کپڑوں کے بغیر نہیں ہو سکتیں۔"

"ہو سکتی ہیں مگر ہمارے خاندان میں نہیں ہو سکتیں۔" عائشہ بیگم نے دوٹوک جواب دیا۔

زریاب کی بات سچ ثابت ہوئی۔ وہ لوگ گھر سے تھوڑا ہی دور گئے تھے کہ تیز بارش شروع ہو گئی۔

زریاب نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ "Ya Hoo بارش میں ڈرائیو کرنے کا اپنا ہی مزہ ہے۔"

گیلی گیلی سڑک پر گاڑیوں کی جھلملاتی روشنیاں فرنٹ کے شیشے کو مزید مدھم کر رہی تھیں، گاڑی کے وائپر مسلسل چل رہے تھے مگر بارش اتنی تیز تھی کہ شیشے پر سے پانی صاف ہی نہیں ہو پا رہا تھا۔

عائشہ بیگم نے اکتاہٹ سے شیشے کی طرف دیکھا "کس قدر خطرناک ہوتا ہے بارش میں ڈرائیونگ کرنا اور تمہیں خوشی ہو رہی ہے۔"

اسی دوران اچانک ایک چھوٹا سا بچہ سڑک کے وسط میں زریاب کو گاڑی کی سیدھ میں دھندلا سا دکھائی دیا۔

زریاب ہارن دیتا ہوا آگے بڑھتا رہا، اس نے بچے کو قریب سے دیکھا تو اس کے جسم میں جھرجھری



دوڑ گئی۔

دور سے جو بچہ دکھائی دے رہا تھا وہ ڈیڑھ فٹ قد کے لگ بھگ ایک بونا تھا جس کی شکل انتہائی بھیانک تھی۔

زریاب کے اوسان خطا ہو گئے۔ اسے کچھ پتہ نہیں چلا کہ کس طرح وہ بونا اس کی تیز رفتار گاڑی سے ٹکرا گیا۔

وہ فرنٹ شیشے سے ٹکرا کر زمین پر گرا اور فرنٹ شیشہ اس کے لہو میں رنگ گیا۔ زریاب کی گاڑی کی اچانک بریک سے کئی گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچے۔ ٹریفک جام ہو گئی، پولیس زریاب کی گاڑی کے قریب آئی۔

زریاب اور عائشہ بیگم گھبراتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلے۔

پولیس انسپکٹر نے سخت کلامی کی۔ "تمہیں ٹریفک رولز کا کچھ علم بھی ہے یا نہیں۔۔۔؟"

زریاب اٹکی ہوئی زبان میں بولا۔ "مجھے نہیں پتہ چلا کس طرح وہ بونا میری گاڑی سے ٹکرا گیا۔"

عائشہ بیگم بھی پسینہ پونچھتے ہوئے بولی "میرا بیٹا سچ کہہ رہا ہے وہ بونا نہ جانے کہاں سے اچانک گاڑی کے آگے آ گیا۔"

پولیس انسپکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا

"آپ دونوں کی ذہنی حالت درست ہے؟"

کون سا بونا، کون سا ایکسیڈنٹ۔۔۔

"سر! آپ دیکھیں میری گاڑی کا شیشہ۔۔۔"

زریاب نے فرنٹ شیشے کی طرف دیکھا تو وہ شیشہ بالکل صاف تھا اس پر خون کا چھینٹا تک نہ تھا۔

"یہ۔۔۔" زریاب نے اپنی گاڑی کو سامنے سے بھی چیک کیا مگر ایسا کوئی نشان تک نہ تھا جس سے لگے کہ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔

پولیس نے گاڑی کے کاغذات چیک کیے اور زریاب کو جانے کے لئے کہا۔

زریاب بوکھلایا ہوا دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"یہ سب کیا تھا ممّا! آپ نے بھی تو سب کچھ دیکھا ہے نا۔"

"ہاں! زریاب یوں لگتا ہے جیسے وہ بونا صرف ہمیں ہی دکھائی دیا ہے۔ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے تم گھر چلو۔۔۔"

"جیولرز کے پاس نہیں جانا۔"

"پھر دوبارہ آ جائیں گے، نہ جانے آگے ہمارے ساتھ کیا ہو۔"

عائشہ بیگم کے کہنے پر زریاب نے گاڑی واپس موڑی۔ پورے راستے عائشہ بیگم درود شریف کا ورد کرتی رہی۔ گھر آئیں تو جاتے ہی ملازمہ سے پانی مانگا۔ زریاب اور عائشہ بیگم ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئے۔

"آج جو کچھ بھی ہوا اس کا ذکر گھر میں کسی سے مت کرنا، شادی والا گھر ہے ایسے تذکرے نہیں ہونے چاہئیں۔"

عائشہ نے زریاب کو سمجھایا۔

زریاب نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا "جب تک میں یہ بات تو دس لوگوں کو نہیں بتاؤں گا میرا خوف ختم نہیں ہوگا۔"

عائشہ بیگم ڈانٹ کر بولی۔ "یوں بھی باتیں مت کرو۔ کچھ لوگ جو ہم سے حسد کرتے ہیں وہی اس طرح کے جادو ٹونے کرتے ہیں تاکہ ہماری خوشیاں بدمزہ ہو جائیں۔ ایک کام کرو جیولر کو فون کر کے گھر ہی بلا لو۔ اسے کہو کہ جو بھی نئے ڈیزائن آئے ہیں سب لے آئے۔"

زریاب نے ماں کے کہنے کے مطابق جیولر کو فون کر کے گھر ہی بلا لیا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جیولر آ گیا۔ زریاب اور عائشہ بیگم کے ساتھ زرقا اور مناحل بھی جیولری پسند کرنے میں مشغول ہو گئیں۔

"ممّا! ان چڑیلوں کو کیوں بلا لیا ہے، یہ تو اپنے لئے ہی سب پسند کرتی رہیں گی۔"

زرقا شوخ انداز میں بولی "دو بھائیوں کی شادی ہے۔ ہم دونوں سے ایک ایک سونے کا سیٹ لیں گے۔"

"ٹھیک ہے! ممّا ان دونوں کو ایک ایک آرٹیفیشل جیولری کا سیٹ دلا دیں۔"

مناحل نے کھا جانے والی نظروں سے زریاب کی طرف دیکھا "کیا کہا تم نے۔۔۔"

عائشہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی "مناحل زرقا تمہیں تو پتہ ہے تاکہ زریاب کی مذاق کی عادت ہے۔"

"تم دونوں اپنے لئے ایک ایک سیٹ پسند کر لو۔"

دونوں بہنوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔

جیولری کا کام نبٹانے کے بعد عائشہ بیگم زرقا اور مناحل سے زری کے کپڑوں کے بارے میں مشورہ کرنے لگی۔

"کل صبح میں آپ کے ساتھ بازار جاؤں گی، کام والے کپڑوں کا کام بھی نبٹا لیں گے۔" مناحل کی بات سے عائشہ بیگم کو کار ایکسیڈنٹ کا حادثہ یاد آ گیا۔

"ممّا کہاں کھو گئیں" مناحل نے ماں کے شانے پر ہاتھ رکھا تو عائشہ بیگم نے جھرجھری سی لی۔

عائشہ بیگم کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات عیاں ہو گئے۔

زرقا نے آگے بڑھ کر پوچھا "ممّا کیا بات ہے کسی بات سے پریشان ہیں۔"

"بس ذرا سی گھبراہٹ ہے کہ اتنا بڑا فنکشن ہے کوئی گڑبڑ نہ ہو۔۔۔" عائشہ بیگم کی یہ بات سن کر مناحل نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ "ہم دونوں بیٹیاں ہیں نا، سب سنبھال لیں گی، آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔ سب کچھ ٹھیک طرح سے ہو جائے گا۔"

عائشہ بیگم کے دل میں آیا کہ وہ بیٹیوں سے کھل کر بات کرے مگر وہ اتنا ہی کہہ پائی۔ "کام کاج یا تیاری کی بات نہیں، عجیب طرح کے وسوسے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ ان دونوں زریاب اور فیضان گھر سے باہر نہ جائیں مجھے لوگوں کی نظروں سے ڈر لگتا ہے۔"

"وہ ممّا! یہ آپ کس طرح کی باتیں کر رہی ہیں۔ لڑکیوں کو تو گھر میں بٹھا سکتے ہیں مگر لڑکوں کو کون گھر میں بٹھا سکتا ہے۔ آپ بلاوجہ وہم کر رہی ہیں۔ صدقہ دیں، خیرات بانٹیں انشاء اللہ ہماری خوشیوں کو کسی کی نظر نہیں لگے گی۔" زرقا کی یہ بات عائشہ بیگم کے دل کو لگی کہ واقعی صدقہ اور خیرات انسان کو ناگہانی افتاد سے بچا لیتا ہے۔

اگلے روز عائشہ بیگم کا مصروف ترین دن تھا، رات کو کل ابٹن کی رسم تھی۔

زرقا اور عائشہ بیگم صبح صبح ہی بازار کے لئے نکل گئیں، انہیں کڑھائی کے لئے دیے ہوئے کپڑے اٹھانے تھے۔

دوپہر کو زریاب اپنی فیملی کے ساتھ لنچ میں مصروف تھا کہ اسے ملازم نے بتایا کہ کوئی اس سے ملنے آیا ہے۔

"تم اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں ابھی آتا ہوں" زریاب نے ملازم سے کہا۔ ملازم نے انتہائی انکساری سے جواب دیا۔

"سر! وہ شخص جلدی میں ہے، کہتا ہے کہ آپ کی امانت آپ کو دینی ہے۔"

زریاب کھانا چھوڑ کر باہر گیراج کی طرف گیا۔

وہ شخص اپنی جیپ سے اتر کر کھڑا زریاب کا انتظار کر رہا تھا۔

زریاب اس سے خوش اسلوبی سے ملا۔ "معذرت چاہتا ہوں میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔۔۔"

"مجھے رؤف صاحب نے بھیجا ہے آپ نے ان سے بل ڈاگ کے لئے کہا تھا" یہ کہہ کر اس نے جیپ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ملازم اس کی موٹی سی زنجیر سے بندھا چھریرے بدن اور اونچی قامت والا ڈوگر کتا لے کر زریاب کی طرف بڑھے۔ اس کے چوڑے جبڑے کو جالی سے باندھا ہوا تھا۔

زریاب نے کتے کا بغور جائزہ لیا۔ "اس میں کون سی خاص بات ہے۔"

اس شخص نے فخریہ انداز میں کہا۔ "دیکھنے میں تو یہ دوسرے شکاری کتوں سے تھوڑا سا ہی مختلف ہے مگر اپنی دوڑ اور شکار کرنے میں یہ دوسرے کتوں سے بہت آگے ہے۔ آپ اسے پیچھے سے اڑا کر دیکھ لیں ایک جھٹکے میں اسے پھاڑ پھینکے گا۔"

مجھے اجازت دیں۔ یہ کہہ کر اس شخص نے ملازموں سے کہہ کر کتا فارم ہاؤس میں بھجوا دیا۔

اس شخص کے جانے کے بعد زریاب دوبارہ گھر والوں کے ساتھ کھانے میں مشغول ہو گیا۔ رات کو ابٹن کا فنکشن بہت دھوم دھام سے ہوا۔ رات گئے تک یہ فنکشن جاری رہا۔ ایک بجے تک رسومات ہوتی رہیں تقریباً دو بجے تک سب مہمان اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

گھر والے اور گھر میں ٹھہرے ہوئے مہمان تھکے ہارے بستروں میں گھس گئے۔ فیضان بھی اپنے کمرے میں جا کر سو گیا۔ زریاب نے بھی اپنے کپڑے تبدیل کیے اور بستر پر دراز ہو گیا۔

"توبہ ہے یہ فضول رسومات۔۔۔"

شادی کا فنکشن ایک ہی دن میں ہونا چاہیے۔

زریاب اپنے بازوؤں کو سیدھا کرتے ہوئے چت لیٹ گیا۔

اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں، کب اس کی آنکھ لگ گئی اسے پتہ بھی نہ چلا کہ اچانک کوئی اس کے کمرے کا دروازہ بری طرح پیٹنے لگا ہے۔

زریاب ہڑبڑا کر اٹھا "کون ہے۔۔۔"

دروازہ پیٹنے والا جیسے دروازہ توڑنے پر تُلا تھا۔

زریاب غصے سے بولتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ "کون ہے جو اس طرح دروازہ پیٹ رہا ہے۔"

زریاب نے دروازہ کھولا تو اس کا ملازم ہانپتا ہوا بول رہا تھا۔ "سر وہ فارم ہاؤس۔۔۔" ملازم کا اس قدر سانس پھولا ہوا تھا کہ وہ بول بھی نہیں پا رہا تھا۔

"کیا بات ہے، کیا ہوا ہے فارم ہاؤس میں"

ملازم نے خود کو سنبھالا "سر فارم ہاؤس کے گھوڑے بے قابو ہو گئے ہیں۔ گھوڑوں نے اپنی ٹانگیں بھی توڑ لی ہیں۔ وہ بری طرح ڈر گئے ہیں جن ملازمین نے انہیں پکڑنے کی کوششیں کی انہیں بھی کچل کر زخمی کر دیا ہے۔"

زریاب برق سرعت سے فارم ہاؤس کی طرف دوڑا۔ کوٹھی کے باقی ملازمین بھی زریاب کے ساتھ فارم ہاؤس کی طرف دوڑے۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے کا شور فارم ہاؤس سے پورچ تک صاف سنائی دے رہا تھا۔

زریاب فارم ہاؤس پہنچا تو گھوڑوں نے جیسے بھونچال مچا رکھا تھا۔ وہ کسی چیز سے ڈر کر بھاگنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔

"جلدی سے ایک ایک کر کے انہیں فارم ہاؤس سے باہر نکالو" زریاب نے ملازمین سے کہا۔

"مگر سر!۔۔۔"

"اگر مگر کچھ نہیں، جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔" یہ کہہ کر زریاب گھوڑوں کی بھگدڑ میں کود پڑا۔

زریاب نے ملازمین کے ساتھ مل کر بمشکل گھوڑوں کو باہر نکالا۔

جب فارم ہاؤس میں چار گھوڑے رہ گئے تو زریاب ان کی حرکات کا بغور جائزہ لینے لگا۔ وہ خوفزدہ ہو کے اپنی اگلی دونوں ٹانگوں کو زمین پر مارتے اور پھر اس طرح ہنہناتے جیسے کچھ بتانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ وہ فارم ہاؤس سے باہر جانے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔

زریاب نے فارم ہاؤس میں چاروں طرف نظر دوڑائی "اسے ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا جس سے گھوڑے ڈر گئے ہوں۔ پھر کسی کتے کی گرج دار غرغراہٹ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

زریاب نے ملازم سے پوچھا "یہ کون سے کتے کی آواز ہے۔"

ملازم نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔ "سر یہ نیا کتا ہے جو آج آیا ہے۔ ہمیشہ سے ساتھ والے حصے میں کتے بندھے ہوئے ہیں یہ گھوڑے ان کی غرغراہٹوں کی آوازیں سنتے رہتے ہیں۔ وہ تو ان آوازوں کے عادی ہیں مگر لگتا ہے جب سے یہ نیا کتا آیا ہے تب سے ہی گھوڑے ڈر رہے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ اس کی غرغراہٹ کے بعد ہی گھوڑوں میں بھگدڑ مچی ہے۔"

کچھ دیر کے لیے زریاب کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر اس نے ملازم سے کہہ کر نئے کتے کو فارم ہاؤس کی دوسری منزل پر بندھوا دیا۔ "گھوڑے بے شک کتوں کی آوازوں کے عادی ہیں مگر نئے کتے سے یہ خوفزدہ ہو سکتے ہیں۔"

زریاب نے ملازم کو سمجھایا مگر ملازم کے لہجے میں ابھی تک گھبراہٹ تھی "سر اس کتے کا برتاؤ بھی بہت عجیب ہے۔ جب سے آیا ہے کچھ نہیں کھا رہا۔ بس مسلسل غرائے جا رہا ہے۔" زریاب نے انتہائی لاپرواہی سے کہا۔ "نئے ماحول میں کتے ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ تم بس گھوڑوں کا خیال رکھو، انہیں باہر گراؤنڈ میں ہی بندھا رہنے دو۔ گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں اب کوئی شور شرابا نہ ہو۔"

زریاب باہر نکلا تو عائشہ بیگم فارم ہاؤس کے باہر کھڑی تھیں۔ "یہ کیسا شور تھا، فارم ہاؤس میں سب ٹھیک تو ہے اور یہ گھوڑے۔۔۔ یہ گھوڑے یوں باہر گراؤنڈ میں چھوڑ رکھے ہیں۔"

ماں کے سوالوں کے جواب میں زریاب نے انہیں ساری صورتحال بتائی۔ عائشہ بیگم پریشان ہو گئیں "میں ابھی روڈ ایکسیڈنٹ کا واقعہ نہیں بھولی اور اب یہ سب کچھ۔۔۔"

"اوہ ممّا وہ واقعہ تو خوفناک تھا مگر یہ مسئلہ تو عام ہے، گھوڑے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔" عائشہ بیگم نے سہمے ہوئے گھوڑوں کی طرف دیکھا۔ "میرا دل ڈوب رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے پراسرار واقعات کسی بڑی ناگہانی آفت کی طرف اشارہ ہے۔"

تم تو جانتے ہو کہ فیضان کی بیوی کے مرنے کے بعد میں نے جہاں بھی فیضان کے رشتے کی بات چلائی، کوئی نہ کوئی انہونی ہو گئی ہے۔ ایک سال پہلے میں نے جس لڑکی سے فیضان کی منگنی کی تھی، نہ جانے کیسے اس کا قتل ہو گیا تھا۔"

زریاب نے ماں کے کندھوں پر اپنی بانہیں حمائل کر لیں اور انہیں اندر لے گیا۔ "اس بار ایسا کچھ نہیں ہوگا، آپ خدا پر بھروسہ رکھیں۔" زریاب نے ماں کو سمجھایا۔

☆☆☆

اُدھر صباحت کے گھر ابٹن کی رسم کے بعد سب مہمان گہری نیند سو چکے تھے۔ حجاب اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑی باہر لان میں پڑے ہوئے جھولے کو مسلسل دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ آج پھر یہ جھولا زور سے ہلے اور پھر ہادی اپنے غیبی وجود سے مادی وجود میں آ کر اسے چونکا دے۔

اس کی جھولے پر ٹھہری ہوئی آنکھیں جھک گئیں "ایک بار تو آ جاؤ ہادی! کیا ہوا ناراضگی، تمہاری دوست بھرے میلے میں تنہا ہے۔ دیکھو میں نے بھی پیلا جوڑا پہن لیا ہے۔ آج تمہاری دوست کی ابٹن کی رسم تھی، کل میرے ہاتھوں میں مہندی لگے گی۔ آج سب لوگ بہت خوش تھے مگر خوشیوں بھرے ان قہقہوں میں میری مسکراہٹ کہیں گم ہو گئی مگر میری ان محسوسات کا کسی کو شائبہ تک نہ ہوا، میرا چہرہ پڑھنے والا دوست جو میرے پاس نہیں تھا۔۔۔"

حجاب انہی سوچوں میں گم بستر پر دراز ہو گئی۔

عائشہ بیگم اپنے دونوں بیٹوں کی مہندی بہت شاندار طریقے سے لائی۔

صباحت نے بھی مہمانوں کی خاطر داری میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

حجاب اور تحریم مہندی کے پیلے جوڑوں اور ان پھولوں کے گہنوں میں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔

حجاب کے خاندان کے لوگوں نے مختلف پروگرام ترتیب دے کر فنکشن کی رونق کو چار چاند لگا دیئے۔ رات گئے تک فنکشن رہا۔

فیضان کی پھوپھو ملازموں سے خاص خاص کام کروانے کے لئے گھر پر ہی ٹھہر گئیں۔ وہ گھر کی سیٹنگ کروا رہی تھیں۔ ایک ملازم آرٹیفیشل پلانٹ لیکر فیضان کے کمرے کے قریب آیا۔

"خالہ جی! یہ پلانٹ یہاں رکھ دوں۔ بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ فیضان صاحب کے کمرے کے باہر یہ پلانٹ رکھنا ہے۔"

پھوپھو نے اثبات میں سر ہلایا "ہاں رکھ دو۔" یہ کہہ کر وہ آگے جانے لگیں تو انہیں فیضان کے کمرے سے عجیب سی آوازیں سنائی دیں۔ وہ دروازہ کھول کر اندر چلی گئیں۔ کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ پر تھی، کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

ملازم نے باہر سے پوچھا "کوئی اور کام ہے تو بتا دیں۔"

فیضان کی پھوپھو کمرے سے باہر آ گئیں۔ "نہیں بس تم جاؤ، ایسا لگ رہا تھا کہ کمرے میں کوئی ہے مگر اندر تو کوئی نہیں ہے۔"

"بی بی جی! آپ کا وہم ہوگا، بھلا کمرے میں کون جائے گا، ملازم تو سارے کوٹھی کے دوسرے حصے میں ہیں۔ باقی تو سارے مہندی لے کر گئے ہیں۔"

"اچھا اچھا، جاؤ اپنا کام کرو۔۔۔" وہ ملازم کی تفصیلات سے چڑ کر بولی۔

مہندی کا فنکشن اپنی پوری رونق اور آب و تاب کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ صبح ہوتے ہی عائشہ بیگم نے بکرا ذبح کروا کے غریبوں میں بانٹ دیا۔ پھر وہ مہمانوں کے ناشتے میں مصروف ہو گئیں۔

زرقا ماں کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹانے لگیں۔

"ممّا صدقہ دینے کے بعد دل کو تسلی ہو گئی ہے۔ بارات جانے سے پہلے یہ کام بہت ضروری تھا وہ بھائیوں کی اکٹھی شادی ہے۔ لوگوں کی نظروں سے خدا بچائے رکھے۔"

عائشہ بیگم نے کچن کے باہر دیکھا کہ کوئی ان دونوں کی باتیں تو نہیں سن رہا۔ پھر وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔ "میں فیضان کے رویے سے بہت خوفزدہ ہوں، مہندی اور ابٹن کے فنکشن میں وہ اس طرح گم سم بیٹھا تھا جیسے یہ شادی اس کی مرضی کے خلاف ہو رہی ہے نہ جانے حجاب سے وہ کیا برتاؤ کرے گا۔"

زرقا نے قریب ہو کے جواب دیا۔ "ممّا آپ کیا بھول گئی ہیں کہ جب آپ نے فیضان سے حجاب کے رشتے کی بات کی تھی تو اس نے کتنا ہنگامہ برپا کیا تھا کہ وہ کسی بھی لڑکی سے شادی نہیں کرے گا مگر آپ کے مجبور کرنے پر وہ یہ کہہ کر رضامند ہو گیا تھا کہ اگر آپ کی یہی ضد ہے تو پوری کر لیں۔ اس بات کے بعد فیضان بھائی نے اس رشتے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ مگر آپ تو یہی کہتی تھیں کہ آپ کو حجاب پر بھروسہ ہے، وہ فیضان کا دل جیت لے گی تو پھر فیضان بھائی کے رویے سے کیوں پریشان ہوتی ہیں۔"

"ہاں شاید تھوڑی دیر کے لیے میں یہ باتیں بھول گئی تھی، میں تو فیضان کے چہرے پر ایسی ہی خوشی دیکھنا چاہتی تھی جیسی زریاب کے چہرے پر تھی۔"

مناحل کچن میں داخل ہوئی۔ "ممّا! اگر ناشتہ بن گیا ہے تو جلدی سے مہمانوں کو دے دیں۔ پاپا کہہ رہے ہیں کہ بارات کی روانگی میں دیر نہیں ہونی چاہیے۔"

"ابھی تو ناشتہ تیار نہیں ہوا۔ خانساماں بازار سے کچھ سامان لینے گیا ہے، تم آؤ ذرا زرقا کے ساتھ برتن نکالو۔ میں دیکھ کر آتی ہوں کہ ملازمہ نے بستر سمیٹ دیئے ہیں یا نہیں۔"

دونوں بہنیں مل کر برتن نکالنے لگیں۔ اتنی دیر میں خانساماں سامان لے آیا۔ دونوں نے مل کر اس کے ساتھ ناشتے کی تیاری کی۔ سارے کام جلد ختم ہو گئے اور بارات مقررہ وقت پر روانہ ہو گئی۔

(جاری ہے)

وجیہہ سحر

قسط نمبر 19

صباحت بیٹی کی شادی کی خوشی میں برق سرعت سے کام نمٹا رہی تھی۔ احساس ذمہ داری نے اس کے جسم سے بڑھاپے کے اثرات جیسے ختم کر دیے تھے۔ آج وہ اپنی ہر بیماری بھولی ہوئی تھی۔
لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پر شادی بیاہ کے روایتی گانے گا رہی تھیں۔
صباحت ان سے مخاطب ہوئی۔ ”تحریم اور حجاب کو پارلر گئے اتنی دیر ہو گئی ہے بارات گھر سے چل پڑی ہے۔ وہ دونوں ابھی تک کیوں نہیں آ گئیں؟“
ایک لڑکی دوڑتی ہوئی صباحت کے قریب آئی۔
”حجاب اور تحریم تیار ہو کے آ گئی ہیں“
ڈھولک کے قریب بیٹھی ہوئی لڑکیاں ڈھولک چھوڑ کے غل مچاتی ہوئیں دلہنیں دیکھنے چلی گئیں۔
ان دونوں کو ہال میں بٹھا دیا، ساری لڑکیاں حجاب اور تحریم کے گرد جمع ہو گئیں۔
صباحت اپنی بیٹیوں کو اس روپ میں دیکھنے کے لئے بے چین تھی۔
صباحت بے تابی سے لڑکیوں کو پیچھے کر کے اپنی بیٹیوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
”بھئی پیچھے ہٹ جاؤ، اماں آئی ہیں“ ثانیہ نے آگے بڑھ کر لڑکیوں کو پیچھے کیا۔
صباحت نے اپنی دونوں بیٹیوں کو اس روپ میں دیکھا تو بس دیکھتی ہی رہ گئی۔ دیدہ زیب لہنگوں میں، خوبصورت میک اپ کے ساتھ قیمتی زیورات میں وہ دونوں پریوں سے کم دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔
صباحت نے ان دونوں کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ ”تمہارے چمکتے چہروں کی طرح تمہارا نصیب بھی چمکے۔“
حجاب نے ماں کا ہاتھ تھام لیا ”آپ ہمارے پاس بیٹھیں۔“
”میری جان! بارات آنے والی ہے۔ ابھی بہت کام پڑا ہے۔“ صباحت نے اس کے گرد بانہیں حائل کر لیں۔
تھوڑی دیر تک بارات بھی پہنچ گئی۔ باراتیوں کے استقبال کے بعد انہیں کھانا پیش کیا گیا۔
پھر مسکراہٹوں اور خوشیوں بھری اس رونق میں ساری رسومات ادا کی گئیں۔
مگر جب رخصتی کا وقت آیا تو خوشیوں بھری سب کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔ قرآن پاک کی چھاؤں میں دونوں بہنیں پیا دیس سدھار گئیں۔
دونوں بہنیں اپنے سسرال پہنچیں تو ان کا بڑے والہانہ انداز سے استقبال کیا گیا۔ پوری کوٹھی آتش بازی کے شعلوں میں نہا گئی۔ دونوں جوڑے اسٹیج پر پہنچے تو وہاں پھر سے رسومات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دونوں بہنیں ان رسموں سے تھک گئی تھیں۔
ثانیہ ان دونوں کے ساتھ ہی تھی۔ چھوٹی اور چھوٹی چھوٹی رسومات کا سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا۔ حجاب اور تحریم کو ان کے کمروں میں لے جانے لگے تو بہنیں راستہ روک کے کھڑی ہو گئیں۔ کہ ان کے ہاتھوں میں کچھ رکھیں گے تو کمروں میں جانے دیں گے۔ عائشہ بیگم نے اس رسم کے لئے پہلے سے ہی دو انگوٹھیاں بنا کر رکھی تھیں۔ دونوں بھائیوں نے بہنوں کو انگوٹھیاں دے کر یہ آخری رسم بھی پوری کر دی۔ دونوں دلہنوں کو ان کے کمروں میں بٹھا دیا گیا۔
عائشہ بیگم نے حجاب کو بیڈ پر بٹھا کر اس کے چہرے کو نظر بھر کر دیکھا۔ ”بہت پیاری لگ رہی ہے میری بہو۔“
یہ کہہ کر عائشہ بیگم نے حجاب کا گھونگھٹ گرا دیا ”اب یہ گھونگھٹ میرا بیٹا ہی اٹھائے گا۔“
حجاب شرما کر اپنے ہی آنچل میں سمٹ گئی کمرے سے باہر جاتے ہوئے عائشہ بیگم نے فیضان سے کہا ”بیٹا بہو کا خیال رکھنا۔“
فیضان نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔
فیضان صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے سگریٹ کی ڈبی نکالی اور سگریٹ سلگا کر اس کے کش لینے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے پانچ سگریٹیں دھوئیں میں اڑا دیں۔
حجاب گھونگھٹ میں سے عجیب نظروں سے فیضان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سگریٹوں کے دھوئیں نے کمرے کا ماحول آلودہ کر دیا۔
حجاب کو سگریٹ کے دھوئیں سے الرجی تھی اس کا سانس لینا دشوار ہو گیا۔ وہ کھانسنے لگی۔ فیضان کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے اپنی سگریٹ ڈبی اور لائٹر اٹھائی اور حجاب کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔
حجاب بری طرح کھانس رہی تھی۔
فیضان نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا اور جلتی ہوئی سگریٹ اس کے چہرے کے قریب کر دی۔ آنکھوں میں دھواں پڑنے کی باعث حجاب نے چندھی چندھی نظروں سے فیضان کی طرف دیکھا۔ ”یہ آپ کیا کر رہے ہیں، پلیز آپ سگریٹ نہ پئیں.....!“
ابھی حجاب اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ فیضان نے جلتی ہوئی سگریٹ اس کے چہرے پر لگا دی۔ حجاب چیخ اٹھی۔ حجاب نے خوفزدہ نظروں سے فیضان کی طرف دیکھا تو اس کے لب کانپنے لگے۔ ”آپ کو اگر میری بات بری لگی ہے تو معاف کر دیں مگر ایسا ظلم نہ کریں۔“
اس درندہ صفت انسان نے حجاب کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے اسے مضبوطی سے جکڑ لیا پھر دوپٹہ اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔
”یہ تمہاری منہ دکھائی ہے.....؟“ یہ کہہ کر فیضان نے تین چار سگریٹ سلگائے اور ان سے حجاب کا چہرہ جگہ جگہ سے جلا دیا۔ تکلیف کی شدت سے حجاب کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں باہر کو ابل پڑیں مگر اس کی چیخیں اس کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئیں۔
اسی دوران فیضان کو کھڑکی کے قریب سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔
اس نے پھرتی سے حجاب کے ہاتھ بیڈ سے باندھ دیے اور تیزی سے کھڑکی کی طرف مڑ گیا۔
اس نے تھوڑی سی کھڑکی کھول کر باہر لان میں نظر دوڑائی۔ باہر سناٹا تھا اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ اس نے دوبارہ کھڑکی بند کر دی اور حجاب کے پاس بیٹھ گیا۔ حجاب کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ اس نے اپنی سفاک نظروں سے حجاب کی طرف دیکھا۔
”تم کیوں روپ بدل بدل کر میری زندگی میں آ جاتی ہو۔ ایمن! میں نے دو سال پہلے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا تھا مگر تم بار بار زندہ کیوں ہو جاتی ہو۔ پچھلے سال تم نے ایک لڑکی کا روپ لے کر میری زندگی میں آنے کی کوشش کی تو میں نے تمہیں ایک بار پھر قتل کیا اور آج تم حجاب کا روپ لے کر میری زندگی میں آ گئی ہو۔ آج پھر میں تمہیں موت کی نیند سلا دوں گا۔“
حجاب پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ التجا کے انداز میں سر ہلاتی رہی کہ وہ ایمن نہیں ہے۔
مگر فیضان بپھرے ہوئے شیر کی طرح حجاب پر برس رہا تھا۔ ”میں تمہیں کس قدر چاہتا تھا مگر تم نے مجھے دھوکہ دیا۔ اپنی شادی شدہ زندگی کو تم نے اپنی بدکرداری کے اندھے تاریک اندھیرے میں ڈبو دیا۔“
یہ کہہ کر فیضان نے تکیہ اٹھایا اور اسے حجاب کے منہ پر رکھ دیا۔
حجاب کا سانس رک گیا۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔ تکلیف سے بیڈ پر زور زور سے ٹانگیں مار رہی تھی۔
اچانک کمرے میں جیسے بھونچال آ گیا۔ الماریوں میں سجے ڈیکوریشن پیس دھڑام دھڑام زمین پر گرنے لگے۔
کھڑکیاں دروازے زور زور سے بجنے لگے۔ فیضان حواس باختہ ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر وہ اپنے ارادے سے باز نہیں آیا اس نے تکیے پر اپنی گرفت اور مضبوط کر دی۔
حجاب کی تڑپتی ہوئی ٹانگیں اب ڈھیلی پڑنے لگیں جیسے زندگی اس کا دامن چھوڑ رہی ہو۔
اسی وقت ایک دھماکے کے ساتھ سامنے بڑی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا اور ایک خونخوار کتا اس کھڑکی سے ہوا کو چیرتا ہوا فیضان پر کود پڑا۔
وہ خونخوار کتا فیضان کے جسم کا گوشت نوچنے لگا۔
حجاب بے سدھ بے ہوش پڑی تھی۔
بیڈ کی چادر فیضان کے خون میں رنگ گئی۔ فیضان کی چیخ و پکار سن کر بہت سے لوگ دروازہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ زریاب اور عائشہ بیگم بھی چلا رہے تھے۔
”فیضان کیا ہوا.....؟“
جب تک زریاب نے دروازہ توڑا۔ کتے نے فیضان کو ادھ موا کر دیا تھا۔
زریاب اور عائشہ بیگم اندر آئے تو عائشہ بیگم چیخ مار کر زریاب سے لپٹ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔
فیضان کے جسم کا گوشت جگہ جگہ سے نوچ لیا گیا تھا کسی نے اس کا چہرہ مسخ کر دیا تھا۔ نقوش بگاڑ کے رکھ دیے تھے۔
زریاب حواس باختہ ہو کر بھائی کا سانس چیک کرنے لگا کہ وہ زندہ بھی ہے..... کہ نہیں۔
دوسرے لوگوں نے کمرے کی ساری تلاشی لی کمرے میں حجاب اور فیضان کے علاوہ کسی اور شخص کی موجودگی کے کوئی نشانی نہیں ملی۔
بڑی کھڑکی کا شیشہ جو چکنا چور ہو گیا تھا اپنی اصلی حالت میں تھا۔
زریاب نے اپنے کزنز کی مدد سے فیضان کو گاڑی میں ڈالا۔ ”یہ تو کسی درندے کا کام لگتا ہے۔ کسی جانور نے تیز دھار ناخنوں اور خونخوار دانتوں سے بھائی کا پورا جسم زخمی کر دیا ہے۔“ زریاب کا دل بھائی کے زخموں پر رو رہا تھا۔
ایک عورت حجاب کے قریب آئی ”ارے کوئی دلہن کو تو دیکھے، کیسے بے ہوش پڑی ہے جا کے اس کی بہنوں کو بھی بلاؤ، انہیں خبر نہیں ہوئی کہ یہاں کیا قیامت گزر گئی۔“
عائشہ بیگم کسی پتھری مورتی کی طرح کھڑی حجاب کی طرف حقارت بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔ ”کیا ہوا ہے اسے اس کے جسم پر تو خراش تک نہیں آئی.....“
عورت نے حجاب پر پانی پھینکا تو وہ ہوش میں آ گئی۔
ثانیہ اور تحریم کمرے میں آئیں تو حجاب ثانیہ سے لپٹ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔
ثانیہ نے حجاب کو اپنے کندھوں سے دور کر کے اسے شانوں سے پکڑتے ہوئے پوچھا ”حجاب یہ سب کیسے ہوا.....“
حجاب کانپتی ہوئی آواز میں ہچکیاں لیتے ہوئے بولی ”ایک خونخوار کتا کھڑکی کا شیشہ توڑ کے اندر آیا اور فیضان پر جھپٹ پڑا۔ میں نے بس اتنا ہی دیکھا اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ نہیں پتہ۔“
عائشہ بیگم کسی جلا لکھی کی طرح بپھر گئی۔
”کون سا شیشہ، سامنے کھڑکی کا وہ تو جوں کا توں ہے وہ تو کہیں سے نہیں ٹوٹا۔ ساری کھڑکیاں اور دروازے اندر سے بند تھے۔ بند کمرے میں کسی درندے نے میرے بیٹے کی چیر پھاڑ کر دی اور تم کہتی ہو کہ تمہیں کچھ نہیں پتہ۔ یا تو تم کوئی جادوگرنی ہو یا پھر بدکردار عورت جس نے کسی کو اندر بلا کے میرے بیٹے کا یہ حال کروایا اور پھر اسے بھگا کے کنڈی لگا دی۔“
”آنٹی آپ.....“ ثانیہ کچھ کہنے لگی تو عائشہ بیگم نے اس کی زبان وہیں روک دی۔
”مجھے کچھ نہیں سننا۔ شرافت سے اپنی بہن کو اپنی ماں کے گھر چھوڑ آؤ ورنہ میں اس نئی نویلی دلہن کو پولیس کے حوالے کر دوں گی۔ باہر گاڑی کھڑی ہے ڈرائیور سے کہو وہ تم دونوں کو چھوڑ آئے گا۔ میں اس منحوس کی صورت اس گھر میں دیکھنا بھی نہیں چاہتی۔“
حجاب روئے جا رہی تھیں ان حالات میں کون اس کی بات کا یقین کرتا کہ فیضان اس کی جان لینا چاہتا تھا۔
تحریم دلہن کے روپ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ عائشہ بیگم نے تحریم کی طرف دیکھا ”تم اپنے کمرے میں جاؤ۔“
تحریم کچھ بولے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی۔
حجاب واش روم میں گئی۔ اس نے دلہن کا لباس اتار کر سادے کپڑے پہن لئے۔ دلہن کا جوڑا اور زیورات اس نے عائشہ بیگم کے سامنے رکھ دیے اور ثانیہ سے مخاطب ہوئی۔
”چلو ثانیہ.....“
”اپنی کوئی چیز نہیں لے کر جاؤ گی.....؟“ عائشہ بیگم نے لمبا سانس کھینچا۔
حجاب نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے عائشہ بیگم کی طرف دیکھا جو اسے اس وقت بہت اونچائی پر نظر آ رہی تھی، وہ کانپتے ہونٹوں سے بولی۔ ”میں یہاں سے بس اپنی بدنصیبی ہی لے کر جا رہی ہوں۔“
عائشہ بیگم نے سر جھٹک کر دوسری طرف منہ کر لیا۔
ثانیہ حجاب کو لے کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ گاڑی میں بیٹھنے تک عورتیں طعنوں کے تیر حجاب پر برساتی رہیں۔ حجاب اپنی گھائل روح کے ساتھ کوٹھی سے نکل گئی۔
ادھر صباحت ہر بات سے بے خبر مہمانوں کے بستر لگانے میں مصروف تھی۔ اسے بیٹیوں سے جدا ہونے کا غم بھی تھا مگر خوشی اس بات کی تھی کہ اس کی دونوں بیٹیوں کی رخصتی عزت کے ساتھ ہو گئی اور ان دونوں کو اچھا سسرال ملا۔
وہ غم و خوشی کے احساس میں گم اپنے کام میں مگن تھی کہ باہر گاڑی رکی۔
صباحت کا بھانجا دوڑتا ہوا صباحت کے پاس آیا ”خالہ ثانیہ آپی اور حجاب آپی آئی ہیں۔ حجاب آپی تو بہت رو رہی ہیں۔“
صباحت کے ہاتھ میں تھامی ہوئی پلیٹ چھوٹ گئی ”یا اللہ خیر“
ثانیہ اور حجاب گھر کی چوکھٹ تک پہنچی تو وہیں خاندان کی عورتوں نے انہیں گھیر لیا۔ سوالوں کی بوچھاڑ سے حجاب مزید گھبرا گئی۔
صباحت عورتوں کو پیچھے کرتے ہوئے بیٹی کے قریب آئی اور اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیتے ہوئے اندر لے گئی۔ اور اس کے کمرے میں لے جا کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔
صباحت نے ثانیہ کی طرف دیکھا ”حجاب کے لئے پانی لاؤ اور باہر جو خاندان کی عورتیں ہیں انہیں سمجھا دینا کہ اندر نہ آئیں، حجاب نے آرام کرنا ہے۔“
تھوڑی دیر کے بعد ثانیہ پانی کا گلاس لے کر حجاب کے پاس آئی۔
حجاب نے پانی پیا تو اس کے خشک لب تر ہوئے اور وہ بات کرنے کے قابل ہوئی۔
صباحت نے حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ”کیا ہوا میری بچی.....“
صباحت کا یہ پوچھنا ہی تھا کہ حجاب ان کے سینے سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ماں کا آنچل حجاب کے آنسوؤں سے بھیگ گیا۔
حجاب نے اپنی آنسوؤں کی زبان سے اتنا تو ماں کو سمجھا دیا کہ اس کا گھر نہیں بس سکا۔
صباحت نے ثانیہ کی طرف دیکھا ”میرا دل ڈوبے جا رہا ہے تم ہی بتاؤ آخر بات کیا ہے۔“
ثانیہ نے ساری بات صباحت کو بتائی اور پھر ترچھی نظر سے حجاب کی طرف دیکھا ”میں صرف اتنی ہی سچائی جانتی ہوں باقی کی سچائی آپ اپنی بیٹی سے پوچھیں۔“

صباحت کا سر چکرانے لگا اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ ”اتنا کچھ ہو گیا، یا اللہ اتنی تھوڑی دیر میں یہ کیا قیامت ٹوٹ پڑی.....“
ثانیہ نے ماں کو پانی پلایا۔ ”ماں ہمت کریں“
صباحت نے حجاب کو بازوؤں سے تھاما ”حجاب! تو کہتی ہے کہ ایک خونخوار کتے نے فیضان کے جسم کی چیر پھاڑ کر کے رکھ دی اور پھر جس شیشے کو توڑ کر وہ درندہ صفت جانور اندر آیا تھا۔ وہ شیشہ اپنی اصل حالت میں واپس آ گیا اس درندہ صفت جانور کی فیضان کے کمرے سے کوئی نشانی بھی نہیں ملی۔“
”اماں فیضان کے جسم پر تو اس کے خونخوار پنجوں کے نشان ہیں نا۔“ حجاب چلائی اور پھر وہ ماں کو پوری بات بتانے لگی کہ کس طرح فیضان نے اپنی بیوی کو اور لڑکی کو موت کے گھاٹ اتارا۔
”اماں فیضان نے مجھے بہت اذیتیں دیں، یہ دیکھیں میرا چہرہ جو جگہ جگہ سے جھلسا ہوا ہے۔ میرے منہ پر تکیہ رکھ کر وہ مجھے موت کی نیند سلا رہا تھا میں خود کو بچانے کے لئے تڑپ رہی تھی۔ آخر جسم نڈھال ہونا شروع ہو گیا اس سے پہلے کہ زندگی کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹتا ایک خونخوار کتا کھڑکی کا شیشہ توڑ کے کمرے میں داخل ہوا اور فیضان پر جھپٹ پڑا اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ ہوش نہیں۔“
ثانیہ سکتے کی سی کیفیت میں حجاب کی ساری بات سن رہی تھی۔ ”تم نے یہ سب آنٹی عائشہ کو کیوں نہیں بتایا۔“ ثانیہ نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔
حجاب نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ”وہ حالات تھے کہ کوئی میری بات سنتا؟“
ثانیہ نے آگے بڑھ کر حجاب کو بستر پر لٹا دیا اور اس کے اوپر چادر دے دی۔
”تم آرام کرو اب اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ دو میں باہر جا کر مہمانوں کو سنبھالتی ہوں۔“
صباحت حجاب کا سر دبانے لگی۔
صباحت کو ثانیہ کے بلند آواز میں بولنے کی آوازیں سنائی دیں وہ کسی سے جھگڑ رہی تھی۔
صباحت حجاب کو کمرے میں چھوڑ باہر آئی تو ثانیہ خاندان کی عورتوں کے سوالوں سے تنگ گستاخانہ انداز میں بول رہی تھی۔
صباحت نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ”یہ طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا۔“
”اماں ایک تو ہم لوگ پہلے ہی اس قدر پریشان ہیں اوپر سے ان لوگوں کے سوالات.....“
صباحت ثانیہ کو کھینچ کر کمرے میں لے گئی۔
حجاب اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ”کیا بات ہے ثانیہ.....“
ثانیہ نے بغیر سوچے سمجھے لفظوں کے تیر چلا دیے۔
”باہر کوئی بھی تمہاری من گھڑت کہانی پر یقین نہیں کر رہا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تم اس شادی سے خوش نہیں تھی۔ شادی سے انکار کر دیا ہوتا مگر یوں دو خاندانوں کو برباد مت کرتی۔“
حجاب کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ ”تم بھی ثانیہ.....“
ثانیہ نے سرد مہری سے سر کو جھٹکا ”گھر سے باہر ہاسٹل میں رہنے والی لڑکیوں کے بارے میں کون کیا جانے.....“
صباحت نے ثانیہ کے منہ پر تھپڑ رسید کیا۔
”بکواس بند کرو تم اپنی بہن کے کردار پر شک کر رہی ہو.....“
ثانیہ کچھ جواب دیے بغیر کمرے سے باہر چلی گئی۔ صباحت جیسے کھڑے کھڑے زمین پر گر گئی۔
”یا اللہ اور کتنے دکھ ہیں ہمارے نصیب میں۔ اب تو ان بوڑھی آنکھوں کے آنسو بھی سوکھ گئے ہیں۔“ اس نے چارپائی کی پائنتی سے اپنا سر ٹیک دیا۔
”بڑھاپا کچھ نہیں کہتا میرے رب اولاد کے غم اسے روگ بنا دیتے ہیں۔“
حجاب جو اپنے خاندان کے لئے خوشیاں سمیٹنے نکلی تھی آج ان کے لئے غم کا باعث کیسے بن گئی۔ ”سب سے بہتر تو یہ تھا کہ میں فیضان کے ہاتھوں قتل ہو جاتی۔ آج جو داغ میرے دامن میں لگ گیا وہ تو نہ لگتا۔“ ان دلخراش سوچوں میں ڈوبی حجاب بس روئے جا رہی تھی۔
دو چار روز تک فیضان کا ہسپتال میں علاج چلتا رہا اس کے ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد عائشہ بیگم نے قانونی کارروائی مکمل کر کے حجاب کو طلاق کا نوٹس بھیج دیا۔
ایک بار پھر حجاب کے چہرے پر کسی نے بے عزتی کا طمانچہ مار دیا۔
تحریم کا فون آیا تو صباحت سے اس کی بات ہوئی۔ صباحت کافی دیر تک بیٹی سے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہی پھر اس نے تحریم سے حجاب سے ملنے کی بات کی تو حجاب نے ماں سے فون لے لیا۔
”تحریم! تمہاری بہن بہت اکیلی رہ گئی ہے بالکل ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ اپنی اس غمزدہ بہن سے ملنے نہیں آؤ گی۔“
کچھ دیر تحریم خاموش رہی پھر وہ جس لہجے میں بولی وہ حجاب کے لئے غیر متوقع تھا۔ ”تم نے مجھے اپنے سسرال میں جتنا رسوا کرنا تھا کر لیا اب اگر چاہتی ہو کہ میرا گھر بسا رہے تو مجھے اپنی صورت مت دکھانا۔ اماں سے میں کسی نہ کسی طرح مل لیا کروں گی مگر تم سے میرا اب کوئی تعلق نہیں ہے۔“ ریسیور حجاب کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ صباحت نے تحریم کی بات سن لی تھی۔ اس نے حجاب سے کچھ کہے بغیر ریسیور فون پر رکھ دیا۔

(جاری ہے)



www.iqbalkalmati.blogspot.com



کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 20

مغرب کی نماز کے بعد صباحت خاموشی سے جا کر اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ گھر کے گمبھیر سناٹے میں عجیب سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ شفق کے اندھیرے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ماں بیٹی کو صحن کی لائٹس آن کرنے کا بھی ہوش نہیں رہا۔ حجاب کپڑے سمیٹے صحن میں آئی تو اندھیرا دیکھ کر اسے ماں کی فکر ہوئی "اماں تو ہمیشہ مغرب کے وقت لائٹس آن کرتی ہیں یا مجھے کہہ دیتی ہیں آج اماں نے مجھے بھی نہیں کہا۔"

اس نے صحن کی لائٹ جلائی اور صباحت کے کمرے میں گئی۔ صباحت نے حجاب کو کمرے میں آتے ہوئے دیکھا تو اپنے خشک ہونٹوں کو سکیڑتے ہوئے بمشکل بولی۔

"پانی....."

حجاب نے جلدی سے جگ سے پانی گلاس میں ڈالا اور ماں کی طرف بڑھی۔

صباحت اس طرح نڈھال تھی کہ خود سے اٹھ بھی نہ سکتی تھی۔ حجاب نے اسے سہارا دے کر بٹھایا اور اسے پانی پلایا۔ صباحت کا جسم سرد پڑ رہا تھا آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔

حجاب نے جلدی سے ڈاکٹر کو فون کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر آ گیا۔

ڈاکٹر نے صباحت کا مکمل معائنہ کیا اور پھر فوری انجکشن دیا۔ ان کے ساتھ نرس بھی تھی جس نے صباحت کو ڈرپ بھی لگا دی۔

حجاب بہت پریشان تھی۔

"آخر اماں کو ہوا کیا ہے....." حجاب نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

ڈاکٹر نے حجاب کو کمرے سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

حجاب ڈاکٹر کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔ ڈاکٹر نے انتہائی تحمل سے کہا "اب آپ کی والدہ خطرے سے باہر ہیں آپ کی امی کا بلڈ پریشر اس قدر LOW ہو گیا تھا کہ اگر انہیں فوری ٹریٹمنٹ نہ ملتی تو ان کی جان کو خطرہ تھا۔ اس ڈرپ کے بعد ان کا بلڈ پریشر ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ پہلے جیسی بھی ہو جائیں گی مگر آپ نے یہ دھیان کرنا ہے کہ انہیں کسی قسم کا شاک نہ لگے اور ان کو دوا ئیں بروقت کھلائیں۔ باقی خدا خیر کرے گا، میں چلتا ہوں۔"

نرس نے حجاب کو ڈرپ بند کرنے کے بارے میں سمجھایا اور پھر وہ بھی چلی گئی۔

رات بھر حجاب ماں کے سرہانے بیٹھی رہی۔ صبح ہوئی تو صباحت کی طبیعت قدرے بہتر تھی۔

حجاب نے اپنے لئے اور ماں کے لئے ناشتہ بنایا اور ماں کے پاس ٹرے لے کر بیٹھ گئی۔ مگر صباحت تذبذب سی کیفیت میں کسی سوچ میں الجھی ہوئی تھی۔

"اماں ناشتہ کر لیں....." حجاب نے ٹرے صباحت کی طرف بڑھائی۔

"حجاب! میرا موبائل تو اٹھا دو....."

صباحت نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"آپ نے اتنی صبح کس سے بات کرنی ہے۔ پہلے ناشتہ تو کر لیں۔"

"میرا ناشتے میں من نہیں ہے تم میرا موبائل لاؤ۔"

حجاب نے صباحت کو موبائل دیا۔

صباحت نے موبائل سے نمبر ملایا۔

وہ کسی خاتون سے بات کر رہی تھیں۔

"ہیلو رفعت کیا حال ہے، بچے کیسے ہیں، خاوند کیسا ہے....."

رفعت نے آگے سے گلے شکوے شروع کر دیئے صباحت نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیا "میں تمہیں کیا بتاؤں کہ میں کس قدر مصروف تھی۔ ایک ماہ پہلے تم نے بتایا تھا کہ تم نے اپنا پرانا گھر چھوڑ کر نیا گھر لیا ہے۔ دل تو بہت چاہتا تھا کہ تمہارا نیا گھر دیکھوں مگر فرصت نہ مل سکی۔"

رفعت صباحت کی کافی پرانی سہیلی تھی انتہائی خلوص سے بولی۔ "تو اب آ جاؤ فیصل آباد کون سا دور ہے۔ مروت ہو تو انسان فاصلے نہیں دیکھتا۔"

صباحت بہت جلد ہی اصل موضوع کی طرف آ گئی۔ "پرانا گھر کرائے پر چڑھ گیا ہے۔"

"نہیں ابھی تک تو خالی پڑا ہے....." رفعت نے کہا۔

"میں ابھی تمہیں پوری تفصیل نہیں بتا سکتی مگر اتنا سمجھ لو کہ تمہاری سہیلی کو آج تمہاری ضرورت آن پڑی ہے۔"

"ہاں صباحت بتاؤ کیا پریشانی ہے مجھ سے جو بھی کچھ ہو سکا میں کروں گی۔"

"مجھے تمہارا گھر کرائے پر چاہیے۔ میں یہ شہر جلد از جلد چھوڑنا چاہتی ہوں۔ اگر تم ہاں کہہ دو تو میں آج رات ہی اپنے گھر کا سامان پیک کروا دوں گی۔"

صباحت کی بات سن کر رفعت پریشان ہو گئی "گھر تو تمہارے لئے حاضر ہے مگر ایسی کیا جلد بازی!"

"بس یوں سمجھ لو کہ میری اپنی ہی اولاد نے میرے سینے پر خنجر چلا دیا ہے....." صباحت خود پر قابو نہ پا سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"صباحت ہمت رکھو تم جیسا چاہتی ہوں ویسا ہی ہوگا۔ میں اپنے پرانے گھر کی صفائی کرا دیتی ہوں تم آج رات ہی اپنا سامان پیک کرا دو۔"

صباحت کو جیسے تسکین مل گئی۔ "بڑی مہربانی تمہاری رفعت! تمہارا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولوں گی۔"

صباحت نے فون بند کیا تو حجاب ماں کی طرف سراسیمہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "اتنا بڑا فیصلہ آپ نے یوں اچانک لے لیا۔ آپ جانتی ہیں کہ آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"اگر چاہتی ہو کہ میری طبیعت ٹھیک رہے تو جو میں کر رہی ہوں اس میں میرا ساتھ دو۔ تم ناشتے سے فارغ ہوتے ہی پیکنگ شروع کر دو۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں پیک کر لو۔ بھاری اشیاء کے لیے ٹرک ڈرائیور سے کہہ دوں گی، ساتھ لڑکے لے آئے گا۔"

"سارا کام ہم اکیلے....." صباحت نے حجاب کو پوری بات بھی نہیں کرنے دی۔

"ہم اکیلے ہیں، کوئی نہیں ہے ہمارا۔ ویسے بھی اتنے سالوں سے سارے کام اکیلی کر رہی ہوں تو یہ کام کیوں نہیں کر سکتی۔ بس جنہوں نے تم سے واسطہ توڑ دیا ان کا مجھ سے بھی کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے اپنی ان دو بیٹیوں کی شکل نہیں دیکھنی۔ اور سنو کسی کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

حجاب خاموشی سے پیکنگ میں مصروف ہو گئی۔ وہ صباحت سے کوئی بحث نہ کر سکی۔ صباحت نے ویسا ہی کیا جیسا اس نے سوچا تھا۔ گھر کا سامان اس نے رات ہی رات میں فیصل آباد پہنچا دیا۔ اور اگلی صبح گھر کو قفل لگا کر ماں، بیٹی فیصل آباد کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

تقریباً دو بجے وہ رفعت کے گھر پہنچیں۔ دوپہر کا کھانا انہوں نے وہیں کھایا۔ پھر وہ انہیں اپنی گاڑی میں اپنے پرانے گھر لے گئی۔ جہاں ان کا سامان پڑا ہوا تھا۔ رفعت نے چابی حجاب کو تھما دی۔

"یہ لو تالا کھولو اب یہ تمہارا گھر ہے۔"

گھر کافی پرانا اور خستہ حال تھا۔

حجاب کھوئی کھوئی سی گھر کی در و دیوار کی طرف دیکھتی جا رہی تھی۔ اسے اپنے گھر کی در و دیوار یاد آ رہی تھیں جس کی ایک ایک اینٹ میں اس کے والد کا پیار بسا تھا۔ وہ تو اپنی بیٹیوں کو سائباں دے گئے تھے مگر وہ سائباں رواجوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔

"کیا سوچ رہی ہو حجاب بیٹی! اندر آ جاؤ۔" رفعت کے پکارنے پر حجاب نے اپنی بھیگی آنکھیں اس سے چرا لیں۔

صباحت نے گھر کے وسطی حصے میں داخل ہو کر سارے کمروں کی طرف نظریں دوڑائیں۔

"یہ کیا رفعت! تم نے تو سامان اپنی جگہ پر سیٹ بھی کر دیا ہے اور گھر کی صفائی بھی کرا دی ہے۔"

رفعت نے صباحت کو شانوں سے پکڑ کر صوفے پر بٹھا دیا۔ "تم لوگ آرام کرو۔ میں نے اپنے ذہن کے مطابق سیٹنگ کر دی ہے باقی تم لوگ جیسے مناسب سمجھو تبدیلی کر لینا۔"

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد رفعت اپنے گھر چلی گئی۔ جاتے ہوئے یہ بھی کہہ گئی کہ رات کا کھانا اس کے گھر سے آ جائے گا، صباحت اپنا کچن سیٹ کر لے۔ حجاب اور صباحت نے مل کر گھر کی سیٹنگ مکمل کی۔ بے جان چیزوں کو تو حجاب سیٹ رہی تھی مگر اپنی ذات کو نہیں سیٹ پا رہی تھی جو کئی ٹکڑوں میں بکھر گئی تھی۔

وہ اتنے بڑے حادثے کے اثر سے باہر نہیں آ پا رہی تھی۔ کچن سیٹ کرنے کے بعد ماں بیٹی تھک کے بیٹھ گئیں۔

صباحت نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا۔ "میں نے کچن میں چائے کا سامان رکھ دیا ہے، چائے بناؤ، بہت تھکاوٹ ہو رہی ہے۔"

حجاب نے اٹھ کر اپنے لیے اور ماں کے لیے چائے بنائی۔ وہ چائے کے کپ لیے صباحت کے پاس بیٹھ گئی۔ حجاب نے انجان سی نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ "اماں! ہمارا تو کچھ بھی اپنا نہیں رہا، نہ کوئی رشتہ اپنا اور نہ ہی گھر اپنا۔ ہمارے ساتھ جو کچھ بھی ہوا اس سے بہتر تو یہ تھا کہ میں دلہن بن کے پیا دیس سدھارنے کے بجائے اپنے آخری سفر پر روانہ ہو جاتی۔ میری وجہ سے آپ کا سب کچھ ختم ہو گیا۔ میرے لیے سب کو چھوڑ کر آپ نے اچھا نہیں کیا۔" "کیا اچھا ہے اور کیا برا، کیا ہونا چاہیے تھا اور کیا نہیں۔ اس کا فیصلہ کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں۔ یہ سب تو اس رب کی ذات طے کرتی ہے۔ ہم تو حالات کے ہاتھوں کٹ پتلیاں ہیں۔ اپنوں کی باتوں کے تیر سہنے سے تو بہتر ہے کہ ہم اکیلے رہ لیں۔ میں نہیں چاہتی کہ ثانیہ اور تحریم کو پتہ چلے کہ ہم کہاں ہیں۔"

"مگر اماں وہ تو آپ کا خون ہیں، آپ کے جسم کا حصہ ہیں۔ آپ انہیں بھول نہیں سکتیں۔"

"جب جسم کا کوئی حصہ ناسور بن جائے تو اسے بھی کاٹ پھینکتے ہیں، چاہے اس کے بغیر گزارہ کتنا ہی مشکل ہو۔ بس میں نے کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی یہاں رہائش کے بارے میں کسی کو نہیں بتائیں گے۔ تم اب دوبارہ مجھ سے اس موضوع پر بات مت کرنا۔ میری بیٹیاں میرے لیے مر گئی ہیں اور میں اور تم ان کے لیے۔"

"اماں! آپ اس قدر سخت مزاج کیسے ہو گئیں۔ جیتے جی مر جانا اتنا آسان نہیں۔"

"جو کچھ تیرے ساتھ ہوا اس کے بعد تو میں زندہ لاش ہوں۔ میں نے تمہیں کہا ہے نا کہ بس اب اس موضوع پر مجھ سے بات نہ کرنا۔"

صباحت اپنا گھر تو فروخت کر چکی تھی مگر اس نے گھر ڈھونڈنے کے لیے ایک ماہ کی مہلت مانگی تھی اور وہ گھر اس نے بہت جلدی چھوڑ دیا۔ فیصل آباد شفٹ ہونے سے پہلے وہ مالک مکان کو گھر کی چابیاں دے آئی تھی۔

ثانیہ اور تحریم کے لئے ماں کا اچانک اس طرح گھر چھوڑ کے چلے جانا بہت پریشانی کی بات تھی۔ انہوں نے صباحت کو ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اپنی ماں کو ڈھونڈ نہ سکے۔ حجاب نے ایک چھوٹے سے سکول میں جاب کر لی۔ تھوڑے پیسوں میں ہی ماں بیٹی کی گزر بسر ہو جاتی تھی۔ حجاب کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی تھی۔

حجاب گھر کا سارا کام خود ہی کرتی تھی۔ چھ ماہ گزر گئے۔ اپنوں سے بچھڑنے کا غم ماں بیٹی کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا مگر وہ دونوں ایک دوسرے کو خوش کرنے کی کوشش کرتی رہیں اور یہ دوزخی انہیں کھوکھلا کرتی جا رہی تھی۔

حجاب نے کئی بار ملازمہ رکھنے کے بارے میں سوچا مگر صباحت کسی بھی غیر پر بھروسہ کرنے سے ڈرتی تھی۔

شام کا وقت تھا۔ گلی میں دور دور تک سناٹا تھا۔ حجاب گملوں میں پانی ڈال رہی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی۔

"حجاب دیکھو دروازے پر کون ہے" اندر سے صباحت نے کہا۔

حجاب نے پانی کا والو بند کیا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ اس نے دروازے کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہے....."

باہر سے کوئی آواز نہیں آئی۔

حجاب نے ایک بار پھر پوچھا۔ "کون ہے باہر....." جواب میں خاموشی ہی تھی۔

"اماں لگتا ہے کہ باہر کوئی نہیں ہے۔ کوئی بول ہی نہیں رہا۔" یہ کہہ کر حجاب دوبارہ پانی کا والو کھولنے لگی تو دروازے کے پاس سے آواز آئی۔ "میں ہوں شاہ جی!"

حجاب دوبارہ دروازے کے پاس گئی "کون شاہ جی....." صباحت کمرے سے باہر آئی۔

"حجاب دروازہ کھول دو....."

حجاب نے اس قدیم طرز کے دروازے کی زنجیر والی کنڈی کھولی تو باہر ایک بوڑھا شخص کھڑا تھا۔ وہ سفید کرتہ شلوار میں ملبوس تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ حجاب کے لہجے میں نرمی آ گئی۔

"جی! آپ کو کس سے ملنا ہے....."

صباحت حجاب کے پاس کھڑی ہو گئی۔ "کیا بات ہے بابا جی....."

"میں بالکل اکیلا ہوں، کوئی کام چاہتا ہوں جس سے دو وقت کی روٹی مل جائے۔ مجھے اس عمر میں کوئی کام نہیں دیتا مگر یقین کرو میں کھانا بہت اچھا پکاتا ہوں، پودوں کا کام بھی جانتا ہوں۔ برتن بھی دھو لیتا ہوں۔ گھر کا سودا سلف بھی لا دیا کروں گا۔"

حجاب نے بزرگ کی ساری بات سننے کے بعد سر جھکاتے ہوئے کہا۔ "شاہ جی! ہمیں معاف کرنا ہماری اتنی حیثیت نہیں ہے کہ ہم ملازمت رکھ سکیں۔"

بزرگ نے اپنے بوڑھے ہاتھوں کو التجائی انداز میں ہلایا۔ "نہیں مجھے پیسوں کا کوئی لالچ نہیں جتنے آپ دو گی، میں لے لوں گا بس دو وقت کی روٹی مل جائے، میرے لیے اتنا ہی بہت ہے۔"

حجاب نے ایک بار پھر بزرگ کو سمجھانے کی کوشش کی تو حجاب نے اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور خود بات کرنے لگی۔

"تمہاری رہائش کہاں ہے۔"

بزرگ نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "آپ کے گھر کی دو گلیاں چھوڑ کر جو پرچون کی دکان ہے، اس کے اوپر چوبارے میں، میں رہتا ہوں۔ اس نیک دل دکاندار نے وہ چوبارہ مجھے ایسے ہی دے رکھا ہے۔ وہ مجھ سے کرایہ نہیں لیتا۔"

صباحت نے اس بزرگ میں کوئی ایسی بات دیکھی کہ اس نے زیادہ سوچے بغیر اسے کام پر رکھ لیا۔

"شاہ جی! آپ کل سے کام پر آ جائیے گا جیسا آپ نے کہا کہ آپ کھانا اچھا بناتے ہیں۔ پودوں کی حفاظت کر لیتے ہیں۔ گھر کا سودا سلف لے آتے ہیں۔ ہمارے گھر میں آپ کو یہی کام کرنے ہیں۔ آپ کو مناسب تنخواہ مل جائے گی۔ شام کے وقت آپ اپنے گھر چلے جایا کریں۔"

"ٹھیک ہے بیگم صاحبہ! خدا آپ پر اپنا کرم رکھے، آپ نے ایک بوڑھے کو سہارا دیا۔"

بوڑھے کے جانے کے بعد صباحت نے دروازہ بند کیا۔ "اس بوڑھے کو کیا پتہ کہ ہم تو خود بے سہارا ہیں" صباحت نے دروازے کی کنڈی لگاتے ہوئے کہا۔

صباحت صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھ گئی۔

"اماں! آپ نے اس بوڑھے کو ملازم کیوں رکھا۔ گھر کا کام ہے ہی کتنا، میں کر لیتی ہوں۔ ویسے بھی ہم کسی کو جانے بغیر نئے شہر میں کیسے کسی پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔"

"نئے شہر میں اکیلی عورتوں کا بھی گزارہ مشکل ہے باہر کے کام بھی کرنے ہوں گے تو ہمیں کافی سہارا مل جائے گا۔ ویسے بھی ان بوڑھی آنکھوں میں اتنی صلاحیت تو ہے کہ بندے کی پہچان کر سکے۔ وہ بوڑھا شخص اعتبار کے قابل ہے۔"

حجاب خاموش ہو گئی مزید وہ کچھ نہ کہہ سکی۔

اگلے روز ہی شاہ جی نے اپنی ڈیوٹی سنبھال لی۔ شاہ جی نے اپنا کام اتنے اچھے طریقے سے سنبھالا کہ چند ہی دنوں میں وہ گھر کے فرد کی طرح حجاب اور صباحت کی ضرورت بن گیا۔ وہ بزرگ انتہائی عبادت گزار اور خدا کے کلام کا ورد کرنے والا نرم مزاج شخص تھا۔ اس کی موجودگی میں حجاب اور صباحت کو عجیب سے تحفظ کا احساس ہوتا۔

سانسیں چل رہی تھیں، اس لیے ماں بیٹی ضروریات زندگی پوری کرنے میں مصروف ہو گئی تھیں۔ انہیں اس زندگی کو گزارنا تھا جیسے بھی ہو۔ جس زندگی میں نہ خوشیاں تھیں نہ امید اور نہ کچھ پانے کا جنون۔

اپنوں کی ٹھوکروں کی اذیتیں دامن میں سمو کر ماں بیٹی اس گھر میں چھپ کر بیٹھ گئی تھیں۔ حجاب اور صباحت محلے میں بھی کسی کے گھر نہیں جاتی تھیں۔ لوگوں سے بھی تعلقات کو محدود رکھا۔ کام سے فارغ ہونے کے بعد حجاب کوئی نہ کوئی کتاب لے کر صحن میں بیٹھ جاتی تھی۔

وہ سلطان باہو کا صوفیانہ کلام پڑھ رہی تھی۔ شاہ جی اس کے لیے چائے لائے۔ اس نے سرسری سی نظر کتاب پر ڈالی۔ "سلطان باہو کو پڑھ رہی ہیں، لگتا ہے کہ آپ زندگی کی حقیقت جان گئی ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟" حجاب نے سوالیہ نظروں سے شاہ جی کی طرف دیکھا۔

شاہ جی گھاس پر بیٹھ گئے اور دھیمے سے لہجے سے بولے۔ "یہ دنیا فانی ہے، سب کچھ یہیں رہ جائے گا ان مادی خواہشات کے پیچھے انسان اپنوں کے پیار کو ٹھکرا دیتا ہے اور پھر خود ہی ایک دن یہ مال و دولت ٹھکرا کر خالقِ حقیقی سے جا ملتا ہے۔ آنسو لے کر ہی اس دنیا میں آتا ہے اور آنسو دے کر ہی اس دنیا سے چلا جاتا ہے۔"

حجاب جیسے کہیں کھو گئی۔ "شاہ جی اگر زندگی ہی انسان کے لیے بوجھ بن جائے جیسے کسی شاعرہ نے کہا ہے:

"میرے لہجے میں ہے موت جیسی خاموشی
اپنے مزار پر جیسے کہیں دیا جلاتا ہے

شاہ جی نے حجاب کی طرف دیکھا "اگر زندگی میں موت جیسے سناٹے آ جائیں تو ان سناٹوں کو چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے دور کرنا چاہیے۔"

"اگر نصیب میں خوشیاں نہ ہوں تو....."

"ایسی مایوسی بھری باتیں نہیں کرتے، خدا ناراض ہوتا ہے۔ میری ایک بات یاد رکھو۔ کتنی ہی پریشانیاں ہوں، خدا کی عبادت کرتے رہو۔ خدا ان پریشانیوں سے نمٹنے کی ترکیب خود دیتا ہے۔"

شاہ جی کی یہ باتیں سن کر حجاب نے شاہ جی سے پوچھا۔ "آپ نے کبھی ہم سے کوئی سوال نہیں کیا کہ ہم اس طرح اکیلی کیوں رہتی ہیں، ہمارا کوئی خاندان ہے یا نہیں۔ کبھی ہمارے ابو کے بارے میں نہیں پوچھا اور نہ ہی یہ جاننے کی کوشش کی کہ میرا کوئی بھائی ہے یا نہیں۔"

شاہ جی نے مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا۔ "کچھ باتیں پوچھے بغیر معلوم ہو جاتی ہیں۔ ویسے بھی مجھے ان باتوں سے کیا لینا۔ میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ آپ اور آپ کی والدہ اچھی انسان ہیں، اچھی مسلمان ہیں۔ خدا آپ دونوں کو اپنے امان میں رکھے اور آپ کی ساری پریشانیاں دور کرے۔" یہ کہہ کر شاہ جی اپنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھ کے بمشکل اٹھنے۔ "آپ کو زمین پر بیٹھنے سے اتنی مشکل ہوتی ہے تو کرسی پر بیٹھ جاتے۔" حجاب نے کہا۔ شاہ جی نے انکساری سے جواب دیا۔

"ملازم مالکان کے سامنے بالمقابل نہیں بیٹھتے" حجاب نے شاہ جی کی بات کو رد کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں شاہ جی! ہم میں سے کوئی کمتر یا افضل نہیں۔ کام کرنے والا اور کام لینے والا دونوں ہی ایک دوسرے کی ضرورت ہوتے ہیں۔ آپ بھی اس طرح مت سوچنا۔ آپ چائے بہت اچھی بناتے ہیں آپ کے ساتھ کی چائے پینے کے بعد مجھے اپنے ہاتھ کی چائے اچھی نہیں لگتی۔"

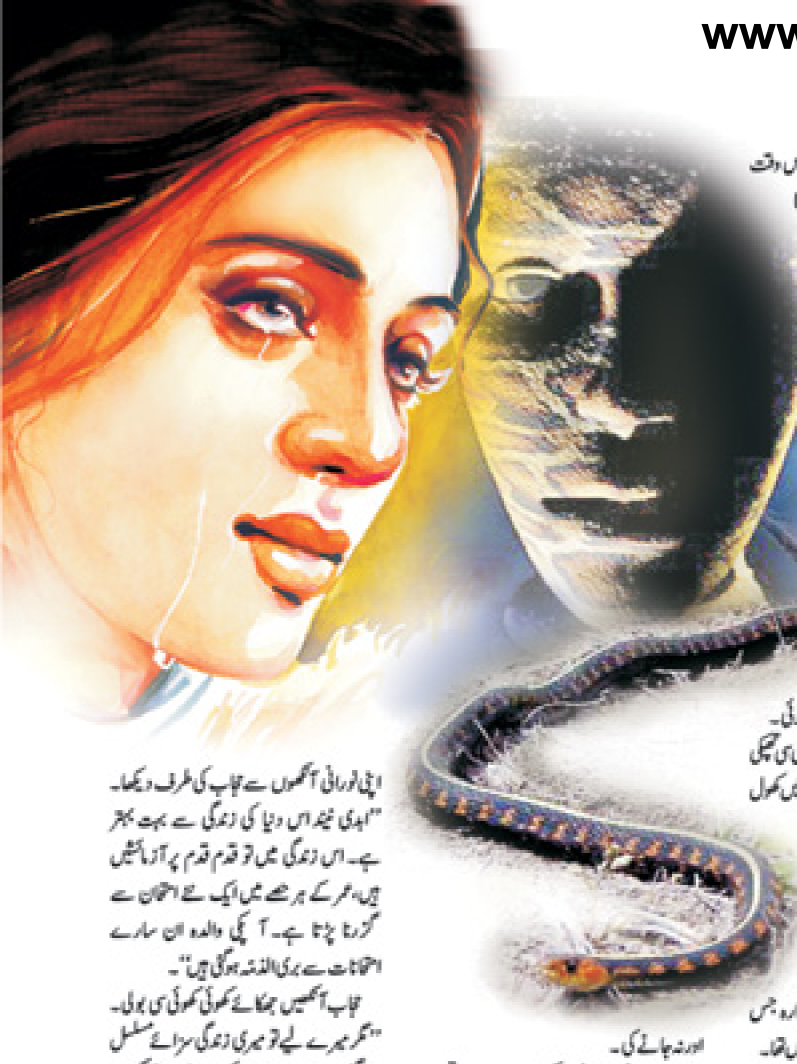
"اگر آپ کہیں تو میں فجر کی نماز کے بعد ہی آ جایا کروں گا۔ ناشتے کے لیے چائے خود ہی بنا دیا کروں گا۔" شاہ جی نے کہا۔

حجاب نے نفی کے انداز میں سر ہلایا۔ "نہیں آپ بزرگ ہیں، ہم آپ کو اتنی تکلیف نہیں دیں گے۔ شام کی چائے تو آپ کے ہاتھ کی مل ہی جاتی ہے۔ اماں کدھر ہیں؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہیں۔ میں نے انہیں چائے دے دی ہے۔" یہ کہہ کر شاہ جی چلے گئے۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com



کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہو گیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

وجیہہ سحر

قسط نمبر 21

حجاب کتاب پڑھنے کے ساتھ ساتھ چائے بھی پی رہی پھر چائے پینے کے بعد وہ صباحت کے کمرے میں چلی گئی۔ اس وقت صباحت اپنی بکس کھولے بیڈ پر موتی ستارے کے کام والے فینسی سوٹ پھیلائے بیٹھی تھی۔

حجاب کو دیکھ کر وہ جلدی جلدی کپڑے سمیٹنے لگے "یہ کپڑے پھیلائے کیوں بیٹھی ہیں۔"

صباحت کے بے ترتیب سمیٹتے ہوئے ہاتھ وہیں رُک گئے۔ اس کے چہرے پر بھی اداسی چھا گئی۔ "یہ کپڑے میں نے تمہاری منگنی کی رسم کے لیے بنائے تھے....."۔

"اب کیا یہ کپڑے دیکھ کر ان منحوس گھڑیوں کو یاد کر رہی ہیں۔ اچھا ہوتا کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے ایک جوڑا کفن بھی سی لیتیں۔" حجاب بے اختیار روتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھے کمرے سے باہر چلی گئی۔ اور چارپائی پر بیٹھ کر وہ اونچی اونچی آواز سے رونے لگی۔

وہ اس بات سے بے خبر اپنے زخموں پر رونے لگی کہ اس کی بوڑھی ماں پر کیا گزرے گی۔ اس کی آنکھوں سے وہ خواب تو کوئی نہیں چھین سکتا جو ہر ماں اپنی بیٹی کے لیے دیکھتی ہے۔

حجاب اپنی سوچوں میں کھوئی چارپائی پر ہی بیٹھی رہی۔ جب مغرب کی اذان ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ اتنا وقت گزر گیا ہے۔ اسے صباحت کا خیال آیا اور خود پر ندامت بھی ہوئی کہ وہ ماں سے کس طرح بول کر آئی ہے۔

وہ ماں کے کمرے میں گئی۔ "اماں! مغرب کی اذان ہو رہی ہے، اٹھ کر نماز پڑھ لیں۔" حجاب صباحت کے پاس بیٹھ گئی۔ صباحت تھکی تھکی سی بستر سے اٹھی۔

"اماں! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے....."

حجاب نے ماں کا ہاتھ پکڑ کر بازو دبانا شروع کر دیا اور سر جھکا کر ایک بار پھر گویا ہوئی۔

"آپ مجھے معاف کر دیں، مجھے آپ سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

صباحت تاسف بھرے لہجے میں بولی۔ "تم اپنے کفن کی بات کیوں کرتی ہو میرے کفن سینے کی تیاری کرو کہ اب جانے کا وقت تو میرا ہے نا۔"

بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کہیں میرے لائق کیا خدمت ہے۔"

کچھ کہنے سے پہلے صباحت کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ "تم تو جانتے ہو کہ میں اکثر بیمار رہتی ہوں۔ پتا نہیں کب یہ زندگی ساتھ چھوڑ جائے۔ تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ حجاب کا خیال رکھنا حالانکہ تم غیر ہو مگر میرا دل چاہا کہ میں تم سے یہ کہوں۔

حجاب کا میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔"

"بیگم صاحبہ! خدا آپ کی عمر دراز کرے۔ آپ ہر وقت اس طرح کی مایوسی والی باتیں مت کیا کریں۔ باقی ہم ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔ یہ باتیں خود فریبی کی باتیں ہیں۔ اصل سہارا تو وہ رب ہے جو ہمیں ہر حال میں سنبھالتا ہے۔ آپ اس رب پر بھروسہ رکھیں۔ باقی رہی میری بات تو جب تک اس جسم میں دم ہے میں آپ کا اور حجاب کا خدمت گزار رہوں گا۔" یہ کہہ کر وہ کھڑے ہو گئے۔

"اس جگ میں جینا مجبوری ہے بیگم صاحبہ! جہاں وفا کے بدلے حقارت اور خلوص کے بدلے ٹھوکریں ملتی ہیں۔" وہ یہ کہتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئے۔ باہر سے بھی ان کے اکیلے باتیں کرنے کی آوازیں آتی رہیں۔

"لگتا ہے کہ یہ بھی ہماری طرح زمانے کا ٹھکرایا ہوا ہے۔" صباحت بھی اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ اگلی صبح حجاب بستر سمیٹنے لگی تو اسے صباحت کے تکیے کے نیچے سے البم ملی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ البم اس کی فیملی کی تصاویر کی ہے۔ اس نے وہ البم کھولی نہیں۔ وہ سوچ کے دریچوں سے اپنے ماضی میں جھانکنا نہیں چاہتی تھی جس کی یاد اس کی روح کو تار تار کر دیتی تھی۔ اس نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے صباحت کی طرف دیکھا جو کچن کی طرف جا رہی تھی۔ "اماں رات بھر اپنی فیملی کی تصاویر دیکھتی رہی ہیں۔ اماں سب کو بہت مس کرتی ہیں۔ میری ہی وجہ سے اماں سب سے دور ہو گئیں۔"

کچن سے صباحت کی آواز آئی۔ "حجاب! جلدی سے تیار ہو جاؤ، سکول سے لیٹ ہو جاؤ گی۔" حجاب البم لے کر کچن میں چلی گئی۔

صباحت چولہے پر چائے چڑھا رہی تھی۔

حجاب نے صباحت کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"اماں آپ ثانیہ اور تحریم کو بہت یاد کرتی ہیں۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا، یہ صبح صبح کیسی باتیں کر رہی ہو۔"

حجاب ماں سے لپٹ گئی۔ "اماں میری زندگی آپ کو لگ جائے۔ آپ اس طرح کی باتیں مت کریں۔ میں آئندہ کبھی ایسی بات نہیں کروں گی۔"

صباحت نے شفقت سے حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وضو کرنے کے لیے چلی گئی۔ وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو شاہ جی نے دروازے پر دستک دی۔

"آ جاؤ! شاہ جی!" صباحت نے جائے نماز اکٹھا کرتے ہوئے کہا۔

شاہ جی اندر کمرے میں داخل ہوئے۔ "بیگم صاحبہ! میں جا رہا ہوں، اگر کوئی کام ہے تو بتا دیں۔"

"بیٹھو!" صباحت نے شاہ جی سے کہا۔

شاہ جی زمین پر بیٹھ گئے۔ صباحت نے شاہ جی کی طرف دیکھا "تم سامنے صوفے پر بیٹھ جاؤ۔"

"نہیں جی میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔ آپ نے کچھ کہنا ہے مجھ سے، مجھ سے کسی کام میں کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"نہیں شاہ جی! ہم تو تم سے شرمندہ ہیں۔ جتنا کام تم ہمارے لیے کرتے ہو، ہم تمہیں اتنی اُجرت نہیں دیتے۔ میں تو تم سے آج کچھ اور

"تو پھر یہ کیا ہے.....؟" حجاب نے البم صباحت کے سامنے کی۔

صباحت نے خاموشی سے آنکھیں جھکا لیں۔ حجاب نے ماں کے گلے میں بانہیں حائل کر لیں۔ "اماں ضد چھوڑ دو۔ ہم ثانیہ اور تحریم کو اپنا ایڈریس دے دیتے ہیں۔ مجھ سے نہیں ملنا چاہتی نہ ملیں مگر آپ سے تو مل سکتی ہیں۔"

صباحت نے غصے سے حجاب کے بازو پیچھے کیے۔ "یہ بات بار بار کہہ کر تم مجھے اذیت دیتی ہو۔ میں اپنی زندگی میں ان سے نہیں ملوں گی اور ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اگر میں مر گئی نا تو بھی تم نے کسی کو خبر نہیں دینی۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ ماں تمہیں اس نافرمانی کے لیے کبھی معاف نہیں کرے گی۔" صباحت روتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

حجاب ماں کی بات سن کر جیسے پتھر کی ہو گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ اماں اپنا فیصلہ کبھی نہیں بدلے گی اور یہ اماں اپنی موت کی بات بار بار کیوں کرتی ہیں۔" حجاب خود کلامی کرتی ہوئی اندر کمرے میں چلی گئی۔ اس کے تیار ہونے تک صباحت نے ناشتہ میز پر لگا دیا۔

حجاب صباحت کے قریب آئی اور اس سے لپٹ گئی۔ آپ کو میری ان باتوں سے تکلیف پہنچتی ہے تو آئندہ میں اس موضوع پر آپ سے بات نہیں کروں گی اور آپ آئندہ اپنی موت کی بات نہ کرنا۔"

صباحت نے حجاب کے سر پر تھپکی دی، چلو اب ناشتہ کرو۔"

حجاب کے جانے کے بعد صباحت اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر بیل بجی۔ صباحت بستر سے اٹھی تو ایک دم چکرا کر رہ گئی۔ اس نے سہارا لیتے ہوئے خود کو بہ مشکل سنبھالا۔ پھر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دروازے تک پہنچی۔ دروازے پر شاہ جی تھا۔

صباحت نے دروازہ کھولا۔ "آ جاؤ! میں تمہاری ہی راہ دیکھ رہی تھی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر چارپائی پر ہی بیٹھ گئی۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے....." شاہ جی نے پوچھا۔

"میری طبیعت تو ٹھیک ہے بس ذرا سر میں درد ہے۔" صباحت اپنی کن پٹی پر انگلیاں رکھ کر دبانے لگی۔ "آپ مجھے نسخہ دے دیں، میں آپ کو دوا لا دیتا ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں، میرے پاس دوا ہے، میں ابھی کھا لیتی ہوں۔ تم ایسا کرو یہ سودے کی پرچی ہے، بازار سے سودا لا دو۔"

صباحت نے پرچی شاہ جی کے ہاتھ میں تھمائی تو شاہ جی نے پرچی پڑھتے ہوئے کہا۔

"آج دوپہر کا کھانا تو حجاب نے کل شام کو بنایا تھا۔ تو یہ سامان تو شام کی ہنڈیا کا ہے۔ یہ سامان کچھ دیر بعد لے آتا ہوں۔"

صباحت نے اپنے دوپٹے کی گرہ کھولتے ہوئے دو نوٹ نکالے "جب بھی بازار جاؤ گے تم نے یہ ٹیلی فون کا اور بجلی کا بل جمع کرانا ہے۔"

"ٹھیک ہے بیگم صاحبہ! میں کچن کا سامان سمیٹ دوں پھر سودا لے آتا ہوں۔"

ویسے تو شاہ جی دوپہر کو کھانا تیار کرتے تھے وہی کھانا رات کو بھی استعمال ہو جاتا تھا لیکن کل شام کو حجاب نے خود ہی کھانا بنایا تھا۔ وہ سالن بچ گیا تھا اس لئے شاہ جی نے آج شام کو کھانا تیار کرنا تھا۔ اس لیے وہ پودوں کے کام میں مصروف ہو گئے۔ حجاب گھر کی صفائی بھی کر گئی تھی۔ صباحت اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ پودوں کے کام میں شاہ جی دو گھنٹوں تک مصروف رہے۔ پھر وہ گھر کا سودا لینے کے لیے بازار چلے گئے۔

بازار سے سودا خریدنے سے پہلے شاہ جی نے بل جمع کرائے، اس کے بعد بازار سے سودا خریدا۔

جمعہ کا دن تھا، حجاب کے سکول کا بھی ہاف ڈے تھا تقریباً بارہ بجے حجاب کے سکول میں چھٹی ہو گئی۔

حجاب جلدی گھر آ گئی۔ جب حجاب گھر پہنچی تو شاہ جی اس سے ایک سڑک کے فاصلے پر تھے۔

حجاب دروازے پر کھڑی بیل بجاتی رہی مگر صباحت نے دروازہ نہیں کھولا۔

"شاید اماں کی آنکھ لگ گئی ہو۔" حجاب نے اپنے موبائل سے ٹیلی فون پر بیل ماری مگر صباحت نے ٹیلی فون بھی نہیں اٹھایا۔

"لگتا ہے کہ شاہ جی بھی گھر پر نہیں ہے۔" ساتھ ہی اس کے عقب سے شاہ جی کی آواز اُبھری "لگتا ہے کہ بیگم صاحبہ سو گئی ہیں۔ میں گیٹ پھلانگ کے دروازہ کھول دیتا ہوں۔"

"حجاب شاہ جی سے کچھ کہنے لگی کہ وہ ان بوڑھی ہڈیوں کے ساتھ گیٹ کیسے پھلانگیں گے مگر اس کے سوچتے ہی سوچتے شاہ جی کسی جوان لڑکے کی طرح گیٹ پھلانگ کر اندر چلے گئے۔ شاہ جی نے دروازہ کھولا تو حجاب مسکراتے ہوئے گھر میں داخل ہوئی۔ "واہ! شاہ جی آپ تو بہت پھرتیلے ہیں۔"

شاہ جی سبزی لے کر کچن میں چلے گئے۔ "اماں! کہاں ہیں آپ....." حجاب ماں کو پکارتی ہوئی ان کے کمرے میں چلی گئی۔

صباحت آنکھیں بند کیے اپنے بستر پر بے سُدھ لیٹی ہوئی تھی۔

"یہ کیا اماں! آپ تو پہلے کبھی بھی اس وقت نہیں سوئیں۔ آپ کو تو میرا انتظار ہوتا ہے کہ آج آپ کی بیٹی جلدی آئے گی۔"

حجاب نے ماں کے چہرے کو چھوا تو اس کے جسم نے جھرجھری لی۔ صباحت کا چہرہ بہت ٹھنڈا تھا۔ حجاب نے ماں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا صباحت کے سرد تھے۔

"اماں کیا ہوا اس طرح ٹھنڈی کیوں ہو گئی ہو" حجاب ماں کے ہاتھ ملنے لگی۔

صباحت ٹس سے مس نہیں ہوئی، اس کے جسم میں خفیف سی بھی حرکت نہ ہوئی۔

حجاب نے ماں کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی تھپکی دی "اماں آنکھیں کھولو، آنکھیں کیوں نہیں کھول رہی"۔

حجاب نے صباحت کو شانوں سے پکڑ کر اٹھانا چاہا تو صباحت کی گردن بے جان ایک طرف کو لڑھک گئی۔ حجاب کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ صباحت کی حالت کا اشارہ جس طرف تھا اسے حجاب کا دل ماننے کو تیار نہیں تھا۔

حجاب کی آوازیں سن کر شاہ جی بھی کمرے میں آ گئے "کیا بات ہے، بیگم صاحبہ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

"پتہ نہیں اماں کو کیا ہو گیا ہے، اماں کو نیند سے جاگنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔" حجاب نے روتے ہوئے ماں کے سینے پر سر رکھا تو اس کے سینے میں دھڑکن نہیں تھی۔

حجاب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر اکڑاؤ سا آ گیا۔

ہونٹ سلب ہو گئے۔

شاہ جی نے حجاب کی یہ حالت دیکھی تو وہ صباحت کے قریب بیٹھ گئے، صباحت کی نبض دیکھی، صباحت زندگی کا دامن چھوڑ کر اجل کی آغوش میں جا چکی تھی۔

شاہ جی نے حجاب کی طرف دیکھا۔ حجاب یہ تلخ حقیقت جان چکی تھی مگر اس کی سرد آنکھوں میں آنسو جیسے جم گئے تھے۔

شاہ جی حجاب کے پاس بیٹھ گئے۔ "حجاب! خود کو سنبھالو تمہاری اماں اب دنیا میں نہیں ہے۔"

حجاب کو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ پتھر کی مورتی کی طرح ساکت تھی۔ شاہ جی وہاں سے اُٹھ گئے اور پڑوس کے دو تین گھروں میں جا کر ساری صورتحال بتائی۔ پڑوس سے کچھ عورتیں اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر حجاب کے پاس آ گئیں۔

عورتوں نے صحن میں دریاں بچھائیں۔ انہوں نے صباحت کی چارپائی باہر بچھائی۔ وہ عورتیں حجاب کو باہر لے آئیں۔

ایک عورت نے صباحت کے اوپر سفید چادر ڈال دی۔ حجاب کے ہونٹ کانپنے لگے۔ وہ دوڑتی ہوئی چارپائی کی پائنتی پر جا گری "میری ماں کے اوپر چادر کیوں ڈال دی ہے۔"

ایک بوڑھی عورت نے حجاب کے سر پر ہاتھ رکھا "صبر کر بیٹی! تیری اماں اب دنیا میں نہیں ہے وہ تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔" حجاب چیخ چیخ کر رونے لگی۔

شاہ جی ستون کے پاس کھڑے حجاب کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی بھی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔

شاہ جی نے صباحت کی تدفین و تکفین کا سارا کام سنبھال لیا۔ صباحت کے کہنے کے مطابق حجاب نے اس کے مرنے کی خبر کسی کو نہیں دی۔

غیروں نے ہی صباحت کے جنازے کو کندھا دیا اور غیروں نے ہی اسے سپرد خاک کر دیا۔

اپنوں کی بے وفائی اور ان سے دوری کے غم نے آخر صباحت کی جان ہی لے لی۔

صباحت کے قل ہونے تک رفعت اس کے گھر ہی رہی۔ حجاب تو اپنی سوچوں میں گم جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔ نہ اسے کسی کے آنے کی خبر ہوتی اور نہ جانے کی۔

بس پتھرائی پتھرائی آنکھوں کے ساتھ تسبیح پڑھتی رہی۔ شام کا وقت تھا۔ گھر سے سب مہمان جا چکے تھے۔ بس رفعت اور حجاب باہر صحن میں بچھی دری پر بیٹھی ہوئی تھیں۔

رفعت نے حجاب کا ہاتھ انتہائی خلوص سے تھاما "حجاب! میں جانتی ہوں کہ تمہارا دُکھ کوئی شیئر نہیں کر سکتا مگر تمہیں ہمت سے کام لینا ہو گا کیونکہ تم اب اکیلی رہ گئی ہو اور اب تمہیں اپنے بارے میں سوچنا ہے۔ ماں کے بغیر تم اس گھر میں اکیلی نہیں رہ سکتی۔ تمہاری اماں میری ذمہ داری پر اس شہر میں آئی تھیں، میں تمہیں اس طرح تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ تم ایسا کرو کہ میرے ساتھ میرے گھر چلو۔"

حجاب دھیمے سے لہجے میں بولی "آپ میری فکر نہ کریں۔ میں دو روز کے بعد ہاسٹل چلی جاؤں گی۔ آپ اس طرح اپنا گھر چھوڑ کر یہاں رہ رہی ہیں۔ آپ کی یہ مہربانی کیا کم ہے لیکن آنٹی ہم تو لٹے ہوئے آپ کے شہر میں سہارا لینے آئے تھے، آپ کے شہر نے ہمیں ایک بار پھر لوٹ لیا"۔

حجاب رفعت کے گلے لگ کے پھر رونے لگی۔ آنسوؤں سے اس کی آنکھوں کے پپوٹے ورم بن گئے تھے مگر اس کے آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔

رفعت نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "ٹھیک ہے جب تک تم ہاسٹل شفٹ نہیں ہو جاتی میں یہیں رہوں گی۔ تم ابھی اٹھو کچھ دیر آرام کر لو۔"

حجاب اٹھی اور خاموشی سے بستر پر براجمان ہو گئی۔ "تم آرام کرو، میرے دو پارے رہتے ہیں میں وہ پڑھ لوں"۔ یہ کہہ کر رفعت وہاں سے چلی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ جی حجاب کے لیے چائے بنا کے لے آئے۔ اس نے دروازے پر دستک دی۔ حجاب دوپٹہ درست کر کے اٹھ بیٹھی۔

شاہ جی نے چائے میز پر رکھی اور خاموشی سے جانے لگے۔

"شاہ جی رکیے!"

"جی حجاب بی بی! کوئی کام ہے....." شاہ جی نے انتہائی عاجزی سے کہا۔

"آپ کچھ دیر میرے پاس بیٹھیں۔" حجاب کی بات سن کر شاہ جی زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئے۔

"انسان جانتا بھی ہے کہ ایک دن سب کو جانا ہے۔ پھر بھی ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہیں، ایک دوسرے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ پھر کسی اپنے کے اچانک بچھڑنے پر ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں۔" شاہ جی تاسف بھرے لہجے میں بولا۔

"شاہ جی یا تو آپ کا دل پتھر کی طرح سخت ہے یا پھر اس قدر گھائل کہ اس میں احساس کی رو نہیں۔ موت کی حقیقت برحق ہے مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنوں سے محبت نہ کریں۔" شاہ جی نے اپنی نورانی آنکھوں سے حجاب کی طرف دیکھا۔ "اپنی بیٹا! اس دنیا کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ اس زندگی میں تو قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، عمر کے ہر حصے میں ایک نئے امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ آپ کی والدہ ان سارے امتحانات سے بری الذمہ ہو گئی ہیں"۔

حجاب آنکھیں جھکائے کھوئی کھوئی سی بولی۔ "مگر میرے لیے تو میری زندگی سزائے مسلسل بن گئی ہے۔ میری ماں کی پیار بھری آنکھیں میرے لیے میری کٹھن راہوں پر مشعل راہ تھیں۔ وہ آنکھیں بجھ گئیں تو میرے لیے کوئی جینے کی وجہ ہی نہیں رہ گئی۔"

"ڈائری لکھا کرو۔ کاغذ پر دل کے غبار نکال لینے سے دل کو کافی ڈھارس ملتی ہے۔" شاہ جی کی بات سنتے ہی حجاب کے جسم سے جھرجھری دوڑ گئی۔ اسے اپنے عقب سے جیسے اذلان کی آواز سنائی دی۔ یہ بات اکثر اس سے اذلان کرتا تھا۔

حجاب اپنی سوچ میں اس طرح کھوئی کہ اسے علم ہی نہ ہوا کہ کب شاہ جی کمرے سے چلے گئے۔

شاہ جی کے جانے کے بعد حجاب ہوا سے باتیں کرنے لگی "کیسے دوست ہو اذلان! دکھ کی اس گھڑی میں اپنی دوست کو دلاسہ نہیں دو گے۔ کوئی کسی سے ایسے بھی خفا ہوتا ہے۔"

حجاب کے خشک اکڑے ہوئے کھلے بال اس طرح لگ رہے تھے جیسے مٹی سے اٹے ہوں۔ چہرے کی جلد کھردری ہو کے جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی۔

وہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنے دونوں بازو سیدھے اکڑا لیے۔ "دیکھو اذلان! میرا کیا حال ہو گیا ہے۔ اپنوں پر وفائیں لٹانے کے بدلے میں مجھے یہ تنہائی ملی ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح تم بھی بے مروت نکلے۔ بے شک میں نے تمہاری بات نہ مان کر تمہیں خفا کیا مگر کیا کوئی اپنی دوست کو اس طرح تڑپنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ دوسری لڑکیوں کی طرح میں بھی لڑکی ہوں۔ اتنے غم سہنے کا حوصلہ نہیں مجھ میں....."

حجاب نڈھال وجود کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا دایاں ہاتھ زمین پر رکھ لیا اور پلنگ سے سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

رفعت کو ساتھ والے کمرے میں حجاب کی باتیں کرنے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ وہ پارہ پڑھ رہی تھی۔ اس کا دھیان بار بار حجاب کی طرف جا رہا تھا "یہ حجاب کس سے باتیں کر رہی ہے۔ شاہ جی تو کچن میں ہیں۔"

حجاب آنکھیں موندے پلنگ سے سر ٹکائے بیٹھی تھی۔ اسے اپنے بازوؤں سے کسی نرم جسم کے چھو جانے کا خفیف سا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے اسے اپنا وہم سمجھ کر اس پر دھیان نہ دیا۔ مگر رفتہ رفتہ اس کے بازوؤں کو کسی موٹی سی رسی نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

حجاب نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو اسکے دائیں بازو پر سیاہ سانپ لپٹا ہوا تھا۔ حجاب کی اندر کی سانس اندر باہر کی باہر رہ گئی۔ اس کی زبان پر جیسے قفل آ گیا۔ نہ وہ چیخ سکی اور نہ ہی کوئی آواز نکال سکی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سانپ کی طرف دیکھتی رہی۔ اپنے ہاتھ کو اس نے ذرہ بھر نہ ہلایا کہ کہیں یہ سانپ اسے ڈس نہ لے۔

(جاری ہے)

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وجیہہ سحر

آخری قسط

کھجور کا درخت

حجاب کی زندگی پر خوبرو آسیب مسلط ہوگیا تھا، حیرت انگیز پُراسرار لمحوں کی کہانی

رفعت کمرے میں داخل ہوئی تو کربناک چیخیں اس کے حلق سے نکلیں "سانپ! حجاب خود کو بچاؤ..."۔

رفعت کے چیختے ہی وہ سیاہ سانپ ایک ساعت میں غائب ہوگیا۔ حجاب اٹھ کر رفعت سے لپٹ گئی۔

"شاہ جی! جلدی آئیں، یہاں کمرے میں سانپ ہے..."۔

شاہ جی نے کمرے کی ساری جگہیں دیکھیں مگر وہ سانپ کہیں نظر نہ آیا۔ "حجاب بی بی! لگتا ہے کہ سانپ پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا ہے۔"

"لیکن دروازہ تو بند ہے۔"

"حجاب بی بی سانپ اپنے جسم کو زمین پر پھیلا کر تھوڑی سی جگہ سے بھی نکل جاتے ہیں۔"

"مگر اتنی جلدی..." حجاب مبہوت نظروں سے اردگرد دیکھنے لگی۔

"چھوڑیں حجاب بی بی! آپکی جان بچ گئی۔ آپ بے فکر ہوکر آرام کریں، کمرے میں سانپ نہیں ہے۔"

رفعت حجاب کے پاس بیٹھ گئی۔ "میں ادھر تمہارے پاس ہی لیٹ جاتی ہوں۔"

شاہ جی باہر چلے گئے۔ حجاب بیڈ پر براجمان ہوگئی۔ رفعت اس کے ساتھ بیڈ پر ہی لیٹ گئی۔

سانپ نظر آنے سے پہلے حجاب کے سر میں شدید درد تھا۔ پلکوں میں کھچاؤ تھا۔ مگر اب اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اسے زم کر دیا ہو۔ پل بھر میں اس کی ساری تکالیف رفع ہوگئی۔ وہ پُرسکون نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

شام کے پانچ بج رہے تھے۔ حجاب اپنی الماری سے کپڑے نکال کر سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی۔

شاہ جی نے دروازے پر دستک دی۔

حجاب نے دروازے کی طرف دیکھا "آجائیں شاہ جی..."۔

"آپ پیکنگ کر رہی ہیں۔" شاہ جی نے اندر داخل ہوتے ہی اٹیچی کیس کی طرف دیکھا۔ "جی شاہ جی! کل صبح میں ہاسٹل شفٹ ہو جاؤں گی۔"

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے۔" شاہ جی نے اداس بھرے لہجے میں پوچھا۔

حجاب نے دراز سے چابی نکالی اور شاہ جی کے ہاتھ میں تھمادی "یہ گھر آپ کے حوالے ہے۔ آپ اپنا سامان ادھر لے آئیں۔ جس طرح اماں نے یہ گھر سیٹ کیا تھا۔ یہ اسی طرح رہنا چاہیے۔ آپ نے اس گھر کی صفائی کا بھی خیال رکھنا ہے۔ میں چھٹی کا دن ادھر گزارہ کروں گی۔ اس دن آپ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھایا کروں گی۔ ہاسٹل میں نہ تو آپ کے ہاتھ جیسا کھانا ملے گا اور نہ ہی چائے..."۔

شاہ جی ہاتھ میں چابی تھامے کھڑے تھے۔ ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"جہاں بھی رہیں، خدا آپکی حفاظت کرے۔" شاہ جی نے گلوگیر آواز میں کہا اور پھر وہاں سے چلے گئے۔ سامان پیک کرنے کے بعد حجاب رفعت کے پاس جاکے بیٹھ گئی۔

رفعت گم سم اکیلی بیٹھی تھی۔ اس نے لمبا سانس کھینچا "بس اتنے تھوڑے دنوں کے لیے ہی میری سہیلی میرے قریب آئی تھی۔ کسی کو کیا پتا تھا وہ اتنی جلدی ہم سب کو چھوڑ کر چلی جائے گی"۔

حجاب نے رفعت کے کندھوں پر اپنا سر رکھ لیا۔ "شاید میری ماں کے دکھ بہت بڑھ گئے تھے اسی لیے خدا نے انہیں سارے دکھوں سے سبکدوش کردیا۔ مگر میں یہ زندگی کیسے گزاروں گی۔ میرا تو سب کچھ لٹ گیا۔"

رفعت نے حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"بچوں کو پڑھانے میں دل لگاؤ۔ اگر اس طرح پریشان رہوگی تو تمہاری ماں کی روح کو تکلیف ہوگی۔ جتنا صبر سے کام لوگی، تمہاری ماں کے لیے اتنی ہی آسانی ہوگی۔ ان کے لیے کچھ نہ کچھ پڑھتی رہو اس سے ان کو ثواب جائے گا اور خدا کی طرف سے تمہیں بھی سکون مل جائے گا۔ موت برحق ہے، مرنے والوں کے ساتھ کوئی مرتا نہیں ہے۔ ان کے بغیر جینا پڑتا ہے۔ تم نے پیکنگ کر لی ہے۔ اگر میری مدد چاہیے تو بتاؤ..."

"نہیں! میں نے پیکنگ کر لی ہے۔ میں نے شاہ جی کو سمجھا دیا ہے، وہ ادھر اس گھر میں رہیں گے..."۔

"مگر بیٹی اس کی کیا ضرورت ہے۔ تم اس گھر کو قفل لگادو اور جب تمہارا دل چاہے تم میرے گھر رہ سکتی ہو۔" رفعت نے کہا۔

حجاب نے اپنی ماں کی ویٹنگ چیئر کو ہاتھ سے چھوا "اس گھر میں میری اماں کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ جیسا اماں یہ گھر چھوڑ کر گئی ہیں، یہ گھر ایسا ہی رہے۔ میری اماں کی چیزوں پر دھول مٹی نہ لگے"۔ رفعت نے ٹھنڈی آہ بھری "جیسی تمہاری مرضی"۔

"آپ کو کرایہ بروقت ملتا رہے گا..."۔

حجاب کی یہ بات سن کر رفعت نے اس کی طرف خفگی سے دیکھا۔ "تم مجھے غیر سمجھتی ہو اس لیے ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

"پلیز آنٹی! اگر آپ مجھے اپنا سمجھتی ہیں تو مجھے اصول کے ساتھ چلنے دیں، اگر زندگی میں اصول نہ ہوں تو زندگی کا یہ کھوکھلا پن ہمارے وجود کو بھی کھوکھلا کر دیتا ہے۔ میں آپ کا کرایہ باآسانی دیتی رہوں گی۔ اگر میرے لیے کچھ تکلیف دہ ہے تو وہ میری تنہائی ہے جو میں اپنے ساتھ لے جارہی ہوں۔"

حجاب نے بھیگی آنکھیں رفعت سے چراتے ہوئے دوسری طرف منہ کرلیا۔ گھر شاہ جی کے سپرد کرکے حجاب سکول کے ہاسٹل میں شفٹ ہوگئی۔

صباحت کے سوا مہینے پر حجاب گھر آئی۔ رفعت حجاب کے فون کرنے پر پہلے ہی حجاب کے گھر پہنچ گئی تھی۔ حجاب نے گھر میں قرآن خوانی رکھی تھی۔ محلے کی بہت سی خواتین اس قرآن خوانی میں شامل تھیں۔

حجاب نے شاہ جی کے ساتھ مل کر ختم دلوانے کے لیے پلاؤ اور قورمہ تیار کیا۔

قرآن پاک پورا ہونے کے بعد ایک بزرگ خاتون نے ختم القرآن کی دعا پڑھی اور اس کے بعد اپنے درس کے ذریعے تمام خواتین کو ابدی زندگی کے حقائق سے روشناس کرایا۔ حجاب اس بزرگ خاتون کے پاس آبیٹھی۔ اس بوڑھی عورت نے حجاب کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "تم صباحت کی بیٹی ہو۔"

حجاب نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں سے بوڑھی عورت کی طرف دیکھا "آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں ہی حجاب ہوں۔"

بوڑھی عورت گلوگیر لہجے میں بولی "بیٹیوں کے آنسو ہوتے ہیں وہ کسی سے نہیں چھپتے۔ مجھے علم ہوا کہ یہاں قرآن خوانی ہے تو میں بغیر بلائے چلی آئی تم نے مجھ سے کچھ پوچھنا ہے"۔

"آنٹی! مجھے کوئی ایسی دعا بتائیں جس سے میری اماں کی روح کو سکون ملے"۔ حجاب نے بے چینی سے پوچھا۔

"تمہارا صبر! تمہارا صبر ہی تمہاری ماں کی روح کو سکون دے سکتا ہے۔ تمہاری بے چینی بتا رہی ہے کہ تمہاری ماں کی روح کو بھی سکون نہیں ہوگا۔ جتنا ہوسکے قرآن پاک پڑھو، پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کرو اور ہر دعا میں اپنی والدہ کے لیے دعا مانگو۔" یہ کہہ کر بوڑھی عورت نے صحن میں نظر دوڑائی۔ "آخری وقت میں میت کو کہاں رکھا تھا۔"

"وہ جو دروازے کے ساتھ گلی سی ہے وہاں..." حجاب نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بوڑھی عورت کو بتایا۔

"اس جگہ چالیسویں تک ایک دیا جلانا"۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

حجاب نے کہا "جی بہتر۔ آپ مجھے اپنا ایڈریس دے دیں۔ میں اماں کے چالیسویں پر آپ کو بلاؤں گی۔"

"میں خود آجاؤں گی بیٹی! اب چلتی ہوں..."

اتنے میں شاہ جی نے خواتین کے سامنے پلاؤ اور قورمہ رکھ دیا۔

"آپ کچھ کھا لیں، پھر بے شک چلی جانا۔" یہ کہہ کر حجاب خواتین کو کھانا سرو کرنے لگی۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔ تمام خواتین جاچکی تھیں، رفعت بھی چلی گئی تھی۔

حجاب جھک جھک شاہ جی کے ساتھ برتن سمیٹنے لگی تو شاہ جی نے آگے بڑھ کر برتن ان کے ہاتھوں سے لے لیے۔ "بی بی جی! یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ آپ آرام کریں، میں سب سنبھال لوں گا۔"

"شاہ جی یہ کام بہت زیادہ ہے آپ تھک جائیں گے، میں آپ کی مدد کروں گی تو کام جلدی ختم ہو جائے گا" حجاب نے شاہ جی کے ساتھ مل کر سارے برتن دھلوا دیے۔ اتنی دیر میں مغرب کی اذان ہوگئی۔

حجاب کو اچانک بوڑھی عورت کی بات یاد آئی اس نے شاہ جی سے بلاتامل پوچھا۔ "مجھے کہیں سے دیا مل سکتا ہے۔"

"گھر میں تو دیا نہیں ہے۔ پھر بھی میں دیکھتا ہوں" یہ کہہ کر شاہ جی کچن سے چلے گئے۔ غالباً وہ اپنے کمرے میں گئے تھے، واپس آئے تو ان کے ہاتھ میں دیا تھا۔ جس میں تیل تھا۔

حجاب نے جلدی سے شاہ جی کے ہاتھوں سے دیا لے لیا "شکریہ شاہ جی!" وہ ایک ہی ساعت میں دوڑتی ہوئی صحن میں آگئی اور ڈیوڑھی کے قریب جہاں آخری وقت میں صباحت کی میت رکھی تھی، وہاں اس نے ایک گلاس رکھا اور اس کے اوپر دیا رکھ کے اسے جلادیا۔

ابھی خاصی روشنی تھی، ابھی اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ حجاب نے وضو کرکے نماز ادا کی اور پھر اسی بڑی سی چادر میں لپٹی ہوئی وہ سیڑھیوں کے قریب کھڑی ہوگئی۔

سیڑھیوں سے تھوڑے ہی فاصلے پر دیا جل رہا تھا۔ دن کا اجالا اک سیاہ لبادہ اوڑھ چکا تھا۔ دن کی گہما گہمی تاریک راہوں کے سناٹوں میں بدل چکی تھی۔

"زندگی سے موت تک کی مسافت میں تو اماں غم ہی چکھتی رہی۔ جب بھی کسی بیٹی کی کوئی خوشی دیکھتیں تو کچھ وقت کے لئے اپنے غم بھول جاتیں مگر میں بدنصیب اپنی ماں کے لیے ناسور بن گئی"۔ حجاب کی بھیگی آنکھوں میں دیے کی جلتی لو دھندلا رہی تھی کہ اچانک دیے کے قریب حجاب کو سفید غبار دکھائی دیا۔

حجاب نے سیڑھیوں کی گرل پر سے سر پیچھے کیا اور اس کی آنکھیں اس غبار میں جیسے کچھ ڈھونڈنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں صباحت کا سراپا اس غبار میں دھندلا سا دکھائی دینے لگا۔ اس نے سفید قمیص شلوار کے ساتھ بڑا سا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔

حجاب کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی، اس کے لب کانپنے لگے۔ "میں شاید لاشعوری طور پر جاگتے ہوئے خواب دیکھ رہی ہوں۔ مگر جو کچھ بھی ہے یہ تصور میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہو۔ مگر صباحت جس طرح حجاب کی طرف دیکھ رہی تھی، حجاب کے ذہن نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ وہ اس کا کوئی تصور نہیں، اس کی ماں ہی ہے۔

اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی وہ بے ساختہ ماں کی طرف بڑھنے لگی۔ "اماں!..."۔

حجاب ماں کے اس دھندلے سے عکس کے قریب ہی جانے والی تھی کہ صباحت نے اپنے سفید دوپٹے کو دیے کی لو سے آگ لگادی۔ جونہی اس کے دوپٹے کو آگ لگی، حجاب چیختی ہوئی ماں کی طرف بڑھی۔

صباحت نے عقبی دروازے کی طرف دوڑنا شروع کردیا، اس کا آگ میں جلتا ہوا دوپٹہ ہوا میں لہرا رہا تھا۔

حجاب چیختی ہوئی ماں کے پیچھے دوڑتی رہی۔ اس نے جونہی صباحت کو چھوا، ایک ہی ساعت میں اس کا جسم سفید غبار میں بدل گیا اور پھر سفید غبار بھی ختم ہوگیا۔

حجاب اونچی اونچی آواز میں چلانے لگی۔ "اماں کہاں ہو..."۔

شاہ جی حجاب کی آواز سن کے وہاں پہنچ گئے حجاب کا چہرہ پسینے سے تر تھا، وہ گھبرائی ہوئی اردگرد دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے حجاب بی بی...؟"

"شاہ جی میں نے یہاں اماں کو دیکھا ہے..."۔

شاہ جی نے حجاب کی بات سن کر پریشانی سے سر جھکا لیا اور تاسف بھرے لہجے میں بولے "مرنے والے لوٹ کر نہیں آتے"۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں شاہ جی! میں نے اماں کو دیکھا ہے۔" حجاب پھٹی پھٹی آنکھوں سے شاہ جی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"آپ اندر آجائیں" شاہ جی نے کہا۔ حجاب منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کمرے میں آگئی۔ وہ صوفے پر براجمان ہوئی تو شاہ جی زمین پر اس کے قریب بیٹھ گئے۔

"حجاب بی بی! آپ نے اپنا کیا حال بنالیا ہے۔ آپ ہر وقت اپنی امی کے بارے میں سوچتی رہتی ہیں، اسی لیے آپ اپنے تصور میں اس قدر کھو گئیں کہ آپ کو سب کچھ سچ لگ رہا ہے"۔

"آپ یقین کریں شاہ جی یہ سب میرا تصور نہیں تھا مگر یہ بھی سچ ہے کہ جب میں نے اماں کو چھونا چاہا تو ان کا جسم سفید غبار میں بدل گیا۔"

"آپ نے وہاں باہر دیا کیوں جلایا۔"

"آج دوپہر کو جو عورت درس دے رہی تھی، اس نے کہا تھا۔"

"اس طرح ہر کسی کی بات نہیں ماننے جو ہدایات قرآن پاک میں ہیں، بس وہی ماننی چاہیے۔ جتنا ہوسکے قرآن پاک پڑھیں، اپنے لیے اور اپنی والدہ کے لیے، ویسے جب تک چالیسواں نہ ہو گھر میں روح کی موجودگی کا احساس رہتا ہے۔"

حجاب نے گہری نظر سے شاہ جی کی طرف دیکھا "آپ نے کبھی اپنے بارے میں نہیں بتایا۔ آپ کا کوئی تو رشتہ دار ہوگا۔"

شاہ جی نے لمبا سانس کھینچا "میں بھی آپ کی طرح تنہا ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرا کوئی ہے ہی نہیں اور آپ کے قریبی رشتے دار آپ کے لیے، جیتے جی مر گئے ہیں۔"

حجاب چونک گئی "آپ... آپ کو کیسے پتہ چلا اس بات کا، ہم نے تو کبھی نہیں بتایا آپ کو اپنے رشتے داروں کے بارے میں..."۔

شاہ جی ایک دم بوکھلا سے گئے پھر انہوں نے اپنے لہجے میں تھوڑی چنچلی لاتے ہوئے کہا۔ "بزرگ ہوں، دنیا دیکھی ہے، میں نے صباحت بی بی اور آپ کی باتوں سے اندازہ لگالیا تھا۔ آپ کے سر میں درد ہو رہا ہوگا، میں آپ کے لیے چائے بنا کے لاتا ہوں۔"

شاہ جی کے جانے کے بعد حجاب اس بارے میں سوچتی رہی کہ شاہ جی نے اس بات کا اندازہ کیسے لگا لیا۔ مگر حجاب اس بات کو تسلیم کرتی تھی کہ شاہ جی بہت اچھے انسان ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ جی دو چائے کے کپ لیکر حجاب کے پاس آگئے۔

انہوں نے ایک کپ حجاب کے قریب رکھا اور دوسرا کپ لیکر زمین پر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گئے۔

"شاہ جی! آپ پھر بات گول کر گئے۔ آپ نے بتایا نہیں کہ آپ کا کوئی ہے یا نہیں، کوئی تو رشتہ دار ہوگا۔" حجاب نے پوچھا۔

"حجاب بی بی! سچ کہہ رہا ہوں، میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ جو تھے وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسی لیے تو میں زنجیروں میں نہیں جکڑا ہوا۔"

حجاب نے حیرت سے شاہ جی کی طرف دیکھا "کون سی زنجیریں..."۔

"رشتوں کی زنجیریں... نہ ہی ان رشتوں کی زنجیروں میں جکڑا اور نہ ہی ان کی محبتوں کے قفس میں خود فریبی کے دکھ اٹھائے۔ میں تو من موجی آزاد پنچھی ہوں"۔

حجاب شاہ جی کی باتوں پر مسکرادی۔

"آپ کی باتیں اس قدر اچھی ہوتی کہ دل چاہتا ہے کہ آپ کی باتیں سنتی رہوں۔ شاہ جی نے اپنے تسبیح میں لپٹے ہوئے ہاتھ کو ہوا میں اکڑا لیا۔ آپ کی پڑھائی تو ٹھیک چل رہی ہے نا۔"

"بس پڑھانے میں بھی پہلے کی طرح دل نہیں لگتا۔"

"استانی کا درجہ جو خدا نے آپ کو دیا ہے، یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ کتنے بچوں کو آپ تعلیم کی روشنی سے روشناس کراتی ہیں۔ کوشش کیا کریں کہ ان کے ساتھ اپنا دل لگالیں، ان کی پریشانی کو اپنی پریشانی اور ان کی خوشیوں کو اپنی خوشیاں بنالیں۔ اس طرح آپ اپنی زندگی کے غم کافی حد تک بھول جائیں گی۔"

شاہ جی یہ غم تو میری رگوں میں سرایت کرگیا ہے، اس نے تو میری روح کو اس قدر کھوکھلا کر دیا ہے کہ اب تو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اپنے غم بھول کر دوسروں کی خوشی میں کیسے خوش ہوتے ہیں۔ اب تو ایسا لگتا ہے کہ اگر میں کسی کی خوشی میں شامل ہوگئی تو اس کی خوشیوں کو میری نظر لگ جائے گی۔ حسرت، ارمان، خواہش اب ان لفظوں کے معنی بھی میرے لیے معدوم ہوگئے ہیں۔ زندگی سزائے مسلسل لگتی ہے، نہ موسموں کا امتیاز رہا اور نہ دن اور رات کا..." حجاب نے اپنے گھٹنوں پر سر رکھ لیا۔

شاہ جی خاموشی سے اسے اس طرح دیکھتے رہے پھر وہاں سے اٹھ گئے۔ "تمہیں خدا کی عبادت سے سکون ملے گا، اور ان غموں کے احساس سے بچنے کا راستہ بھی۔"

حجاب اپنی تنہائیاں سمیٹے ہاسٹل چلی گئی۔ وہ چاہ کر بھی ان اذیت ناک سوچوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ حالات کی ستم ظریفی نے اس کی ذات کو بکھیر کے رکھ دیا تھا۔

وہ بچوں کو ٹھیک توجہ نہ دے پا رہی تھی۔ لیکچر دیتے ہوئے بار بار کہیں کھو جاتی۔ کئی دفعہ تو وہ تھکی تھکی نڈھال سے بے کتنی ہی دیر تک کلاس روم میں خاموش بیٹھی رہتی۔

سٹاف کی دوسری ٹیچرز نے حجاب کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے پرنسپل صاحبہ سے بات کی۔ پرنسپل صاحبہ نے حجاب کو اپنے آفس بلایا۔

"مجھے آپ نے بلایا تھا میڈم..." حجاب نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آؤ مس حجاب! بیٹھیں" پرنسپل نے حجاب کی طرف دیکھا۔

حجاب پرنسپل صاحبہ کے سامنے بیٹھ گئی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے"۔

"جی میڈیم میں ٹھیک ہوں" حجاب اپنے چہرے پر بکھری ہوئی لٹوں کو کان کے پیچھے لے گئی۔

"دیکھئے مس حجاب، چند دن پہلے آپ کے ساتھ جو سانحہ ہوا، اس کا ہم سب کو بہت افسوس ہے۔ آپ ابھی تک خود کو غم کی اس کیفیت سے باہر نہیں نکال پا رہی۔ آپ اس ذہنی دباؤ کی وجہ سے نہ صرف اپنی صحت خراب کر رہی ہیں بلکہ بچوں پر بھی توجہ نہیں دے پا رہیں۔ آپ ایک محنتی اور لائق ٹیچر ہیں اس لئے میں چاہتی ہوں کہ آپ کچھ روز کے لئے چھٹیاں لے لیں اگر گھر نہیں جانا چاہتی تو ہاسٹل میں ہی رہ لیں آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میرا تو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنا باقاعدہ چیک اپ کروالیں۔" پرنسپل نے کہا۔

حجاب نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پرنسپل کی طرف دیکھا "میری طبیعت کی آپ فکر نہ کریں، مجھے خود نہیں سمجھ آرہا کہ میں پہلے جیسی روٹین میں کیسے آؤں۔ شاید آپ کا مشورہ ٹھیک ہے، مجھے کچھ روز کے لئے تعطیل لے لینی چاہیے۔"

پرنسپل نے ٹیبل پر رکھی ہوئی فائلز کو ترتیب سے رکھنا شروع کردیا۔ "ٹھیک ہے آپ چار روز کے لئے آرام کریں، مجھے امید ہے کہ آپ کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی اور آپ اپنی ڈیوٹی پوری توجہ سے سرانجام دے سکیں گی۔"

حجاب خاموشی سے کرسی سے اٹھ گئی۔ "میں ہاسٹل میں ہی رہوں گی۔"

"جیسے آپ کی مرضی! آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے اپنا سمجھ کر بتا دینا۔"

پرنسپل کے اس طرح پوچھنے پر حجاب مسکرا دی۔ "آپ نے پوچھا بس میرے لئے یہی بہت ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں اپنے گھر سے منگوا سکتی ہوں۔"

حجاب آفس سے سیدھی ہاسٹل میں آگئی۔ اس نے کتابوں کو ٹیبل پر پھینکا اور دھڑام سے بستر پر گر گئی۔ ذہنی تناؤ نے اس کے پورے جسم کو نڈھال کر دیا تھا۔ "میں کیا کروں کیوں میں خود کو سنبھال نہیں پا رہی۔ دل تو چاہتا ہے کہ دنیا تیاگ کر کسی کمرے میں بند ہو جاؤں مگر مجھے جینا ہے لیکن میرے جینے کا کوئی تو مقصد ہو۔ بچوں کا کیا ہے اگر میں نہ پڑھاؤں تو کوئی دوسری ٹیچر آجائے گی کوئی تو ہو جسے میری ضرورت ہو جو میری زندگی کے لئے دعا مانگے۔ اماں ہی میرے جینے کا آخری سہارا تھیں۔ وہ بھی مجھے چھوڑ کر چلی گئیں اب کون ہے میرا اب تنہائی کا یہ عذاب مجھ سے سہا نہیں جاتا۔"

سوچوں کے اس سلسلے میں اس کا دل وہ لمحے یاد کرنے لگا جو اس نے دربار کے ساتھ گزارے۔ وہ فقیر کے بھیس میں شہزادہ جو زانوں بیٹھ کے اس کے آگے کشکول پھیلاتا تھا اس کا کشکول سکوں کے لئے نہیں تھا۔ اس کی ویران آنکھوں میں چاہ جانے کی حسرت تھی۔

اس کی قرآن پاک کی تلاوت کی دل سوز آواز جو ہد و سرور کی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سچا عاشق ہے اپنے حقیقی خدا اور مجازی خدا کا۔

(باقی صفحہ 52 پر)



www.iqbalkalmati.blogspot.com

بقیہ

کھجور کا درخت

جس پر نہ عشق مجازی لاگے، سوئی سوئے نہ بن دھاگے
عشق مجازی داتا ہے، جس پیچھے مست ہو جاتا ہے
جس فکر پیارے گھر دا ہے، رب ملدا او ہرا دا ہے
من اندر ہویا جاتا ہے، جس پیچھے مست ہو جاتا ہے

خودغرض رشتوں کی دعا میں وہ خود کو گھائل کرتی رہی اور اژدہا اس کے زخموں پر مرہم لگاتا رہا۔ اس کے آنسو وہ اس کی پلکوں سے چن لیتا تھا۔

حجاب کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ''اب تو کوئی نہیں ہے جو میرے آنسو پونچھے تم تو کہتے تھے اژدہا کہ اس دنیا میں انسانوں سے وفا کے بدلے جفا اور خوشی کے بدلے غم ملتے ہیں تو تم تو انسان نہیں ہو تم کیوں مجھے چھوڑ کر چلے گئے تم تو کہتے تھے کہ تم میری پرچھائیں ہو، تم میری زندگی سے کبھی نہیں جاؤ گے تو یہ کیسی ناراضگی کہ ایک بار بھی تم نے میری خبر نہیں لی۔ تم تو میرے سب سے پیارے دوست تھے تو تم نے یہ کیسی دوستی نبھائی۔''

حجاب اپنی سوچوں میں گم تھی کہ موبائل کی رنگ بجی، حجاب نے موبائل ریسو کیا تو رفعت کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ ''کیا حال ہے حجاب۔۔۔''

''ٹھیک ہوں آپ سنائیں کیسے فون کیا؟''

''حجاب بیٹی امی نے آج شام گھر پر قرآن خوانی رکھی ہے یہ قرآن خوانی میں صباحت کے لئے ہی کر رہی ہوں اگر تمہارے پاس وقت ہو تو آ جانا۔'' رفعت نے کہا۔

حجاب نے دکھے سے لہجے میں جواب دیا'' جی میں ضرور آؤں گی، ویسے بھی میں نے سکول سے چار چھٹیاں لی ہیں۔''

''کیوں، خیریت ہے نا۔''

''آج کل میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ پرنسپل صاحب نے خود ہی مجھے یہ چھٹیاں دی ہیں۔''

''اگر ایسی بات ہے تو تم میرے گھر آ جاؤ تمہاری طبیعت بہل جائے گی آ تو رہی ہو اپنا سامان بھی لیتی آؤ۔''

''آنٹی میں ان دنوں ہاسٹل میں ہی رہنا چاہتی ہوں باہر کی رونق اور خوشیوں میں دل کی اداسی کا احساس بڑھ جاتا ہے میں شام کو آ جاؤں گی۔''

''میں ڈرائیور بھیج دوں گی۔''

''اس کی ضرورت نہیں ہے، میں خود آ جاؤں گی۔''

حجاب شام کے پانچ بجے تک رفعت کے گھر پہنچ گئی۔

قرآن خوانی میں اس کے دل کو بہت تسکین ملی۔ ان دنوں حجاب کو بیڈ ریسٹ کی نہیں، ذہنی سکون کی ضرورت تھی۔ جب بھی وہ کسی درس میں شامل ہوتی تو خداوند کریم کے کلام میں محو ہو جاتی۔ ان دنوں اس کا رجحان دنیاداری سے ہٹ کر دین کی طرف ہو گیا تھا۔

جب دل میں گہرے بادل امڈ آتے اور آنکھیں اشک بار ہو جاتیں تو وہ جائے نماز بچھا کر سجدے میں گر کر اپنے رب سے اپنے دل کا حال کہتی تھی۔ اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس دنیا میں اس کا کوئی پرسان حال نہیں۔

قرآن خوانی سے فارغ ہونے کے بعد حجاب رفعت کے گھر سے اپنے گھر کے لئے روانہ ہو گئی گھر پہنچی تو شاہ جی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

''حجاب بی بی آپ۔۔۔''

''ہاں آنٹی رفعت کے گھر قرآن خوانی پر آئی تھی سوچا کہ آپ سے بھی ملتی جاؤں۔''

''بہت اچھا کیا آپ نے۔۔۔ آپ بیٹھیں میں آپ کے لئے جوس لاتا ہوں۔''

حجاب نے اپنا پرس اتار کر صوفے پر رکھ دیا اور بیگ سے دوپٹہ نکال کر اوڑھ لیا ''نہیں شاہ جی! جوس نہ لائیں، بس میرے لیے چائے لے آئیں، ویسے آنٹی رفعت کے گھر میں نے چائے پی ہے مگر سر درد ہے کہ ٹھیک ہی نہیں ہوتا۔''

حجاب کی بات سن کر شاہ جی رک گئے اور پریشانی سے حجاب کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولے ''بی بی جی! آپ نے اپنا چہرہ دیکھا ہے، کس طرح پیلا پڑ گیا ہے۔ آپ چائے کم پیا کریں۔ آپ کے سر میں درد ہے اس لیے میں چائے بنا دیتا ہوں لیکن کوشش کیا کریں کہ پھل کھایا کریں۔''

حجاب مسکرا دی ''شاہ جی اس جسم ناتواں کو تو میں کسی بوجھ کی طرح گھسیٹتی پھر رہی ہوں۔''

''حجاب بی بی کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ خدا آپ کو صحت دے'' یہ کہہ کر شاہ جی حجاب کے لیے چائے بنانے چلے گئے۔ کچھ دیر بعد شاہ جی دوبارہ کمرے میں آئے۔

''حجاب بی بی! ہوا بہت تیز چل رہی ہے۔ میں نے بیڈ شیٹ اور کور دھو کر چھت پر پھیلا دیئے تھے۔ میں چھت سے وہ کپڑے اتار لاؤں، پھر آپ کے لیے چائے بنا دیتا ہوں۔''

شاہ جی کے جانے کے بعد حجاب اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ اس نے سوچا کہ وہ خود ہی چائے بنائے۔ دیا سلائی چولہے کے قریب ہی پڑی تھی۔ اس نے چولہے کی گیس چھوڑ دی اور دیا سلائی کی ڈبیہ کھولی تو اس میں کچھ نہیں تھا، ڈبیہ خالی تھی۔ حجاب کچن کے کیبنٹ میں دیا سلائی ڈھونڈنے لگی۔ حجاب کا ذہن پریشانی کے باعث ایسا ہو گیا تھا کہ ایک پل میں ہی بات بھول جاتی تھی۔

دیا سلائی ڈھونڈتے وقت یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی کہ اس نے چولہا آن کر رکھا ہے۔ اس کی بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ اسے گیس کی بو بھی نہ آئی۔

''شکر ہے! دیا سلائی تو ملی، پہلے دیا سلائی جلاتی ہوں پھر چولہا آن کرتی ہوں'' اس نے دل میں سوچا۔

اس نے جونہی دیا سلائی جلائی، اس کے گرد آگ بھڑک اٹھی۔

حجاب چیخی! ''شاہ جی!۔۔۔۔ بچاؤ۔۔۔۔''۔

حجاب کی چیخیں سن کر شاہ جی دوڑے ہوئے کچن کے قریب آئے تو پورا کچن آگ کی لپیٹ میں تھا۔

حجاب کے چاروں طرف آگ تھی، اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح بچ کر نکلے۔

شاہ جی برق سرعت سے آگ کی طرف بڑھے اور حجاب کو گود میں اٹھا کر کچن کے باہر کی طرف اچھال دیا۔ حجاب کچن سے دور جا گری، آگ نے شاہ جی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

حجاب نے یہ منظر دیکھا تو اسکی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں، جسم تھر تھر کانپنے لگا۔

وہ چیخنے لگی ''کوئی بچائے شاہ جی کو۔۔۔'' وہ پانی اٹھا کر مٹکے کی طرف بڑھی، پانی لے کر وہ کچن کی طرف بڑھی تو وہ ساکت ہو کر رہ گئی شاہ جی اس کی آنکھوں کے سامنے آگ میں سے غائب ہو گئے، اس بھڑکتی آگ میں سے ایک سفید کبوتر پھڑپھڑاتا ہوا نکلا جس کے پر کو آگ لگی ہوئی تھی، وہ آگ سے بچتا ہوا اذیت میں ادھر ادھر اڑ رہا تھا۔

کچن کے دروازے پر بھی آگ بھڑکی ہوئی تھی نہ کوئی باہر آ سکتا تھا اور نہ ہی کوئی اندر جا سکتا تھا مگر باہر کچن کے اندر ہونے والی حرکات صاف دکھائی دے رہی تھی۔

آگ میں پھنسا کبوتر اس نوجوان فقیر کا روپ دھار گیا جو حجاب کو اکثر خواب میں دکھائی دیتا تھا، جو فقیر کے بھیس میں شہزادہ لگتا تھا۔

پھر وہ فقیر اس نوجوان میں بدل گیا جو صباحت کے گھر کرائے دار بن کر رہتا رہا۔ پھر وہ نوجوان ایک بونا سا آدمی کی شکل اختیار کرکے آگ کی لپٹوں میں ادھر ادھر گرنے لگا۔ پھر وہ بونا اس شکاری بھیانک کتے کا روپ دھار گیا جس نے فیضان کے جسم کی چیر پھاڑ کر دی تھی۔ حجاب سراسیمہ نگاہوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ فضا میں خوف و ہراس پھیل گیا تھا۔ ایک ہی وقت میں بہت ساری آوازیں یکجا گونج رہی تھیں اس کی زندگی میں آنے والے یہ سب کردار یکے بعد دیگرے اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے۔ ان کرداروں کے ساتھ اس کا ذہن اس کی زندگی کے پچھلے واقعات بھی دہرا رہا تھا۔

اس کے پاؤں جیسے زمین پر گڑ گئے تھے۔ وہ جہاں تھی وہیں جامد ہو گئی تھی۔ حالانکہ آگ کے دھوئیں سے اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔

خوفناک شکاری کتا اس سیاہ سانپ میں بدل گیا، جسے حجاب نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد دیکھا تھا ایک ہی ساعت میں وہ سیاہ سانپ شاہ جی کے روپ میں بدل گیا۔

حجاب کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

شاہ جی اس آگ میں سے گزرتے ہوئے حجاب کی طرف اس طرح بڑھنے لگے جیسے اس آگ میں خفیف سی حرارت نہ ہو۔

شاہ جی جوں جوں حجاب کی طرف بڑھ رہے تھے ان کے چہرے کے نقوش بدلتے جا رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کا سراپا اژدہا کے روپ میں بدل گیا۔

وہی اژدہا جو حجاب کو فقیر کے روپ میں خواب میں دکھائی دیتا تھا۔

اژدہا حجاب کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرکے منہ میں کچھ پڑھا، آگ خود بخود بجھ گئی۔

حجاب نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے اژدہا کی طرف دیکھا اس کی آنکھیں اشکبار تھیں مگر لبوں پر مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی، اس احساس سے اس کے وجود میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی کہ کوئی ہے جو اس کا دم بھرتا ہے۔ کسی نے اپنی زندگی اس کے نام کر دی اور اسے علم ہی نہ ہوا، کوئی دبے پاؤں اس کے ہر دکھ سکھ میں شامل رہا اور وہ خود کو تنہا سمجھتی رہی۔

آگ کا دھواں حجاب کے جسمانی اعضاء کو نقصان پہنچا چکا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں ڈوب رہی تھیں وہ اژدہا کی بانہوں میں ڈھیر ہو گئی۔

اس کی بوجھل آنکھیں بند ہو گئیں۔

اژدہا اس کا چہرہ تھپتھپانے لگا ''حجاب! آنکھیں کھولو۔۔۔''۔

وہ اسے اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے جانے لگا مگر اسے احساس ہوا کہ حجاب سانس نہیں لے رہی۔ اس نے حجاب کو چیک کیا تو اس کے دل کی دھڑکنیں بند ہو چکی تھیں۔ وہ اس سنگدل دنیا کو چھوڑ کر جا چکی تھی۔ وہ روح فرسا غموں کی دسترس سے بری الذمہ ہو چکی تھی۔

حجاب کی قبر کے قریب کھجور کا گھنا درخت تھا جو اس کی قبر کو تیز دھوپ اور بارش سے بچاتا تھا۔

گورکن کا کہنا تھا کہ حجاب کو دفنانے کے بعد یہ درخت ایک دم سے نمودار ہو گیا ہے اس سے پہلے یہ درخت یہاں نہیں تھا۔ حجاب کی قبر پر روز کوئی گلاب کی تازہ پتیاں بچھاتا اور چراغ جلاتا۔ یہ سب کون کرتا تھا کبھی گورکن کو کوئی دکھائی نہیں دیا۔

اس کھجور کے درخت کا آسیب اژدہا تھا جو اب بھی حجاب کے ساتھ تھا۔

(ختم شد)